فہرستِ مضامین مقدمہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۱۴
۲	تکرو التجا	۱۵
۳	مقدمہ	۱۶
۴	معروضات بخدمت ائمۂ مساجد	۱۸
۵	متولیانِ مساجد سے گذارش	۲۴
۶	ان خطبات کی چند خصوصیات	۲۸
۷	ہدایت متعلق خطبات	۳۱
۸	اُردو وعظ سنانے کا بہترین وقت اور طریقہ	۳۲
۹	بحث کراہت خطبۂ عجمیہ و مخلوطہ	۳۷
۱۰	خطبہ غیر عربی میں جائز نہیں	۴۲
۱۱	خطبہ کی زبان عربی ہونے پر تصریحاتِ فقہاء رح	۴۴
۱۲	امام صاحب کے نزدیک کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی	۴۸
۱۳	ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ	۴۹
۱۴	ایک شبہ کا جواب	۵۱
۱۵	زبان کا اثر معاشرۃ اور اخلاق و دین پر	۵۳
۱۶	ہندوستان میں انگریزی زبان رائج کرنے کا سیاسی مقصد	۵۴
۱۷	اذان، نماز، خطبہ کی زبان عربی رکھنا ایک اہم سیاسی مقصد ہے	۵۶
۱۸	یورپین مؤرخوں کا اعتراف	۵۷
۱۹	خطبۂ جمعہ و عیدین میں فرق	۵۸
۲۰	تقریظ از حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہٗ	۶۰
۲۱	تذییل	۶۱
۲۲	ایک تازہ مصیبت	۶۲

فہرستِ مضامین خطباتِ موعظت جلد اول
از محرّم تا جمادی الثانی

نمبر شمار	جمعات ماہ	سلسلۂ مضامین	خاص عنوانات	تشریح مضامین	صفحہ نمبر
۱	خطبۂ جمعہ اول محرم الحرام	تردید بدعات	۔	فضائلِ عاشوراء اور بدعاتِ محرم کے احکام	۷۰
۲	〃 دوم 〃	〃	۔	بدعاتِ محرم کی ابتدائی تاریخ	۸۰
۳	〃 سوم 〃	〃	۔	ترغیبِ اتباعِ سنت و تقبیحِ بدعت	۸۶
۔	۔	۔	۔	ضمیمہ در بدعاتِ ربیع الاول و ثانی	
۴	〃 چہارم 〃	تعلیم ضروریاتِ دین	۔	علمِ دین کی اہمیت و فضیلت	۹۸
۵	〃 پنجم 〃	〃	معیار العلماء	اہانتِ علماء و علماءِ حق و سوء کا معیار	۱۰۸
۶	خطبہ جمعہ اول ماہ صفر	〃	۔	بدشگونی بدفالی اور توہمات کی تردید	۱۲۲
۷	〃 دوم 〃	〃	تعلیم عقائد	عقائدِ اسلام کی مختصر توضیح	۱۳۲
۸	〃 سوم 〃	〃	〃	〃	۱۴۰
۹	〃 چہارم 〃	〃	تکمیل ایمان بالرسل	ذکرِ ولادت و شمائلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۸
۱۰	〃 پنجم 〃	〃	تکمیل ایمان بکتاب اللہ	تعلیم قرآن کی اہمیت و فضیلت	۱۶۲
۱۱	خطبہ جمعہ اول ربیع الاول	〃	طہارۃ	احکامِ طہارۃ کا مختصر بیان	۱۷۳
۱۲	〃 دوم 〃	〃		توضیحِ درجاتِ اوامر و نواہی	۱۸۳
۱۳	〃 سوم 〃	〃	ارکانِ اسلام	رکنِ اول نماز کا بیان	۱۹۳
۱۴	〃 چہارم 〃	〃	〃	جماعت و جمعہ کی ترغیب	۲۰۳
۔	۔	۔	۔	ضمیمہ در بیان بعض مسائلِ جمعہ	

نمبر شمار	جمعاتِ ماہ	سلسلہ مضامین	خاص عنوانات	تشریح مضامین	صفحہ نمبر
۱۵	خطبہ جمعہ پنجم ربیع الاول	تعلیم ضروریاتِ دین	تقرب بالنوافل	تقرب بالنوافل اور حقیقتِ ولایت	۲۱۶
۱۶	" " اول ربیع الثانی	"	معیارِ ولایت	علاماتِ ولایت اور ولی اللہ کی پہچان	۲۲۵
۱۷	" دوم "	"	ارکانِ اسلام	اسلام کا رکنِ دوم زکوٰۃ	۲۳۷
۱۸	" سوم "	"	مسلمان کا نصب العین	مادیات کی ترقی یا دنیا طلبی کی مذمت	۲۴۷
۱۹	" چہارم "	"	"	کسبِ معاش کی فضیلت واہمیت	۲۵۶
۲۰	" پنجم "	"	"	کسبِ حرام کی مذمت کا بیان	۲۶۴
۲۱	" اول جمادی الاول	آدابِ معاشرتِ اسلامیہ	اداءِ حقوق	ادائے حقوق کی اہمیت اور ظلم کی ممانعت	۲۷۱
۲۲	" دوم "	" ۲	"	حقوقِ مسلم بر مسلم	۲۸۱
۲۳	" سوم "	" ۳	"	حقوقِ جار واقارب	۲۸۹
۲۴	" چہارم "	" ۴	"	حقوقِ والدین اور ان میں تعدیل	۲۹۷
۲۵	" پنجم "	" ۵	"	حقوقِ اولاد	۳۰۷
۲۶	" اول جمادی الثانی	" ۶	"	حقوقِ زوجین	۳۱۷
۲۷	" دوم "	" ۷	تہذیبِ اسلامی	تہذیبِ لباس	۳۲۷
۲۸	" سوم "	" ۸	"	تہذیبِ زینت اور حلق لحیہ کی ممانعت	۳۳۸
۲۹	" چہارم "	" ۹	"	تعلیم نسواں اور پردہ کا بیان	۳۵۲
۳۰	" پنجم "	" ۱۰	"	آدابِ مجلس واخوۃ اور صحبتِ بد کا بیان	۳۶۴

نمبر شمار	جمعاتِ ماہ	سلسلۂ مضامین	خاص عنوانات	تشریحِ مضامین	صفحہ نمبر
۱۵	خطبہ جمعہ پنجم ربیع الاول	تعلیم ضروریاتِ دین	تقرب بالنوافل	تقرب بالنوافل اور حقیقتِ ولایت	۲۱۶
۱۶	،، اول ربیع الثانی	،،	معیارِ ولایت	علاماتِ ولایت اور ولی اللہ کی پہچان	۲۲۵
۱۷	،، دوم ،،	،،	ارکانِ اسلام	اسلام کا رکنِ دوم زکوٰۃ	۲۳۷
۱۸	،، سوم ،،	،،	مسلمان کا نصب العین	مادیات کی ترقی یا دنیا طلبی کی مذمت	۲۴۷
۱۹	،، چہارم ،،	،،	،،	کسبِ معاش کی فضیلت واہمیت	۲۵۶
۲۰	،، پنجم ،،	،،	،،	کسبِ حرام کی مذمت کا بیان	۲۶۴
۲۱	،، اول جمادی الاول	آدابِ معاشرۂ اسلامیہ ۱	اداءِ حقوق	اداءِ حقوق کی اہمیت اور ظلم کی ممانعت	۲۷۱
۲۲	،، دوم ،،	،، ۲	،،	حقوقِ مسلم بر مسلم	۲۸۱
۲۳	،، سوم ،،	،، ۳	،،	حقوقِ جوار واقارب	۲۸۹
۲۴	،، چہارم ،،	،، ۴	،،	حقوقِ والدین اور ان میں تعدیل	۲۹۷
۲۵	،، پنجم ،،	،، ۵	،،	حقوقِ اولاد	۳۰۷
۲۶	،، اول جمادی الثانی	،، ۶	،،	حقوقِ زوجین	۳۱۷
۲۷	،، دوم ،،	،، ۷	تہذیبِ اسلامی	تہذیبِ لباس	۳۲۷
۲۸	،، سوم ،،	،، ۸	،،	تہذیبِ زینت اور حلق اللحیہ کی ممانعت	۳۳۸
۲۹	،، چہارم ،،	،، ۹	،،	تعلیم نسواں اور پردہ کا بیان	۳۵۲
۳۰	،، پنجم ،،	،، ۱۰	،،	آدابِ مجلس واخوۃ اور صحبتِ بد کا بیان	۳۶۴

فہرستِ مضامین خُطباتِ موعظت جلد دُوم
از ماہِ رجب تا ذی الحجہ

نمبر شمار	جمعاتِ ماہ	سلسلۂ مضامین	خاص عنوانات	تشریحِ مضامین	صفحہ نمبر
۳۱	خطبہ جمعہ اول رجب	آدابِ معاشرۂ اسلامی ۱۱	تہذیبِ اسلامی	تہذیبِ سفر وسیر وتفریح اور ناجائز تفریحات کی تشریح	۳۸۱
۳۲	،، دوم ،،	،، ۱۲	،،	تہذیبِ ۱ے اکل وشرب ونوم ویقظہ	۳۹۳
۳۳	،، سوم ،،	،، ۱۳	،،	تہذیبِ خواہشاتِ نفس اور آدابِ نکاح کا بیان	۴۰۴
۳۴	،، چہارم ،،	،، ۱۴	،،	تہذیبِ کلام ومذمتِ کذب وغیبت کا بیان	۴۱۶
۳۵	،، پنجم ،،	،، ۱۵	،،	تہذیبِ مالیات کا بیان	۴۲۷
۳۶	خطبہ جمعہ اول شعبان	بقیہ ضروریاتِ دین	،،	فضائلِ ماہِ شعبان وشبِ برات	۴۳۸
۳۷	،، دوم ،،	آدابِ معاشرۂ اسلامی ۱۶	تہذیبِ اخلاق	ترغیبِ اتفاق اور وفاءِ عہد وغیرہ	۴۴۶
۳۸	،، سوم ،،	،، ۱۷	،،	مذمتِ خیانت وسرقہ وغیرہ اور ترغیبِ امانت داری	۴۵۶
۳۹	،، چہارم ،،	،، ۱۸	،،	مذمتِ حسد وبغض کا بیان	۴۶۵

۱ے کھانے پینے اور سونے جاگنے کی تہذیب کے بیان میں ۱۲

فہرستِ مضامین مقدمہ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۱۴
۲	تشکر و التجا	۱۵
۳	مقدمہ	۱۶
۴	معروضات بخدمت ائمۂ مساجد	۱۸
۵	متولیانِ مساجد سے گذارش	۲۴
۶	ان خطبات کی چند خصوصیات	۲۸
۷	ہدایت متعلق خطبات	۳۱
۸	اُردو وعظ سنانے کا بہترین وقت اور طریقہ	۳۲
۹	بحث کراہت خطبۂ عجمیہ و مخلوطہ	۳۷
۱۰	خطبہ غیر عربی میں جائز نہیں	۴۲
۱۱	خطبہ کی زبان عربی ہونے پر تصریحاتِ فقہاء رح	۴۴
۱۲	امام صاحب کے نزدیک کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی	۴۸
۱۳	ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ	۴۹
۱۴	ایک شبہ کا جواب	۵۱
۱۵	زبان کا اثر معاشرۃ اور اخلاق و دین پر	۵۳
۱۶	ہندوستان میں انگریزی زبان رائج کرنے کا سیاسی مقصد	۵۴
۱۷	اذان، نماز، خطبہ کی زبان عربی رکھنا ایک اہم سیاسی مقصد ہے	۵۶
۱۸	یورپین مؤرخوں کا اعتراف	۵۱
۱۹	خطبۂ جمعہ و عیدین میں فرق	۵۸
۲۰	تقریظ از حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہٗ	۶۰
۲۱	تذییل	۶۱
۲۲	ایک تازہ مصیبت	۶۲

فہرستِ مضامین خطباتِ موعظت جلد اول
از محرم تا جمادی الثانی

نمبر شمار	جمعات ماہ	سلسلہ مضامین	خاص عنوانات	تشریح مضامین	صفحہ نمبر
۱	خطبۂ جمعہ اول محرم الحرام	تردید بدعات	.	فضائلِ عاشوراء اور بدعاتِ محرم کے احکام	۷۰
۲	〃 دوم 〃	〃	.	بدعاتِ محرم کی ابتدائی تاریخ	[illegible]
۳	〃 سوم 〃	〃	.	ترغیبِ اتباعِ سنت و تقبیحِ بدعت	۸۶
.	.	.	.	ضمیمہ در بدعاتِ ربیع الاول و ثانی	
۴	〃 چہارم 〃	تعلیم ضروریاتِ دین	.	علمِ دین کی اہمیت و فضیلت	۹۸
۵	〃 پنجم 〃	〃	معیار العلماء	اقسامِ علماء و علماءِ حق و سوء کا معیار	۱۰۸
۶	خطبہ جمعہ اول ماہ صفر	〃	.	بدشگونی، بدفالی اور توہمات کی تردید	۱۲۲
۷	〃 دوم 〃	〃	تعلیم عقائد	عقائدِ اسلام کی مختصر توضیح	۱۳۲
۸	〃 سوم 〃	〃	〃	〃	۱۴۰
۹	〃 چہارم 〃	〃	تکمیلِ ایمان بالرسل	ذکرِ ولادت و شمائلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۸
۱۰	〃 پنجم 〃	〃	تکمیلِ ایمان بکتاب اللہ	تعلیمِ قرآن کی اہمیت و فضیلت	۱۶۲
۱۱	خطبہ جمعہ اول ربیع الاول	〃	طہارۃ	احکامِ طہارۃ کا مختصر بیان	۱۷۴
۱۲	〃 دوم 〃	〃		توضیحِ درجاتِ اوامر و نواہی	۱۸۴
۱۳	〃 سوم 〃	.	ارکانِ اسلام	رکنِ اول نماز کا بیان	۱۹۴
۱۴	〃 چہارم 〃	.	.	جماعت و جمعہ کی ترغیب	۲۰۳
.	.	.	.	ضمیمہ دربیان بعض مسائلِ جمعہ	

نمبر شمار	جمعات ماہ	سلسلۂ مضامین	خاص عنوانات	تشریح مضامین	صفحہ
۱۵	خطبۂ جمعہ پنجم ربیع الاول	تعلیم ضروریاتِ دین	تقرب بالنوافل	تقرب بالنوافل اور حقیقت و اہمیت	۲۱۶
۱۶	〃 اول ربیع الثانی	〃	معیارِ ولایت	علاماتِ ولایت اور ولی اللہ کی پہچان	۲۲۵
۱۷	〃 دوم 〃	〃	ارکانِ اسلام	اسلام کا رکن دوم زکوٰۃ	۲۳۶
۱۸	〃 سوم 〃	〃	مسلمان کا نصب العین	مادیات کی ترقی یا دنیا طلبی کی مذمت	۲۴۷
۱۹	〃 چہارم 〃	〃	〃	کسبِ معاش کی فضیلت و اہمیت	۲۵۶
۲۰	〃 پنجم 〃	〃	〃	کسبِ حرام کی مذمت کا بیان	۲۶۳
۲۱	〃 اول جمادی الاول	آدابِ معاشرت اسلامیہ ۱	اداءِ حقوق	اداءِ حقوق کی اہمیت اور ظلم کی ممانعت	۲۷۱
۲۲	〃 دوم 〃	〃 ۲	〃	حقوقِ مسلم بر مسلم	۲۸۱
۲۳	〃 سوم 〃	〃 ۳	〃	حقوقِ جوار و اقارب	۲۸۹
۲۴	〃 چہارم 〃	〃 ۴	〃	حقوقِ والدین اور ان میں تعدیل	۲۹۷
۲۵	〃 پنجم 〃	〃 ۵	〃	حقوقِ اولاد	۳۰۷
۲۶	〃 اول جمادی الثانی	〃 ۶	〃	حقوقِ زوجین	۳۱۷
۲۷	〃 دوم 〃	〃 ۷	تہذیبِ اسلامی	تہذیبِ لباس	۳۲۷
۲۸	〃 سوم 〃	〃 ۸	〃	تہذیبِ زینت اور حلق لحیہ کی ممانعت	۳۳۸
۲۹	〃 چہارم 〃	〃 ۹	〃	تعلیم نسواں اور پردہ کا بیان	۳۵۲
۳۰	〃 پنجم 〃	〃 ۱۰	〃	آدابِ مجلس و اخوۃ اور صحبتِ بد کا بیان	۳۶۴

فہرستِ مضامین خُطباتِ موعظت جلد دُوم
از ماہِ رجب تا ذی الحجہ

نمبر شمار	جمعاتِ ماہ	سلسلۂ مضامین	خاص عنوانات	تشریحِ مضامین	صفحہ نمبر
۳۱	خطبہ جمعہ اول رجب	آدابِ معاشرۂ اسلامی نمبر ۱۱	تہذیبِ اسلامی	تہذیبِ سفر و سیر و تفریح اور ناجائز تفریحات کی تشریح	۳۸۱
۳۲	" دوم "	" " نمبر ۱۲	"	تہذیبِ[۱] اکل و شرب و نوم و یقظہ	۳۹۳
۳۳	" سوم "	" " نمبر ۱۳	"	تہذیبِ خواہشاتِ نفس اور آدابِ نکاح کا بیان	۴۰۴
۳۴	" چہارم "	" " نمبر ۱۴	"	تہذیبِ کلام و مذمتِ کذب و غیبت کا بیان	۴۱۶
۳۵	" پنجم "	" " نمبر ۱۵	"	تہذیبِ مالیات کا بیان	۴۲۷
۳۶	خطبہ جمعہ اول شعبان	بقیہ ضروریاتِ دین	"	فضائلِ ماہِ شعبان و شبِ برات	۴۳۸
۳۷	" دوم "	آدابِ معاشرۂ اسلامی نمبر ۱۶	تہذیبِ اخلاق	ترغیبِ اتفاق اور وفاءِ عہد وغیرہ	۴۴۶
۳۸	" سوم "	" " نمبر ۱۷	"	مذمتِ خیانت و سرقہ وغیرہ اور ترغیبِ امانت داری	۴۵۶
۳۹	" چہارم "	" " نمبر ۱۸	"	مذمتِ حسد و بغض کا بیان	۴۶۵

۱؎ کھانے پینے اور سونے جاگنے کی تہذیب کے بیان میں ۱۲

نمبر شمار	جمعات ماہ	سلسلۂ مضامین	عام عنوان	تشریح مضامین	صفحہ نمبر
۴۰	خطبۂ جمعۂ پنجم شعبان	آدابِ معاشرۂ اسلامی ۱۹	تہذیبِ اخلاق	تہذیبِ عقل ونفس	۴۷۳
۴۱	خطبۂ جمعۂ اول رمضان	تعلیم ضروریاتِ دین	"	فضائلِ رمضان شریف و فلسفۂ رمضان	۴۸۳
۴۲	" دوم "	"	ارکانِ اصولِ اسلام	تیسرا رکن روزہ اور اس کا فلسفہ	۴۹۴
۴۳	" سوم "	"	"	فضائلِ روزہ و تراویح	۵۰۶
۴۴	" چہارم "	"	"	فضائلِ اعتکاف ولیلۃ القدر	۵۱۸
۴۵	" پنجم "	"	"	احکامِ قضاءِ صوم و اداءِ کفّارہ	۵۲۷
۴۶	" اول شوال	آدابِ معاشرۂ اسلامی ۲۰	تدابیرِ اصلاحِ قلب	تدبیرِ اول توحیدِ کامل	۵۳۶
۴۷	" دوم "	" ۲۱	"	تدبیرِ دوم توکل اور اس کی حقیقت کا بیان	۵۴۵
۴۸	" سوم "	" ۲۲	"	تدبیرِ سوم توبہ اور اس کا صحیح طریقہ	۵۵۵
۴۹	" چہارم "	" ۲۳	"	تدبیرِ چہارم تصحیحِ نیّت واخلاص اور ان کی حقیقت کا بیان	۵۶۳
۵۰	" پنجم "	" ۲۴		تدبیرِ پنجم فقر و زہد کا بیان	۵۷۱

نمبر شمار	جمعاتِ ماہ	سلسلۂ مضامین	خاص عنوانات	تشریح مضامین	صفحہ نمبر
۵۱	خطبۂ جمعہ اول ذیقعدہ	آداب معاشرۂ اسلامی ۲۵	تدابیر اصلاحِ قلب	تدبیر ششم صبر و شکر کا بیان	۵۸۳
۵۲	" دوم "	" ۲۶	"	تدبیر ہفتم خوف و رجاء کا بیان	۵۹۱
۵۳	" سوم "	" ۲۷	"	تدبیر ہشتم محبتِ حق تعالیٰ کا بیان	۶۰۲
۵۴	" چہارم "	تعلیم ضروریاتِ دین	ارکانِ اسلام	چوتھا رکن حج و زیارۃ کا بیان	۶۱۴
۵۵	" پنجم "	بقیہ آداب معاشرۂ اسلامی ۲۸	بقیہ تدابیر اصلاحِ قلب	تدبیر نہم ذکر و دعا و فکر و محاسبہ وغیرہ کا بیان	۶۲۴
۵۶	خطبۂ جمعہ اول ذی الحجہ	بقیہ تعلیم احکام	"	فضائل عشرۂ ذی الحجہ و روزِ عرفہ	۶۳۵
۵۷	" دوم "		احکامِ قربانی	قربانی کے مسائل کا بیان	۶۴۳
۵۸	" سوم "	بقیہ آداب معاشرۂ اسلامی ۲۹	بقیہ ضروریاتِ دین	امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بیان	۶۵۲
۵۹	" چہارم "	" ۳۰	"	فریضۂ نصبِ امام و جہاد فی سبیل اللہ کا بیان	۶۶۲
۶۰	" پنجم "	" ۳۱	"	موت اور مابعد الموت کا بیان	۶۷۴
۶۱	خطبۂ عید الاضحیٰ	بقیہ ضروریاتِ دین	"	احکام قربانی و نصائحِ مختصر	۶۸۳
۶۲	خطبۂ عید الفطر	"	"	احکام صدقۃ الفطر و نمازِ عید وغیرہ	۶۹۰
۶۳	خطبۂ استسقاء				۶۹۹
۶۴	خطبۂ ثانیہ (۱)				۷۰۳
۶۵	خطبۂ ثانیہ (۲)				۷۰۵
۶۶	خطبۂ نکاح				۷۰۸
۶۷	دعاءِ عقیقہ				۷۱۲

فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰی ○ وَكَفَرَ بِمَا جَاءَ بِهٖ
رَسُوْلُهُ الْمُصْطَفٰی ○ وَتَاوَّلَ كَلَامَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
بِمَا لَمْ يَرْضَيَا ○ اِسْتَمِعُوْا اَنَّ اَعْلٰی مَقَاصِدِ
اَعْمَالِ الْاِسْلَامِ ○ اِبْتِغَاءُ وَجْهِ رَبِّنَا الْعَلَّامِ ○
كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ + اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ قُلْ اِنَّ
صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعَالَمِيْنَ ○ اَقُوْلُ قَوْلِیْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الخ

وعظِ جمعہ سوم ماہِ ربیع الثانی در تعلیمِ ضروریاتِ دین

مسلمان کا نصب العین اور مادیات کی ترقی یا دنیا طلبی کی مذمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْد

برادرانِ ملت! ہماری دنیوی زندگی میں اکثر ہم پر دو دور گذرتے ہیں۔ ایک حضر میں یعنی اپنے وطنِ اصلی یا وطنِ اقامت میں، دوسرا سفر میں جبکہ ہم مال لینے یا کسی اور کام سے لاہور، دہلی، مدراس، بمبئی کا سفر کرتے ہیں۔ اکثر وطن

میں زیادہ رہنا ہوتا ہے اور سفر میں بہت کم۔ ہم جب سفر میں جاتے ہیں تو عموماً کم سے کم اسباب لے جاتے ہیں کہ جس سے صرف زندہ رہ سکیں، حالانکہ ہمارے گھر میں بہت کچھ اسباب ہوتا ہے۔ عقلمندوں کا مقولہ ہے کہ سفر میں جس قدر اسباب کم ہو اسی قدر راحت ملتی ہے اور زیادہ اسباب لادنے سے بڑی کلفت ہوا کرتی ہے۔ اسلام کا اُصولی عقیدہ ہے کہ تمام انسان مرکر دوبارہ زندہ ہوں گے اور اس زندگی کے بعد موت یا فنا نہ ہوگی بلکہ وہ زندگی دائمی ہوگی خواہ اچھی گذرے یا بُری۔ حضرات سامعین آپ بتلایئے کہ کیا آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو وہ شخص دائرۂ اسلام سے ہی نکل جاتا ہے، جس کا یہ عقیدہ نہ ہو۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو کیا اس صاف وصریح عقیدۂ اسلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہماری زندگی کے بھی درحقیقت یقیناً دو دَور ہیں۔ ایک اصلی دوسرا عارضی اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ ہماری زندگی کا اصلی دَور یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہے، کیونکہ وہاں زیادہ اور ہمیشہ رہنا ہے۔ یہاں تو صرف ۷۰-۸۰ یا سَو برس تک ہی رہنا ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں عموماً انسان کو اس سے زیادہ یہاں رہنے کا اتفاق نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہُوا کہ ہمارا وطن اصلی درحقیقت وہی ہے جہاں ہم کو ہمیشہ رہنا ہے اور یہاں تو ہم محض چند برس کے لئے سفر میں آئے ہُوئے ہیں۔ دُنیا کی یہ زمین ہمارا اصلی وطن نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترمذی کی ایک حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "مجھے دُنیا سے کیا تعلق۔ میری اور دُنیا کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی سوار کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کے لئے تھوڑی دیر ٹھہر جائے"۔ دوستو! جس طرح سفر اور حضر دونوں میں ہمیں سامانِ معیشت کی ضرورت ہے، وہ شخص بھی بے وقوف ہے جو سفر میں قطعاً کچھ سامان نہ لے، یہاں تک کہ تکلیف سے

لہ لقولہ علیہ السلام، ولنفسك عليك حق ۱۲

جان جاتی رہے اور وہ شخص بھی احمق ہے جو سفر میں تو سامان رکھے، لیکن
وطن آنے تک سب برباد کر دے اور پھر وطن پہنچ کر بے سرو سامانی کی وجہ سے
اپنے آپ کو ذلیل کرے، فاقہ کشی میں مبتلا ہو اور طرح طرح کی تکالیف جھیلے، دربدر
بھیک مانگتا پھرے۔ اسی طرح انسان کو اپنے سفرِ دُنیا اور وطنِ آخرۃ دونوں میں
اسبابِ معیشت مہیا کرنا ضروری ہے۔ جو شخص صرف دُنیا کے اس سفر میں اسباب
مہیا کرتا ہے اور وطنِ آخرۃ میں مفلس و کنگال ہو کر پہنچے، وہ انتہا درجہ کا
احمق ہے اگرچہ وہ خود کو بڑا عقلمند سمجھتا ہو۔ آپ ہی بتائیے کہ جو شخص مال و غیرہ دینے
لینے کے لئے بمبئی جائے سات روز کے لئے اور وہاں جا کر ایک بنگلہ ٹھہرنے کے لئے
خریدے فرنیچر خریدے اور تمام اسبابِ عیش مہیا کرنے میں مصروف ہو جائے۔ اپنا
سرمایہ سب اسی میں خرچ کر ڈالے اور سات دن کے بعد تمام سامان چھوڑ کر خالی ہاتھ وطن
کو واپس ہو جائے۔ کیا وہ شخص عقلمند کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی لئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلدُّنْیَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهٗ وَلَهَا یَجْمَعُ مَنْ
لَا عَقْلَ لَهٗ یعنی دُنیا اس کا گھر ہے، جس کا کوئی گھر (آخرت میں) نہ ہو اور دُنیا کے
لئے وہی جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں ہے" دوستو! یقین جانئے کہ ہم یہاں
سفر میں ہیں اور ہماری کشتیٔ عمر زمانہ کے دریا میں وطنِ آخرت کی طرف برابر
سفر کر رہی ہے۔ خواہ ہم اپنے اصلی وطن جانا چاہیں یا نہ چاہیں، لیکن جب کہ
آپ کشتیٔ عمر میں سوار ہو چکے ہیں، آپ کو وطن جانا ہی پڑے گا، جیسے کسی بچہ کو
ریل میں بٹھا دیں اور گاڑی چل پڑے تو اب وہ لاکھ کوشش کرے کہ میں نہ جاؤں گا۔
آگے بھاگے یا پیچھے ہٹے مگر وہ واپس نہیں ہو سکتا اور بالآخر اُس کو وہاں پہنچنا
ہی پڑے گا، جہاں آپ اُس کو لے جانا چاہتے ہیں۔ پس کیا ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ
سات روز کے چکر میں پھنس کر لیل و نہار یا نور و ظلمت کے دور میں منتشر ہو سکا

جو سفر کر کے اپنے اصلی وطن جاتے ہیں یا بھیجے جاتے ہیں اپنی تمام عمدہ قوتوں کا سرمایہ اس سفر میں خرچ اور برباد کر کے مفلس اور تنگدست ہو کر وطن پہنچیں گے مجھے یقین ہے کہ ہم اس کو پسند نہ کریں گے۔ اگر میرا یہ یقین صحیح ہے تو پھر ہم کو اپنی لاجواب قوتوں کے سرمایہ سے وہ مال خریدنے کی کوشش کرنا چاہیے، جس کو خریدنے کے لیے ہمیں یہ سفر کرایا گیا ہے۔ ارشاد ہے ﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ﴾ یعنی وطنِ آخرت کے لیے توشہ یا سامان مہیا کرلو۔ یہ دُنیا تجارۃِ آخرۃ کی منڈی ہے۔ یہاں سے ہر قسم کی انسانی ضرورتوں کا مال نہایت سستا خریدا جاسکتا ہے۔ ہر قسم کے بنگلوں، کوٹھیوں، محلات، باغات، بہترین منظر اور سبزیاں، دریائی لہروں سے پُرکیف آب و ہوا، عمدہ اور لذیذ کھانے، ہر قسم کے بہترین میوے، لاجواب نغمہ و سُرود، بہترین شرابِ طہور اور خوبصورت سے خوبصورت پری پیکر حُور غرض تمام سامانِ عشرت کا سودا یہاں کیا جاتا ہے اور آسانی اس قدر رکھی گئی ہے کہ آپ صرف سودا چکالیں، قیمتیں ادا کر دیں، مال خود بخود آپ کے اصلی وطن پہنچ جائے گا اور کوئی نقصان نہ ہوگا، حتیٰ کہ اگر ایک ذرہ بھی یہاں دیا گیا ہے تو وہ ضرور آپ کو ملے گا۔ ﴿فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ﴾۔ پھر لطف یہ کہ نہ آپ کو کرایہ ریل وغیرہ کا صرفہ دینا پڑے گا اور نہ مال چڑھانے اُتارنے کی زحمت ہوگی، کیونکہ اس منڈی کے مالک نے وعدہ کیا ہے کہ ﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ﴾: "تم جو کچھ خیر (یعنی مفید اشیاء) اپنے آنے سے پہلے بھیج دوگے اللہ کے پاس سب پالوگے"۔ دوستو جب ہماری یہ زندگی سفری زندگی ہے تو اس سفر کے لئے ہمیں بہت مختصر سامان اپنے ساتھ رکھنا چاہیے۔ یہی عقلمندی ہے، ورنہ اس سفر میں بڑی تکلیف ہوگی، کیونکہ ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ اس مختصر سامان کی تفصیل کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

ایک حدیث میں اشارہ فرمایا ہے کہ انسان سے ہر نعمت اور ہر چیز کے متعلق سوال کیا جائے گا سوائے تین چیزوں کے۔ ایک اتنا کھانا جس سے زندگی باقی رہ سکے۔ دوسرے ستر ڈھانکنے کے برابر کپڑا، تیسرے رہنے کے لئے ایک جھٹ یعنی معمولی گھر کہ سردی اور گرمی سے بچ سکے۔ (احیاء) معلوم ہوا کہ اس سفرِ دُنیا کے گذارنے کے لئے جس مختصر سامان کی دراصل مسافرِ آخرۃ کو ضرورۃ ہے، وہ صرف اتنا ہی ہے، جس سے کہ سوال نہ کیا جائے گا۔ باقی تمام سامانِ معیشت اس سفر میں ساتھ رکھنا غیر ضروری ہے۔ پس باقی تمام سامان اگر وطنِ آخرۃ کی ضرورتوں کے لئے کسی نے رکھا ہے تو خیر بہتر ہے، ورنہ اگر نفسانی خواہشات کے لئے رکھا ہے تو اب یہ سامان وبالِ جان ہوگا، جس کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونا سخت مشکل ہوگا۔ بزرگو! دُنیا صرف وطنِ آخرت کی ضروریات مہیا کرنے کے لئے ایک کھیت ہے یا تجارتی منڈی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ۔ یہ سفری شہری دُنیا ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کی نعمتوں میں دل پھنسا دیا جائے اور اس کے اسبابِ عیش مہیا کرنے میں آدمی اس قدر منہمک ہو جائے کہ وطنِ آخرۃ کی زندگی کے لئے کچھ توشہ نہ بھیج سکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اگر دُنیا (کی نعمتیں) اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی وقعت رکھتیں تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ بھی اس میں سے نہ پلاتا۔" (مسلم) نیز آپؐ نے فرمایا کہ دُنیا کی نعمتیں آخرۃ کی نعمتوں کے مقابلہ میں ایسی ہیں کہ جیسے دریا میں ایک انگلی ڈال کر اس پر تری آجاتی ہے۔ (اس تری کو دریا سے جو نسبت ہے، وہی نعماءِ دُنیا کو نعماءِ آخرۃ سے نسبت ہے) پس آدمی کو چاہئے کہ وہ غور کرلے کہ کیا لے کر لوٹ رہا ہے۔" (مسلم) نیز آپ نے فرمایا کہ "دُنیا قید خانہ ہے مومن کے لئے اور جنت ہے کافروں کے لئے۔" (مسلم) اس لئے کہ کافر تو سمجھتا ہے کہ جو کچھ

ہے یہیں ہے۔ مرنے کے بعد کچھ نہیں اور مومن سمجھتا ہے کہ میں یہاں مسافر ہوں۔ میرا وطن آخرۃ ہے، جہاں میرے لئے تمام اسبابِ عیش و مسرّۃ موجود ہے۔ چونکہ یہاں اُن نعمتوں سے محروم اور وطن سے دُور ہے، لہٰذا فطری طور پر اپنے وطن کی طرف شوق اور محبت کا جذبہ اُس کے قلب میں پیدا ہوتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ پر ہوں تو اُڑ کر وطن پہنچ جاؤں مگر وقتِ مقررہ سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ لہٰذا سفرِ دُنیا کی زندگی میں اپنے آپ کو مقید پاتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ دُنیا میرے لئے قیدخانہ ہے جس میں مقید ہو کر میں اپنے وطن کی راحت و عزت سے محروم ہو رہا ہوں، اس لئے دُنیا بُری جگہ اور قیدخانہ ہے اور مردار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "دُنیا مُردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کُتے ہیں"۔ یعنی ایسے ذلیل و حقیر ہیں جیسا کہ انسانوں میں کُتا ذلیل ہوتا ہے اور ایسے غلیظ اور ناپاک ہیں جیسے کُتا کم بخت مُردہ جانوروں کا سڑا ہوا گوشت کھا کر خوش ہوتا ہے اسی طرح دُنیا دار دُنیا کی نعمتیں جو آخرۃ کی نعمتوں کے مقابلہ میں سڑی ہوئی ہیں کھا کر خوش ہوتا ہے، گویا انتہا درجہ کی غلاظت اس کی طبیعت میں پیدا ہو گئی ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم دُنیا کے کُتے نہ بنیں اور اس کی محبت کی غلاظت ہمارے دماغ میں پیدا نہ ہونے پائے۔ اب یہ بھی سمجھ لیجئے کہ دُنیا اور دُنیا طلبی کسے کہتے ہیں۔ دُنیا نام ہے اُن تمام مالوں، جائدادوں، چیزوں، اولادوں، بیویوں، متعلقین، دوستوں، خواہشوں کا جن کو حاصل کرنے کی غرض صرف اپنے نفس یا جی کو خوش کرنا ہو اور جن کے حاصل کرنے میں انسان ایسا مشغول ہو جائے کہ خُدا کے احکام پُورا کرنے کی پرواہ اور خیال نہ رہے اور دُنیا طلبی نام ہے ایسی ہی کوشش کا۔ خواہ یہ بات ایک ٹکڑے روٹی کے حاصل کرنے میں پیدا ہو جائے یا ایک سلطنت حاصل کرنے میں۔ پس ایک فقیر جو بھیک مانگنے میں نفس کی خوشی

چاہتا اور احکامِ خدا سے غافل ہو جاتا ہے پکا دُنیا دار ہے خواہ وہ پیر ہو یا مولوی اور اگر ایک لکھ پتی یا بادشاہ دولت و سلطنت حاصل کرتے ہوئے خدائی احکام کو برابر پورا کرتا ہے اور دولت و سلطنت اپنے نفس کو خوش کرنے، آرام دینے کے لئے نہیں بلکہ احکامِ خداوندی کی تعمیل میں صرف کرنے کے لئے حاصل کرتا ہے تو وہ اعلیٰ درجہ کا دیندار ہے، دُنیا دار ہرگز نہیں۔ یہی بات ہمارے اس مضمون کی جان ہے۔ اس کو خوب سمجھ لیجئے اور پھر جتنی چاہیں ترقی کیجئے۔ اس موقعہ پر ایک اور غلط فہمی کا دُور کرنا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض مغرب پرست لوگوں نے مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ انسان کی زندگی کا انتہائی مقصد دولت، حکومت اور عزّت حاصل کرنا ہے اور یہ کہ تمام اسلامی احکام نماز روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ سے آخری مقصد دولت و حکومت اور مادیات میں ترقی کرنا ہے، لیکن آپ کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ یہ تعلیم بالکل غلط اور محض بے بنیاد ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا انسان کافر ہے، کیونکہ اس نظریہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآنِ کریم کی تعلیمات اور احادیث کی تصریحات سے صاف انکار ہے۔ قرآن کی بے شمار آیات بتلاتی ہیں کہ مسلمان کا انتہائی مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا ہے اور یہی تمام اعمالِ اسلامی کا مقصد ہے اور یہ کہ جس نے اعمالِ اسلامی سے کسی دوسرے مقصد کی نیّت کی، اُس کا وہ عمل نامقبول اور مردود ہے۔ اسی طرح احادیث کی تصریحات بھی دُنیا اور مادّیات کی ترقی کی مذمّت میں بکثرۃ موجود ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہے کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ الخ یعنی آپ فرما دیجئے کہ میری نماز (یعنی تمام جانی عبادتیں) اور میری قربانی (یعنی تمام مالی عبادتیں) اور میری زندگی (یعنی میری زندگی کی تمام ضرورتیں اور کوششیں) اور میری وفات یہ سب (صرف) اللہ (کی

رضامندی حاصل کرنے) کے لئے ہے۔ حق تعالیٰ مجھے اور آپ کو دُنیا طلبی سے بچائے اور
ہماری دُنیا کو ہمارا دین بنائے۔ دین کو سمجھنے کی توفیق دے اور دیندارانہ زندگی
ہم کو عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین علیہ

عہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ؏ بَارَكَ اللّٰہُ الخ

خُطبۂ جُمعہ چہارم ماہِ ربیع الثانی در تعلیمِ ضروریاتِ دین

کسبِ معاش کی اہمیت وفضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْاَرْبَابِ ○ وَمُسَبِّبِ
الْاَسْبَابِ ○ جَاعِلِ الدُّنْیَا دَارَ التَّکْلِیْفِ
وَالْاِکْتِسَابِ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ
وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ فِی الذَّاتِ وَالصِّفَاتِ ○
وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمْرِ آخِرَتِهٖ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اِلٰى فَاِذَا قُضِيَتِ

الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ

اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ بَارَكَ اللّٰه

عن احیاء ج ۲ ۔ وروی عنه صلی الله علیه وسلم انه قال من فتح علی نفسه بابًا من السوال فتح الله علیه سبعین بابًا من الفقر (احیاء) وقال عمر رضی لا یقعد احدکم عن طلب الرزق ویقول اللهم ارزقنی فقد علمتم ان السماء لا تمطر ذهبا ولا فضة (احیاء)

وعظِ جمعہ چہارم ماہِ ربیع الثانی در تعلیمِ ضروریاتِ دین

کسبِ معاش کی اہمیت و فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اَمَّا بَعْدُ

برادرانِ ملت! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو دینِ یُسر یعنی آسان دین عطا فرمایا ۔ بعض انبیاء علیہم السلام کو ایسی شریعت یا نظامِ حیات دے کر بھیجا گیا تھا، جس کی بنیاد رہبانیت یعنی ترکِ دُنیا پر تھی ۔ ایسی شریعت کے متبع کو لازم تھا کہ وہ اپنی تمام خواہشات، مقتضیات اور تعلقات کو ختم کر کے صرف عبادۃِ الٰہی میں مشغول ہو جائے ۔ نہ کسبِ معاش کرے

الْقِيٰمَةِ ○ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اِنِّیْ لَاَكْرَهُ

اَنْ اَرَى الرَّجُلَ فَارِغًا لَا فِیْ اَمْرِ دُنْيَاهُ وَلَا فِیْ

اَمْرِ اٰخِرَتِهٖ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ فَاِذَا قُضِيَتِ

الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ

اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ بَارَكَ اللّٰهُ

عہ احیاء ۲ عہ وروی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من فتح علی نفسہ بابًا من السوال فتح اللہ علیہ سبعین بابًا من الفقر (احیاء) وقال عمر رضی اللہ عنہ لا یقعد احدکم عن طلب الرزق و یقول اللھم ارزقنی فقد علمتم ان السماء لا تمطر ذھبا ولا فضۃ (احیاء)

وعظِ جمعہ چہارم ماہِ ربیع الثانی در تعلیمِ ضروریاتِ دین

کسبِ معاش کی اہمیت وفضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ـ اَمَّا بَعْدُ

برادرانِ ملت! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم کو دینِ یُسر یعنی آسان دین عطا فرمایا ۔ بعض انبیاء علیہم السلام کو ایسی شریعت یا نظامِ حیات دے کر بھیجا گیا تھا، جس کی بنیاد رہبانیت یعنی ترکِ دنیا پر تھی ۔ ایسی شریعت کے متبع کو لازم تھا کہ وہ اپنی تمام خواہشات ، مقتضیات اور تعلقات کو ختم کر کے صرف عبادۃِ الٰہی میں مشغول ہو جائے ۔ نہ کسبِ معاش کرے

اور نہ فطری خواہشات کو پورا کرے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی آسان شریعت دے کر بھیجا کہ اس پر عمل کرنے والوں کو چند قیودات کے ساتھ ان سب کی نہ صرف اجازۃ دی گئی بلکہ ان تمام معاملاتِ دنیوی کو بھی دین قرار دیا گیا اور عبادت میں شمار کرتے ہوئے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا گیا۔ چنانچہ کسبِ معاش یعنی روزی حاصل کرنا بھی انسان کے فطری مقتضیات میں سے ہے اور گو بظاہر تجارۃ، زراعت و حرفت وغیرہ کے ذریعہ روزی حاصل کرنے کی فکر دُنیاداری سی معلوم ہوتی ہے، لیکن شریعتِ اسلام نے اس کو بھی ایک عبادۃ شمار کیا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے اہل و عیال کے لئے (حلال) خرچ حاصل کرنے کی فکر میں متفکر اور مغموم ہو کر رات گزارے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہاد میں تلوار کے ہزار وار کرنے سے زیادہ افضل ہے (مسند اعظمؒ) دیکھئے فکرِ معاش اور اہل و عیال کے خرچ کا فکر کرنا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں کس قدر اہم ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کتنا بلند درجہ ہے۔ ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ایک صحابی سے کہ "تم خدا کی خوشنودی کے لئے جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو، قیامت کے روز اس کا اجر (ثواب) تم کو دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس ایک لقمہ کا بھی جو تم نے اپنی بیوی کے منہ میں دیا" (مسندِ امام اعظمؒ) یعنی اگر حقوقِ زوجہ ادا کرتے ہوئے خدا کی خوشنودی کے لئے ایک لقمہ بھی بیوی کو کھلایا ہے تو اس کا بھی اجر ملے گا۔ اللہ اکبر خدا کی کتنی عنایت ہے کہ وہ ہماری اپنی انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے میں بھی ثواب دے رہا ہے۔ کتنا بدقسمت ہے وہ شخص جو اب بھی اپنے دنیوی کاموں میں خدا کی رضامندی کی نیت نہ کرے بلکہ اپنے نفس کی خوشی کے لئے ہی کرتا رہے، کیونکہ رضاءِ خدا کی نیت سے دنیوی

کام بھی ہو جاتے ہیں اور ثواب بھی ملتا ہے، بشرطیکہ جائز طریقہ پر کئے جائیں۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ خُدا کے فرض کے بعد کسبِ حلال کا تلاش کرنا بھی (مُسلم پر) فرض ہے۔ (بیہقی) دیکھئے اس حدیث سے تو حلال روزی کمانا فرض ثابت ہوتا ہے اور فرض کے ترک سے گناہ ہوتا ہے اور ادا کرنے سے ثواب ملتا ہے۔ دیکھا آپ نے؟ کہ شریعتِ اسلامیہ میں کس قدر سہولت ہے کہ جو کام پہلے مذاہب میں ناجائز تھا وہ یہاں جائز ہی نہیں بلکہ فرض اور عبادت میں شمار کیا گیا اور اس فرض کے ادا کرنے والوں کو اعلیٰ درجات کا مستحق قرار دیا گیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ "سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کے ساتھ اُٹھایا جائے گا"! (ترمذی) تجارت بھی کسبِ معاش کا ایک جائز طریقہ ہے، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض تاجروں، کاریگروں وغیرہ کو دُنیادار کہہ کر حقارت کی نظر سے دیکھنا اور یہ خیال عام طور پر ہر تاجر وغیرہ کے متعلق قائم کر لینا غلط ہے، کیونکہ صرف تجارۃ و حرفت وغیرہ دُنیا طلبی میں داخل نہیں ہے بلکہ ہر کمانے والا شخص جو اللہ کے لئے کمائے، کمانے میں ادائے فرض سے غافل نہ ہو، جائز طریقوں سے کمائے، جائز موقعوں میں خرچ کرے۔ مال میں اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرے، وہ پکا دیندار اور اعلیٰ درجہ کا بزرگ خُدا کا ولی ہے۔ اس کو دُنیادار کہنا غلطی ہے۔ ہاں البتہ اگر کوئی کمانے والا اپنے نفس کے آرام، خوشی، عزّت اور خواہشاتِ نفسانی کو پُورا کرنے کے لئے ہی کمائے، ناجائز طریقوں، جھوٹ، فریب، رشوت ستانی وغیرہ سے کمائے یا کما کر ناجائز طریقوں سے مثلاً عزّت افزائی میں، رسومات میں، سینما بینی و ناجائز تفریحات وغیرہ میں صَرف کرے یا اللہ اور بندوں کے حقوق اپنے مال میں سے ادا نہ کرے تو اب یقیناً ان تمام صورتوں میں ایسا مال کمانے والا، دُنیادار، مُردار خوار اور دُنیا کا کُتا ہے، جیسا کہ صحیح حدیث

ہیں آچکا ہے۔ حضرات سامعین ہم سب ذرا اپنے اپنے متعلق غور کریں۔ اگر ہم اول درجہ کے تاجروں میں ہیں تو خدا کا شکر ادا کریں۔ اگر خدانخواستہ دوسرے درجہ کے تاجروں میں سے ہیں تو ہمیں فوراً اپنی نیت اپنے عمل اور اپنی تجارت کی اصلاح کر لینی چاہئے۔ غرض کہ مذکورہ بالا قیود کا لحاظ رکھ کر کمانے والا ہرگز قابلِ مذمت نہیں بلکہ قابلِ تعریف اور لائقِ تحسین ہے۔ بزرگو، جس طرح رزق حلال تلاش کرنا، کمانا فرض اور موجبِ اجر ہے، اسی طرح بیکاری اور بیکار رہ کر زندگی گذارنا شریعتِ اسلامیہ میں مذموم اور برا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص تلاشِ رزق چھوڑ کر نہ بیٹھے، اس حالت میں کہ رزق کی دعا اللہ سے کرتا ہو۔ تمھیں معلوم ہے کہ آسمان سونا چاندی نہیں برساتا ؟ (احیاء) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں کسی آدمی کو بیکار دیکھنا مکروہ سمجھتا ہوں کہ جو نہ اپنے دین کے کام میں اور نہ دنیا کے کام میں مشغول ہو۔" (احیاء) اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن عیالدار کو جو کوئی پیشہ کرتا ہو دوست رکھتا ہے اور تندرست مگر بیکار شخص کو پسند نہیں کرتا جو نہ دنیا کے کام میں ہو نہ دین کے۔" (احیاء) حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو وصیت کی اور کہا کہ اے بیٹے تو کسبِ حلال کے ذریعہ فقر و تنگی سے بے پرواہ بن، کیونکہ ہر محتاج شخص میں تین باتیں ضرور پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک دین میں کمزوری، دوسرے عقل میں ضعف، تیسرے بے مروتی اور ان تین سے بڑھ کر چوتھی بات اس میں یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ لوگ اُسے ہلکا ذلیل اور بے عزت سمجھنے لگتے ہیں (احیاء) واقعی یہ نصیحت حرف بحرف صحیح ہے۔ بیکاری کی حالت میں یہ تمام باتیں ضرور پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کسبِ معاش کے لئے عموماً خشکی اور دریائی سفر کرتے تھے اور کھجوروں کے باغات میں کام کرتے تھے (احیا) پس مسلمان کو

صحابہ کی اقتدا کرنی چاہئے اور کسی حال میں بھی بیکار رہ کر زندگی نہ گذارنی چاہئے۔
البتہ اس مسئلہ میں اس قدر تفصیل کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیئے کہ اگر ذریعۂ معاش
تجارۃ وغیرہ میں مشغول ہونے والے کی نیت بعد ادائے فرض یہ ہے کہ بقدرِ کفایت حاصل
ہوتا ہے کہ وہ اور اس کی اولاد کسی کی ایسی محتاج نہ رہے کہ سوال کرنے کی
نوبت پہنچے تو اس کے لئے جائز طور پر کسبِ معاش میں مصروف رہنا افضل ہے
اور اگر اس کی نیت بقدرِ کفایت سے زیادہ حاصل کرنے اور مالدار بننے کی ہے،
(جسے لوگ آج کل ترقی کہتے ہیں) تو اب یہ تجارۃ وغیرہ اس کے لئے مذموم ہے اور اسی کا
نام دُنیاداری یا دُنیا کی محبت ہے، جس کی مذمت احادیث میں بکثرت آئی ہے۔
ایسا شخص جس کے پاس بقدرِ کفایت مال ہو یا حاصل ہوتے رہنے کی صورت موجود
ہو اُس کو مزید تمول بڑھانا بُرا ہے بلکہ اس کو چاہئے کہ وہ عبادتِ الٰہی
میں مصروف رہے، لیکن اگر وہ شخص اس نیت سے تجارت کرتا رہے کہ اس سے جو کچھ
ملے گا' وہ سب رفاہِ عام اور نیک کاموں میں یا امدادِ غرباء میں خرچ کرے گا' تو
اس کے لئے مشغول ہونا بہتر ہے؛ بشرطیکہ جائز طریقہ پر کسب کرے، نیز بیکار
رہنا اس شخص کے لئے جو بقدرِ کفایت مال رکھتا ہے بُرا ہے، بلکہ اُسے عبادت
میں مصروف رہنا چاہئے اور تندرست محتاج و فقیر کے لئے کسبِ معاش کا چھوڑنا
ناجائز ہے، کیونکہ اس صورت میں سوال کی نوبت آئے گی جو کہ مذموم ہے۔ ہاں
کسبِ معاش کی مشغولی کو چھوڑ دینا اس عابد شخص کے لئے جائز ہے جو پُورا متوکل
ہو کر اس کا نفس سوال پر مجبور نہ کرے۔ نیز کسبِ معاش کا چھوڑ دینا اس کے لئے
افضل ہے جو سیر بالحق اور روحانی ترقیات میں مصروف ہو یا علومِ شریعت کو
رواج دینے، پھیلانے اور اپنے علم سے لوگوں کو نفع پہنچانے میں مصروف ہو جیسے مفتی، مفسّر
محدّث وغیرہ یا جو لوگوں کے معاملات کی اصلاح کرنے اور تنازعات کے فیصلہ

کرانے میں مصروف ہو، جیسے قاضی وغیرہ۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مجھے یہ وحی نہیں بھیجی گئی کہ مال جمع کر اور تاجروں میں سے ہو جا بلکہ میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو"۔ (احیاء) چونکہ آپ ان چاروں کاموں میں شب و روز مشغول و مصروف تھے، اس لئے آپ کو کسبِ معاش کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن عابدِ متوکل، عارفِ ربانی، عالم، مفتی، محدث، قاضی وغیرہ کے علاوہ عام مسلمانوں کے لئے بیکار رہنا اور کسبِ معاش میں مشغول نہ ہونا سخت مذموم ہے اور بیکار رہ کر تندرست قوی مسلمان کو سوال کرنا تو بالکل کسی حالت میں بھی اچھا نہیں۔ آج کل مسلمانوں میں بیکاری کا مرض بہت ہی پھیل رہا ہے، اسی لئے ان میں بھیک مانگنے والے بکثرت ہیں، حالانکہ تندرست و عاقل کو گداگری کا پیشہ اختیار کرنا حرام ہے اور ایسے شخص کو دینا بھی ناجائز ہے۔ ہاں اتفاقی حادثہ سے کوئی مجبور ہو جائے تو یہ اور بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے سوال کرنے کا دروازہ اپنے اوپر کھولا، اللہ تعالیٰ محتاجی کے ستر دروازے اس پر کھول دیتا ہے"۔ (احیاء) اسی طرح اور بہت سی احادیث مانگنے کی برائی میں وارد ہیں۔ پس ہمیں لازم ہے کہ بیکار زندگی گذار کر سوال پر مجبور اور کسی پر بارِ خاطر نہ بنیں اور دربدر بھیک مانگ کر اپنے آپ کو ذلیل اور خدا کا نافرمان نہ بنائیں۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو تجارۃ اور کسبِ معاش کی توفیق دے۔ اس کے لئے اسباب پیدا فرمائے عزت و آبرو اور ایمانداری کے ساتھ بقدرِ کفایت رزق عطا فرمائے اور بیکاری و محتاجی کی ذلت سے بچائے اور کسبِ معاش کرنے والوں کو مالِ حرام، احکامِ خدا سے غفلت اور دولتمند دنیا دار بننے کی بری نیت سے محفوظ کرے۔ اور ہماری زندگی اسلامی زندگی بنائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اعوذ باللہ الخ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ الخ

وعظِ جمعہ پنجم ماہِ ربیع الثانی در تعلیمِ ضروریاتِ دین

کسبِ حرام کی مذمت کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْد

برادرانِ ملت! ہر سلطنت کی رعایا اپنے بادشاہ کی فرماں بردار اور مطیع ہوتی ہے۔ رعایا کو اپنے حاکم کے آئین و قواعد ماننے پڑتے ہیں خواہ خوشی سے یا مجبوری اور زبردستی سے۔ اسی لئے وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں آزاد نہیں ہو سکتی کہ جس کو چاہے قتل کر دے، جس سے چاہے مال چھین لے یا سیکل موٹر وغیرہ جس سائڈ یا جانب چاہے لیجائے بلکہ اُسے مجبوراً اسی طرف سے اپنی گاڑی لے جانی ہوگی، جس طرف سے حکومت نے اجازت دی ہے۔ اگر کوئی شخص رعایا ہو کر گورنمنٹی احکام پر نہ چلے گا تو گرفتار ہو کر جرمانہ یا قید وغیرہ سزا بھگتیگا اور اگر کوئی شخص ان احکام کو تسلیم کرنے ہی سے انکار کرے تو وہ اعلیٰ درجہ کا مجرم اور حکومت کا باغی شمار ہو کر بہت بڑی سزا کا مستحق ہوگا۔ رُوئے زمین کے تمام انسانوں میں سے وہ لوگ جنھوں نے حکومتِ الٰہیہ کو تسلیم ہی نہیں کیا اور اسلام لانے یعنی حکومتِ الٰہیہ کی اطاعت کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے، وہ خُدا کے باغی ہیں۔ انہی کو ہم کفّار کہتے ہیں۔ وہ خُدا کی سخت پکڑ سے پہلے پہلے جو چاہیں کریں لیکن وہ لوگ جنہوں نے خُدائی حکومت اور اس کے آئین کی پابندی کو تسلیم کیا ہے یعنے احکم الحاکمین کے قوانین کی خلاف ورزی میں ہرگز آزاد نہیں ہو سکتے۔ اُنھیں خوشی سے یا مجبوری سے احکامِ اسلام کی پابندی کرنی ہی پڑے گی۔ کافر اپنی خواہشات پورا کرنے مال کمانے اور خرچ کرنے میں آزاد ہو سکتا ہے، مگر مسلمان کو مال و دولت کمانے اور خرچ کرنے میں قوانینِ اسلام کی پابندی

کرنی لازم ہے، کیونکہ وہ کلمہ پڑھ کر اللہ کی حکومت کو اپنے قلب و دماغ اور اعضائے جسمانی پر تسلیم کر چکا ہے۔ معزز بزرگو! قوانینِ حکومتِ الٰہیہ میں شعبۂ اقتصادیات کے متعلق چند قوانین ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی مسلمان کو سوال اور بھیک مانگ کر اپنی زندگی نہیں گزارنا چاہیے۔ دوسرا قانون یہ ہے کہ ہر مسلمان کو بطریقِ حلال اپنی زندگی گذارنے کے لئے بقدرِ ضرورت کچھ نہ کچھ کمانا چاہیے۔ تیسرا قانون یہ ہے کہ بطریقِ حلال زائد از ضرورت اپنے لئے مال کمانے میں مصروف نہ ہونا چاہیے۔ ہاں دوسروں کے فائدہ کے لئے ایسا کر سکتا ہے، چوتھا قانون یہ ہے کہ ہر مسلمان کو صرف انہیں طریقوں اور ذریعوں سے کمانا چاہیے۔ جن کی اجازت حکومتِ الٰہیہ سے حاصل ہے اور دوسرے تمام ممنوع طریقوں سے ہرگز نہ کمانا چاہیے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو سخت سزا کا مستحق ہوگا، ایسے ہی ناجائز طریقوں سے کمائے ہوئے مال کو مالِ حرام کہتے ہیں۔ ناجائز طریقوں سے مال کمانے کی سخت ممانعت صاف طریقہ پر قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ احکم الحاکمین کا حکم نامہ بزبانِ مقدس ہے کہ "اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ پر مت کھاؤ مگر یہ کہ (جائز طور پر ہو مثلاً) کوئی تجارۃ باہم رضامندی سے ہو (تو مضائقہ نہیں) اور تم ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم پر بڑے مہربان ہیں"۔ (ع۔ پ۵) اور ہمارے ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اپنی ان تھک کوششوں سے احکامِ حکومتِ الٰہیہ کو ہم تک پہنچایا اور بھٹکے ہوئے انسان کو زندگی گذارنے کا صحیح طریقہ سکھایا۔ ارشاد فرمایا ہے کہ سوداگر لوگ قیامت کے روز فجار یعنی نافرمان ہونے کی حالت میں اٹھائے جائیں گے۔ مگر وہ شخص (اس حالت میں نہ اٹھایا جائے گا) جس نے خرید و فروخت میں

ملہ یاایھا الذین آمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا

تقویٰ اختیار کیا اور سچی قسم کھائی اور سچ بولا۔" (ترمذی) نیز کسبِ حرام کا ایک طریقہ سود ہے جس کے متعلق آپؐ نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور (سودی کاغذ) لکھنے والے پر اور (سودی معاملہ) کے دونوں گواہوں پر۔" (مسلم) سنا آپ نے؟ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں سودی تجارۃ کس قدر بری چیز ہے، لیکن ہائے افسوس کہ بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی تجارۃ کے اکثر حصہ میں سود کا لین دین ہے۔ کسبِ حرام کا ایک طریقہ عیب کو چھپا کر بیچنا ہے۔ اس کے لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے کوئی عیب دار چیز فروخت کی اور خریدار کو عیب نہیں بتایا وہ ہمیشہ خدا کے غضب اور غصہ میں رہتا ہے۔" (ابنِ ماجہ) نیز کسبِ حرام کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایسی چیزوں کی تجارت کرے جن کا فروخت کرنا شریعت میں حرام ہے، مثلاً شراب کی تجارت وغیرہ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور مُردار (یعنی وہ جانور جو مُردہ ہو چکا ہے) اور خنزیر اور بتوں کی تجارۃ کو حرام کر دیا ہے۔" (شیخین) وائے افسوس کہ وہ مسلمان جو شرک و کفر مٹانے، شراب، مُردار، خنزیر جیسی ناپاک چیزوں سے دنیا کو پاک کرنے کے لئے آیا تھا، آج وہی ان حرام چیزوں کے بیوپار میں مشغول ہے۔ اے مسلمان خدا سے ڈر اور یاد رکھ شراب وغیرہ کی طرح افیون، گانجا، چرس، تمباکو وغیرہ اور تصویروں کی تجارت بھی ناجائز ہے اور یہ بھی کسبِ حرام ہے۔ نیز کسبِ حرام کا ایک طریقہ رشوت ہے، جس کے متعلق حدیث میں ہے کہ رشوت دینے والے پر، رشوت لینے والے پر اور رشوت دلانے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ ہائے افسوس کہ آج مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت بددعا یعنی لعنت سے بھی نہیں ڈرتے۔ اللہ اللہ کیا زمانہ آگیا ہے کہ مسلمان بھی اس سخت گناہ میں بکثرت مبتلا ہیں۔ کسبِ حرام کا ایک طریقہ کھوٹ ملا کر دھوکہ دے کر فروخت کرنا بھی ہے

اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص دھوکہ دے، وہ مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں ہے"۔ (مسلم) کسبِ حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کا مال یا زمین وغیرہ ظلماً دبالی جائے۔ اس کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین بھی ظلماً لے لی ہو بے شک قیامت کے دن وہ اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔ (ساتوں زمین کے (طبقات) سے) (ابن ماجہ) کسبِ حرام کی ایک صورت جوا ہے۔ یہ بھی حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوے سے منع فرمایا ہے"۔ (ابوداؤد) اور خود قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جوا ناپاک (فعل) اور شیطان کے کاموں میں سے ہے"۔ آج کل چٹھیاں نکال کر جو روپیہ لیا جاتا ہے وہ سود ہے اور حرام ہے۔ نیز زندگی کا بیمہ کرانا بھی جوا اور حرام ہے۔ نیز کسبِ حرام کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کسی کی جائداد اپنے پاس رہن رکھ کر روپیہ دے دیں اور اس جائداد کا کرایہ وغیرہ خود حاصل کریں۔ یہ صورت سود میں داخل اور حرام ہے۔ ہندوؤں کی طرح مسلمانوں نے بھی نفع کمانے کا یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ خوب کان کھول کر سن لیجئے یہ حرام اور قطعاً ناجائز ہے۔ خدائی حکومت نے قطعاً اس کی ممانعت کردی ہے۔ کسبِ حرام کے اور بہت سے طریقے ہیں جن کو معلوم کرکے ان سے بچنا ضروری ہے۔ ہندو کفار خدا کے باغی ہیں، لیکن آپ نے خدا کی فرمانبرداری کا عہد کیا ہے۔ کلمہ پڑھ کر اس کے قوانین ماننے کا اقرار کیا ہے۔ آپ ہرگز ناجائز اور حرام طریقوں سے مال نہیں کما سکتے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو یاد رکھئے خدا کے قہر اور غضب کے مستحق ہونگے اور اس بھروسہ پر بھی نہ رہئے کہ حرام طریقوں سے خوب روپیہ کما کر گیارھویں، بارھویں اور محفل میلاد کا کھانا کھلا کر غرباء کو کچھ دے دلا کر یا حج وغیرہ کر کے

عله انما الخمر والميسر الآيہ ۱۲

اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے بچ جائیں گے۔ یاد رکھیے ان باتوں سے ہرگز بچاؤ حاصل نہ ہوگا۔ خوب سُن لیجیے کہ مالِ حرام کھا کر جو عبادت کی جائے گی، وہ قبول نہ ہوگی، جو حج کیا جائے گا وہ مقبول نہ ہوگا اور جو خیرات وغیرہ کی جائیگی اس کا کوئی ثواب نہ ملے گا۔ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ حتیٰ کہ مالِ حرام کو خیرات کرنے پر اگر کوئی مسلمان ثواب حاصل ہونے کا اعتقاد رکھے گا تو کافر ہو جائے گا۔ کتبِ عقائد و فقہ میں اس کی تصریح ہے بلکہ شریعت کا حکم مالِ حرام کے متعلق یہ ہے کہ حرام طریقہ پر جس سے وہ مال کمایا ہے اس کو واپس کرو۔ اگر اس کا پتہ نہ چل سکے اور کوئی صورت واپسی کی نہ ہو سکے تو اس مال کو اپنے لئے وبالِ جان سمجھتے ہوئے اس نیت سے کہ اس کا ثواب اصلی مالک کو پہنچے غرباء میں تقسیم کر دو۔ یہ خیال رکھتے ہوئے کہ میں اس کے وبال اور عذاب سے بچ جاؤں۔ خدا کے عذاب سے بچنے کی نیت پر البتہ ثواب ملے گا۔ مالِ حرام سے کھا پی کر جو دُعا کی جائے گی، وہ بھی قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ طول طویل سفر میں پریشان صورۃ ہو کر اللہ سے ہاتھ پھیلا کر دُعا کرتا ہے اور اے رب اے رب کہتا ہے۔ حالاں کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے۔ اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا ہی سے پلا ہے (اور فرمایا کہ) بھلا اُس کی دُعا کہاں سے قبول ہو سکتی ہے۔" (مسلم) پس ہمیں چاہیے کہ ہم تھوڑا کمائیں مگر حلال طریقوں سے اور اسی پر قناعت کریں اور حرام طریقوں کے ذریعہ بہت کمانے سے بچیں اور ہماری تجارتوں میں ناجائز کمائی کے جس قدر راستے ہوں انکو فوراً بند کر دیں اور آئندہ کے لئے حرام کمائی سے پختہ توبہ کریں اور توبہ سے پہلے جو حرام کمایا ہے وہ سب واپس کر دیں۔ اگر واپسی نہ ہو سکے تو اس کے وبال سے بچنے کے لئے ایسے تمام مال کو اپنے حلال مال سے جدا کر کے غرباء پر تقسیم کر دیں ورنہ یاد

رکھئے کہ یہ مالداری کی عزت مرنے کے بعد سخت ذلت اور مصیبت کا باعث بنے گی۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور سب مسلمانوں کو کسب حرام سے محفوظ رکھے۔ توبہ کی توفیق دے اور ہماری خطاؤں کو معاف کرے اور رحم فرمائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

عہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۚ بَارَكَ اللّٰهُ الخ

خطبۂ جمعہ اول ماہِ جمادی الاول دربیانِ آدابِ معاشرۂ اسلامیہ

بسلسلۂ حقوق

اداءِ حقوق کی اہمیت اور ظلم وجور کی ممانعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَادِلِ الْعَزِيْزِ الْقَهَّارِ ۝ اَلْمُنْتَقِمِ لِلْمَظْلُوْمِ مِنَ الظَّالِمِ الْجَبَّارِ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ شَهَادَةً تُنْجِيْنَا مِنْ عَذَابِ النَّارِ ۝ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْاَتْقِيَاءِ

وعظِ جمعہ اول ماہِ جمادی الاول دربیانِ آدابِ معاشرۂ اسلامیہ

اداءِ حقوق کی اہمیت اور جور و ظلم کی ممانعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْد

برادرانِ ملت! تمام سچے مذاہب کی تعلیمات کا خلاصہ اور لبِ لباب یہ ہے کہ ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے انسان چین و امن اور راحت کے ساتھ اپنی زندگی گذار سکے۔ جس مذہب پر عمل کرتے ہوئے چین و امن کی زندگی گذاری جا سکے وہ مذہب جھوٹا غلط اور ناقابلِ قبول ہے اور جس مذہب میں امن و سکون عطا کرنے کی صلاحیت اپنے ماننے والوں کے لئے موجود ہو مگر اس مذہب کے حاملین کو امن و سکون حاصل نہ ہو تو اب مذہب کی خطا نہیں بلکہ ایسے انسانوں کا دعویٰ مذہبیت ہی غلط ہے۔ اسلام تمام دنیا کے لئے عموماً اور مسلمانوں کے لئے خصوصاً امن و سلامتی راحت و سکون کا کفیل ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں مسلمان باوجود مسلمان ہونے کے راحت و اطمینان میں نہیں ہیں بلکہ ایک بے اطمینانی اور پریشان حالی میں زندگی گذار رہے ہیں۔ غور فرمائیے وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ گو ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، لیکن دراصل صحیح اسلامیت کا ایک شائبہ بھی ہم میں موجود نہیں۔ ہم نے صرف نماز روزہ کو مسلمانی سمجھ لیا ہے، لیکن یہ غلط ہے۔ مسلمانی نام ہے اللہ و رسول کے تمام احکامات پر عمل کرنے کا۔ نماز روزہ حج و زکوٰۃ سب کا آخری اور انتہائی مقصد یہ ہے کہ انسان کے دل میں عاجزی، مخلوق کی ہمدردی اور خوفِ خدا پیدا ہو، جن کی وجہ سے وہ سب کے حقوق ادا کرتا رہے اور کسی کو کوئی تکلیف و اذیت نہ پہنچے تاکہ تمام انسانوں کو راحت و چین اور امن و سلامتی کی

زندگی نصیب ہو مگر وائے افسوس کہ غیروں سے ایذا رسانی کی کیا شکایت کی جائے یہاں تو خود امن و سلامتی کا مذہب رکھنے والے مسلمان ہی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایذا رسانی کے درپے نظر آ رہے ہیں۔ جاہلوں اور فاسقوں اور بدمعاشوں کا کیا شکوہ کیا جائے خود پڑھے لکھے سمجھدار، نمازی اور روزہ دار ایک دوسرے کو تکلیف پہنچاتے، نقصان میں ڈالتے اور دوسروں کے حقوق پامال کر رہے ہیں۔ مسجد میں آ کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور وہ کانوں گھروں میں جا کر خود اپنے بھائی اور مسلمان کے ذلیل کرنے، نیچا دکھانے کی تدابیر سوچتے ہیں۔ جھوٹ فریب اور ناجائز طریقہ پر مال کمانے کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ مسلمانو! خوب یاد رکھو اور کان کھول کر سن لو کہ تم ہم ہرگز کامل اور سچے مسلمان نہیں بن سکتے جبکہ کہ ہم اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کو پوری طرح ادا نہ کریں۔ صرف نماز پڑھ لینے سے ہم سچے مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم انسانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں، حقوق تلفی اور ظلم سے اپنے ہاتھ پیر اپنے دل و دماغ کو نہ روکیں۔ ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بانگِ دہل اعلان فرمایا ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ (بخاری) یعنی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ یاد رکھئے مسلمان کے ذمہ دو حق ہیں۔ ایک اللہ کے حقوق جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ ان کا حال یہ ہے کہ مسلمان کو ان کا ادا کرنا ضروری ہے، لیکن اگر ان میں مسلمان سے کوتاہی ہو جائے تو توبہ کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ دوسرا حق بندوں کا ہے، جیسے پڑوسی کے حقوق، مسلمانوں کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، بھائیوں کے حقوق، ماں باپ کے حقوق، اولاد کے حقوق، بیوی کے حقوق وغیرہ۔ ان کا حال یہ ہے کہ بندوں کے ان تمام حقوق کا ادا کرنا ہر مسلمان پر

واجب ہے۔ اگر کوتاہی کرے گا تو یہ حقوق توبہ سے بھی معاف نہ ہوں گے۔ یہاں ادا کریگا تو وہاں حساب کتاب کے وقت ادا کرنے پڑینگے اور بغیر ادائیگی کے چھٹکارا نہ ہوسکے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی پر اُس کی آبرو یا مال (وغیرہ) کے متعلق ظلم کیا ہو اُس کو چاہئے کہ آج معاف کرالے، اُس دن سے پہلے جب کہ اس کے پاس نہ دینار ہوگا نہ درہم (یعنی روپیہ پیسہ) اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو ظلم کی مقدار کے موافق اُس سے لی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ لے کر ظالم پر لاد دیئے جائیں گے (بخاری) اور ظالم یعنی وہ شخص جو بندوں کے متعلقہ حقوق ادا نہ کرے بلکہ حق تلفی کرے قیامت کے دن مفلس ہوگا، کیونکہ اس کی نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی اور یہ مفلس رہ جائیگا۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جانتے بھی ہو مفلس کس کو کہتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ کوئی سامان۔ تو آپؐ نے فرمایا میری اُمت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ اور زکوٰۃ (سب ہی قسم کی نیکیاں) لے کر آئے اور ساتھ ہی یہ کہ فلاں کو گالی دی تھی اور اس کو جھوٹی تہمت لگائی تھی اور اس کا مال کھایا تھا اور اس کا خون بہایا تھا اور اس کو مارا تھا۔ پس اُس (شخص) کی کچھ نیکیاں اس کو دے دی جائیں اور کچھ اس کو، پھر اگر ادا ءِ حقوق سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جاویں تو اُن (حقوق والوں) کی خطائیں لے کر اس (ظالم) پر ڈال دی جائیں۔ اس کے بعد اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے۔ نیز آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حقداروں کے حقوق دلوائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بھی بے سینگ والی بکری کا قصاص دلوایا جائے گا۔ (مسلم) مجھ جیسے نماز پڑھ کر بے ایمانی سے کمانے اور حقوق نہ ادا کرنے

والے سمجھتے ہوں گے کہ ہمارے پاس تو بہت سی نیکیاں ہیں۔ چلو نیکیاں دے کر چھٹکارا ہو جائے گا، لیکن یہ خیال محض دھوکہ ہے، کیونکہ نیکیاں دے کر ہمارے پاس جنت پانے کا کیا ذریعہ رہ جائے گا؟ کچھ نہیں تو پھر دوزخ کے مستحق ہو جائیں گے آپ سوچیں گے کہ کیا ساری ہی نیکیاں حقوق کے معاوضہ میں چلی جائیں گی؟ ہم نے بارہا قرآن پڑھا ہے۔ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملی ہیں تو ہماری نیکیاں لاکھوں کی تعداد میں ہوں گی، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حقوق اور نیکیوں کا شرح تبادلہ کیا ہے۔ سُنئے نیکیوں اور حقوق کا حساب اس طرح ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے؎ کہ اگر کسی شخص پر (دوسرے کی) ایک دانگ یعنی پونے چار رتی چیز دنیا میں رہ گئی ہے تو قیامت کے دن اس کے معاوضہ میں سات سو مقبول نمازیں صاحبِ حق کو دلوائی جائیں گی؟ اور نامقبول نمازیں تو ہمارے منہ پر مار دی جائیں گی۔ مقبول نمازیں وہ ہوتی ہیں جو طہارۃ کاملہ کے ساتھ تمام آداب و شرائط کا لحاظ رکھ کر خضوع و خشوع کے ساتھ ادا کی جائیں حضورؐ نے فرمایا کہ لَا صَلوٰۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ (ترمذی) یعنی نماز بغیر حضوریٔ قلب کے کامل نہیں ہوتی۔ اب آپ غور فرمالیں کہ ایسی کامل اور مقبول نمازیں آپ نے کتنی پڑھی ہیں اور پھر ناجائز مال جو آپ نے کمایا ہے رتی کے حساب سے اس کو شمار کیجئے۔ مثلاً اگر کسی سے ناجائز طور پر ایک روپیہ کمایا ہے تو اس میں ایک تولہ چاندی ہوتی ہے اور ایک تولہ میں بارہ ماشے ہوتے ہیں اور ایک ماشہ ۸ رتی کا ہوتا ہے، جس کے دو دانگ ہوئے لہٰذا ایک تولہ میں ۲۴ دانگ ہوئے اور ایک دانگ کا معاوضہ سات سو مقبول نمازیں ہیں، لہٰذا ایک تولہ مال کے عوض ایک ہزار سات سو چونسٹھ نمازیں دینی ہوں گی۔ اب آپ اور میں دیکھیں کہ ہم نے کتنا روپیہ دوسروں

؎ قال فی الدرجاء انه یوخذ لدانق سبعمائة صلاة بالجماعة قال الشامی عن القشیری صلاة مقبولة ص۲۹۵ ج۲ مجتبائی

سے غلط طور پر حاصل کیا ہے۔ پھر ہر روپیہ کے عوض میں دو ہزار چار سو نمازیں کے حساب سے دیکھئے کہ اس مالِ حرام کے عوض میں کتنی نمازیں آپ دے سکتے ہیں اور جس قدر نمازیں آپ نے پڑھی ہیں، ان میں سے کتنی نمازوں کو مقبول بنانے کی کوشش کی ہے۔ تب ہمیں نظر آئے گا کہ ہم ان ظلموں کا عوض کس حد تک ادا کر سکتے ہیں۔ نماز سب سے افضل اور اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ تب چار رتی مال کا عوض سات سو نمازیں ہیں۔ دوسری عبادتیں اس شرح سے نہیں لی جائیں گی۔ الغرض مسلمان ہاں کسی طرح بھی لوگوں کے حقوق کا معاوضہ ادا نہ کر سکے گا۔ لہٰذا ہمیں ان کھوئی نمازوں کے بھروسہ پر نہ رہنا چاہیے۔ اور جب نمازیوں کا یہ حال ہے تو بے نمازیوں کا حال معلوم کیا ہوگا۔ وقت ہے کہ اب بھی ہم سنبھل جائیں اور توبہ کرتے ہوئے جن لوگوں کے حقوق ہم نے تلف کر دئے ہیں، ان کو ادا کریں یا معاف کرا لیں۔ شہید اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہوتا ہے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ[1] زمین پر گرنے سے پہلے ہی اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، مگر قرض[2] (یعنی حق العباد) اس سے پھر بھی معاف نہیں ہوتا۔ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے، جس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ بندوں کے حقوق ادا کرنا کتنی اہم چیز ہے۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "تم میرے لئے چھ چیزیں قبول کرو۔ میں تمہارے لئے جنت قبول کروں گا (یعنی جنت کے لئے سفارش کروں گا) جب تم بات کرو تو جھوٹ مت بولو۔ جب وعدہ کرو تو خلاف نہ کرو۔ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے خیانت نہ کرو۔ (غیر محرم کو دیکھنے سے) اپنی آنکھیں نیچی کرو۔ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو۔ اپنے ہاتھ پیر کو حرام سے بچاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ (احیاء) نیز آپؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز چند ایسی قومیں حشر میں لائی جائیں گی جن کے اعمال تہامہ پہاڑ کے برابر ہوں گے اور ان کو دوزخ

[1] روح البیان [2] ترمذی، صاحب معجم الکبیر

(میں ڈال دینے کا) حکم کیا جائے۔ صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ کیا وہ نماز پڑھنے والے تھے۔ فرمایا، ہاں وہ نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے اور رات میں (تہجد کے لئے) جاگتے تھے، لیکن جب اُن کے سامنے دُنیا پیش کی جاتی تو اس پر ٹوٹ پڑتے تھے" (احیاء) دیکھا آپ نے یہ ہے نتیجہ مالِ حرام اور دوسروں کے حقوق تلف کرنے کا۔ ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اگر تم اتنی نماز پڑھو کہ کُبڑے ہو جاؤ (یعنی عبادت کرتے کرتے کمر جھک جائے) اور اس قدر روزے رکھو کہ ناخنہ[1] کی طرح ہو جاؤ۔ تب بھی بغیر حرام سے بچے ہوئے یہ عبادت فائدہ نہ دے گی"۔ غور فرمائیے کہ حرام مال اور حقوق کا ادا کرنا ایک مسلمان کے لئے کس قدر اہم چیز ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر پر سے گذرے تو آپ نے صاحبِ قبر کو آواز دی۔ مُردہ زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تُو کون ہے۔ اس نے کہا میں حمال ہوں۔ فرمایا اب یہاں تُو کس حال میں ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ اس مصیبت میں مبتلا ہوں کہ ایک دن ایک شخص کی لکڑیاں لاد کر لے جا رہا تھا۔ راستے میں ان میں سے ایک تنکا توڑ کر خلال کر کے ڈال دیا تھا۔ (بغیر اجازۃ مالک کے) مرنے کے بعد سے اب تک اس کے تنکے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور اسی پر سزا دی جا رہی ہے۔ اللہ اللہ کس قدر خوفناک بات ہے کہ جب ایک تنکے پر بھی مواخذہ ہے تو ہمارا کیا حال ہوگا کہ ہم نے ہزاروں روپیہ ناجائز طور پر لوگوں سے کمایا اور کما رہے ہیں۔ اکثر لوگ شفاعت کے بھروسہ پر حرام و حلال اور ادائیگی حقوق سے غافل ہیں۔ اُن کو یہ حدیث کان کھول کر سُن لینی چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت

[1] پٹھے سے بنا ہوا دھاگہ جو کمان میں باندھا جاتا ہے ۱۲ منہ از مواعظ الشریفہ ۱۲

کے دن گردن پر اونٹ لادے ہوئے آرہا ہو کہ اونٹ شور مچائے اور وہ شخص کہے یا رسول اللہ مجھے بچائیے اور میں جواب دوں کہ میرے اختیار میں کچھ نہیں۔ میں تو پہلے ہی اطلاع دے چکا تھا۔ میں تم میں سے کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اپنی گردن پر گھوڑا لاد کر لا رہا ہو اور وہ ہنہنا تا ہو اور مجھ سے کہے یا رسول اللہ مجھے بچائیے اور میں کہوں کہ میرے اختیار کی کیا بات ہے۔ میں تو پہلے ہی سُنا چکا تھا۔ میں کسی کو ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ وہ گردن پر بکری لادے لا رہا ہو، جو بول رہی ہو اور وہ کہے یا رسول اللہ مجھے بچائیے اور میں کہوں کہ میں کچھ نہیں کر سکتا میں تجھ کو خدا کا حکم پہنچا چکا تھا۔ میں تم میں سے کسی کو قیامت میں اس حالت میں نہ پاؤں کہ گردن پر غلام لادے آرہا ہو جو چیخ رہا ہو اور کہے یا رسول اللہ مجھے بچائیے اور میں جواب دوں کہ میرے بس کی کیا بات ہے، میں تو خبر دے چکا تھا۔ میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن کپڑے گردن پر لادے رہا ہو کہ وہ ہل رہے ہوں اور کہے یا رسول اللہ مجھے بچائیے اور میں جواب دوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تو تبلیغ کر چکا تھا۔ میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ بروزِ قیامت مالِ منقولہ (سونا چاندی وغیرہ) گردن پر لئے آرہا ہو اور کہے کہ یا رسول اللہ مجھے بچائیے۔ اور میں کہوں کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تجھ کو تبلیغِ احکام کر چکا تھا۔ (مسلم) سُن لیا آپ نے اس حدیث کو، یاد رکھئے کہ اس حدیث کا تعلق تمام حقوق العباد سے ہے۔ بندوں کا حق ادا کرنا اس قدر اہم چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم ایسی کمائی سے بچیں جس سے بندوں کے حقوق تلف ہوتے ہیں یا ان پر ظلم ہوتا ہے یا اللہ کی نافرمانی لازم آتی ہو اور ہمیں توبہ کی توفیق دے۔ مالِ حرام واپس کرنے کی ہمت دے۔ صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور ہم پر رحم فرمائے۔ آمین بجاہِ

سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۔ بَارَکَ اللّٰہُ الخ

خطبۂ جمعہ دوم ماہِ جمادی الاول در بیانِ آدابِ معاشرۂ اسلامیہ ۲

بسلسلۂ اداءِ حقوق حقوقِ مسلم بر مسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ ○ وَالْعِزَّۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْجَبَرُوْتِ ○ اَدَّبَ الْخَلَائِقَ دَاْبَ الْمُعَاشَرَۃِ ○ وَنَدَبَھُمْ اِلَی الْمُلَاطَفَۃِ وَالْمُکَاشَرَۃِ ○ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ الْمَلِکُ الْمَعْبُوْدُ ○ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الْحَامِدُ الْمَحْمُوْدُ ○ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ○

يهدي أيها الجليل ○ أعوذ بالله، يا أيها
الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ

وعظِ جمعہ دوم ماہِ جمادی الاول در بیانِ آدابِ معاشرۃ ۲

حقوقِ مُسلم بر مُسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اما بعد

برادرانِ ملت! حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو۔ اللہ سے پوری پوری طرح ڈرو اور (کوشش کرو کہ) مسلمان ہو کر مرو"۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پورا خوف کرکے اس کے تمام احکام پر عمل کرو۔ یہ نہ کرو کہ بعض احکام پر عمل کرو اور بعض پر نہ کرو۔ بزرگو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ ہر ایک مسلمان دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، جس نے ہمارے لئے ایسے کامل و مکمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جنھوں نے ہمیں تمام احکام بالتفصیل بتائے جنھوں نے انسان کو انسان بننے کی مکمل تعلیم دی، جنھوں نے آدمی کو آدابِ معاشرۃ اور باہم مل جل کر زندگی بسر کرنے کے طریقے سکھائے۔ منجملہ آدابِ معاشرۃ کے ایک یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کیا جائے۔ ان حقوق کی ایک قسم وہ حقوق ہیں جو ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر عائد ہوتے

یَهْدِیْ اِلَیْهَا الْجَلِیْلُ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ یَا اَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ

وعظِ جمعہ دوم ماہِ جمادی الاول دربیانِ آدابِ معاشرۃ ۲

حقوقِ مسلم بر مسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد

برادرانِ ملت! حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو۔ اللہ سے پوری پوری طرح ڈرو اور (کوشش کرکرکے) مسلمان ہوکر مرو" مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پورا خوف کھا کر اس کے تمام احکام پر عمل کرو۔ یہ نہ کرو کہ بعض احکام پر عمل کرو اور بعض پر نہ کرو۔ بزرگو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ ہر ایک مسلمان دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، جس نے ہمارے لئے ایسے کامل و مکمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جنھوں نے ہمیں تمام احکام بالتفصیل بتائے جنھوں نے انسان کو انسان بننے کی مکمل تعلیم دی، جنھوں نے آدمی کو آدابِ معاشرۃ اور باہم مل جل کر زندگی بسر کرنے کے طریقے سکھائے۔ منجملہ آدابِ معاشرۃ کے ایک یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کیا جائے۔ ان حقوق کی ایک قسم وہ حقوق ہیں جو ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر عائد ہوتے

ہیں، آج انھیں کو بیان کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اللہ و رسول کی محبت اور عظمت کو پیش نظر رکھ کر ان حقوق کی تفصیل کو غور اور دلچسپی کے ساتھ سنیں گے اور عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا پہلا حق یہ ہے کہ جب اُس سے ملے تو سلام کرے۔ اسلام میں سلام کی حیثیت مساویانہ اور مشفقانہ برتاؤ کی ہے۔ تعظیمانہ برتاؤ کی نہیں ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ سلام کرنا کسی کی تعظیم میں شمار ہے۔ اسی لئے بڑے لوگ چھوٹوں کو سلام نہیں کرتے اور مالدار غریبوں کو سلام نہیں کرتے۔ حاکم اور عہدہ دار رعیت کے افراد کو اور اُستاد شاگرد کو سلام نہیں کرتے۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے سلام کیا تو ہم چھوٹے اور وہ ہم سے بڑا ہو گیا، حالانکہ یہ خیال غلط ہے۔ سلام کرنے سے کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ بڑا بن جاتا ہے، کیونکہ سلام ایک دُعا ہے اور عموماً بڑے ہی چھوٹوں کو دُعا دیا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر صحابی کو بلکہ لڑکوں اور بیویوں تک کو سلام کیا کرتے تھے۔ پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، جب دوسرے مُسلمان سے ملے تو سلام کیا کرے۔ البتہ چھوٹوں کو سبقت کرنی چاہیے۔ دوسرا حق یہ ہے کہ جب مُسلمان چھینک لے تو سننے والا یرحمک اللہ کہے۔ تیسرا حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنی زبان یا ہاتھ یا قلم وغیرہ سے تکلیف نہ دے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دوزخیوں پر مرضِ خارش مسلط کر دیا جائے گا، جس کی وجہ سے وہ اپنا بدن کھجائیں گے، یہاں تک کہ ہڈی نکل آئے گی۔ تب آواز دی جائیگی، اے فلاں کیا تجھے خارش تکلیف دے رہی ہے۔ وہ کہے گا جی ہاں۔ تب اُس سے کہا جائے گا، یہ اس لئے مسلط کی گئی ہے کہ تو مسلمان کو تکلیف دیتا تھا۔"
(احیاء) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مُسلمان کو حلال نہیں وہ دوسرے

مسلمان کی طرف ایسی نظر سے (بھی) دیکھے، جس سے اسے تکلیف پہنچے۔ (احیاء) چوتھا حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع اور انکساری کے ساتھ ملے اور کسی پر اپنی بڑائی نہ جتائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی متکبر فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ (قرآن) اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ عاجزی اختیار کرو اور کوئی کسی پر فخر نہ کرے، لیکن اگر کوئی شخص (غلطی سے) دوسرے پر فخر کرنے لگے تو دوسرے کو چاہیے کہ وہ اسے برداشت کرے"۔ (احیاء) اور بڑائی ذکبر کا جواب تکبر سے نہ دے۔ پانچواں حق یہ ہے کہ لوگوں کی چغلیاں جو ایک دوسرے کی کریں نہ سنے اور گفتگو سے منع کرے اور خود بھی کسی سے غیبت سن کر جس کے متعلق ہو اس کو نہ پہنچائے کیونکہ اس سے آپس میں لڑائی ہو جاتی ہے اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "جنت میں چغلخور داخل نہ ہوں گے"۔ (احیاء) چھٹا حق یہ ہے کہ جس سے جان پہچان ہو چکی ہو، اگر اُس پر غصہ ہو جائے تو تین روز سے زیادہ سلام و کلام ترک نہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے سلام و کلام تین روز سے زیادہ چھوڑے اور ان دونوں میں سے وہ مسلمان بہتر ہے جو خود سلام شروع کرے (احیاء) ساتواں حق یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے دوسرے مسلمان کے ساتھ احسان کرے اور اس میں اہل و نااہل کو نہ دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احسان کرتے رہو ہر اہل اور غیر اہل کے ساتھ اور فرمایا کہ ایمان کے بعد اصل عقلمندی یہ ہے کہ لوگوں سے محبت رکھے اور ہر اچھے بُرے کے ساتھ احسان کرتا رہے"۔ (احیاء) آٹھواں حق یہ ہے کہ کسی کے گھر میں تین دفعہ اجازت لیے بغیر داخل نہ ہو۔ اگر اجازت نہ دی جائے تو لوٹ آئے اور اُس پر بُرا نہ مانے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ گھروں میں بغیر اجازت لئے داخل نہ ہو۔ (قرآن) نواں حق یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے اور ان کی سمجھ کے

مطابق اُن سے معاملہ کرے۔ دسواں حق یہ ہے کہ بڑے بوڑھوں کی عزت و احترام کرے اور بچوں پر رحم و شفقت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بڑوں کی عزت نہ کرے، چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے (احیاء) یعنی ہم سے اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ "بڑوں کی عزت کرنے سے عمر زیادہ ہوتی ہے۔" (احیاء) گیارھواں حق یہ ہے کہ سب سے خندہ پیشانی اور نرمی کے ساتھ پیش آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو دوزخ کی آگ کس پر حرام کی گئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔ فرمایا اُس پر جو نرم کلام ہو۔ جس سے ملاقات آسان ہو، نرم اخلاق والا ہو۔" (احیاء) بارھواں حق یہ ہے کہ جو شخص اپنی ہیئت و صورت و لباس سے بڑے مرتبے کا معلوم ہوتا ہو اس کی زیادہ توقیر کرے۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت اصحاب ایک گھر میں آئے۔ گھر بالکل بھر گیا۔ پھر جریر بن عبداللہ بجلیؓ آئے اور دہلیز پر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے اپنی چادرِ مبارک لپیٹ کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ جریر بن عبداللہ بجلیؓ نے چادرِ مبارک کو چہرہ سے لگایا۔ بوسہ دیا اور رونے لگے اور لپیٹ کر واپس کر دی اور عرض کیا۔ میں اس لائق نہیں ہوں کہ حضورؐ کی چادر پر بیٹھوں۔ اللہ آپ کو مزید عزت دے، جیسا کہ آپ نے مجھے عزت دی۔ حضورؐ نے دائیں بائیں جانب صحابہؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا شخص آئے تو اس کی عزت کرو۔" (احیاء) اس سے یہ بھی معلوم ہوا اپنے بڑے مثلاً اُستاد یا پیر وغیرہ کے کپڑے یا بستر پر بیٹھنے کی جگہ پر شاگرد و مرید وغیرہ کو بیٹھنا مناسب نہیں خلافِ ادب ہے۔ تیرھواں حق یہ ہے کہ جب کبھی دو مسلمانوں میں جھگڑا ہوتا دیکھے حتی الامکان صلح کرانے کی کوشش کرے۔ یوں نہ سمجھے ہمیں کیا مطلب جو ہم صلح کرانے میں کوشش کریں۔ اکثر لوگ ایسا خیال کر کے خاموش

ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ اگر آپ میں صلح کرانے کی طاقت ہے تو اب خاموش رہنا گناہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں تم کو ایسی چیز کی خبر دوں جو نماز روزہ اور صدقات سے بھی افضل ہے۔ عرض کیا گیا ضرور فرمائیے۔ ارشاد فرمایا کہ وہ چیز صلح کرانا ہے (احیاء) اور فرمایا کہ ہر جھوٹ لکھا جائیگا، مگر یہ کہ جہاد میں یا دو کے درمیان صلح کرانے میں یا بیوی کو خوش کرنے میں بولا جائے (احیاء) صلح کرانا اتنی اہم چیز ہے کہ جھوٹ بھی اس کے لئے جائز ہے۔ چودھواں حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں کو پوشیدہ ہی رکھے اور کسی کے عیب ظاہر کرتا نہ پھرے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے گا، قیامت کے روز اللہ اس کے عیبوں کو چھپائے گا (احیاء) یاد رکھئے کہ عیب جوئی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ پندرھواں حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی سے سفارش چاہے تو اگر اس کی سفارش مفید ہو سکتی ہے تو ضرور اس کی سفارش کرے اور حتی الامکان اس کی حاجت پوری کرنے میں کوشش کرے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور مجھ سے سوال کیا جاتا ہے اور حاجت طلب کی جاتی ہے اور تم میرے پاس ہو ہیں اہلِ حاجات کی میرے پاس سفارش کرو۔ تم کو اجر دیا جائے گا۔" (احیاء) سولہواں حق یہ ہے کہ جب مسلمان سے ملے تو بات کرنے سے پہلے سلام کرے اور مصافحہ کرے لیکن سلام کے لئے جھکنا منع ہے۔ (احیاء) سترھواں حق یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی آبرو و مال اور جان کی حفاظت و حمایت کرے اور اس کے لئے لڑے جب کہ اس پر ظلم کیا جا رہا ہو۔ حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے بھائی کی آبرو کے لئے لڑے یہ عمل اس کے لئے دوزخ سے آڑ ہو جائیگا۔" (احیاء) اٹھارہواں حق یہ ہے کہ حتی الامکان مساکین اور فقراء سے تعلق رکھے اور مالداروں سے بچے اور یتیموں کے ساتھ احسان کرے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مُردوں

کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے بچو، دریافت کیا گیا، مُردے کون ہیں۔ فرمایا "مالدار لوگ"۔ (احیاء) اور آپ کی عادۃِ شریفہ تھی کہ آپ مساکین و فقراء کے ساتھ بیٹھنا پسند فرماتے تھے اور دُعا فرماتے تھے کہ اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکین ہونے کی حالت میں وفات دے اور مسکینوں کی جماعت میں اُٹھا۔ اُنیسواں حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے بحیثیت مسلمان ہونے کے محبت رکھے اور جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اس کے لئے پسند کرے اور جو چیز اپنے لئے ناپسند کرتا ہے وہ تمام مسلمانوں کے لئے ناپسند کرے۔ بیسواں حق یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آوے تو تین دن تک اس کی مہمان نوازی کرنا ضروری ہے۔ خواہ پہلے سے اس کی جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ مسلمان ہونا ہی سب سے بڑی دوستی ہے۔ اکیسواں حق یہ ہے جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اُس کی بیمار پُرسی کرے۔ بیمار پُرسی کا طریقہ یہ ہے کہ کم بیٹھے، زیادہ سوالات مریض سے نہ کرے اور عافیت کی دُعا کرے۔ بائیسواں حق یہ ہے کہ مسلمان کے جنازہ میں حاضر ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے اسے ایک قیراط کا ثواب ہے اور جو دفن کرنے تک ٹھہرا رہے اسے دو قیراط کا ثواب ہے اور حدیث میں ہے کہ (آخرۃ کا) قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ (احیاء) تیئیسواں حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی قبور کی زیارت کرے تاکہ اس کے ایصالِ ثواب کرنے سے اموات کو فائدہ پہنچے۔ زیارۃِ قبور سے مقصود دراصل دُعا کرنا اور عبرۃ حاصل کرنا اور دل کو نرم کرنا ہے۔ آدابِ زیارۃِ قبور میں سے ہے کہ اپنی موت کو یاد کرے، ہنسی مذاق نہ کرے، زیادہ باتیں نہ کرے اپنے لئے اور صاحبِ قبور کے لئے مغفرت کی دُعا مانگے۔ حاضرین! یہ ہیں وہ حقوق و آداب جو عامۂ مسلمین کے لئے ہر مسلمان پر عائد ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر یہ باتیں معمولی معلوم ہوتی ہیں، لیکن حقیقت میں اپنے فوائد کے لحاظ سے بہت اہم ہیں۔

ہیں۔ ان پر عمل کر کے دیکھئے کہ خود آپ کو ان سے کس قدر فائدے حاصل ہوں گے اور پوری قوم مسلم کو کیا فوائد حاصل ہوں گے۔ ان حقوق کو ادا کرتے رہنے سے مسلمانوں میں باہم صحیح اور سچی محبت و ہمدردی پیدا ہو جائے گی، جس سے اتفاق و اتحاد پیدا ہوگا اور پھر قوم متفقہ طور پر بام ترقی پر پہنچے گی۔ اتفاق پر لیکچر اور وعظ کہنے سے اتفاق پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کی صحیح ترکیب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقوق ہر مسلمان پر مقرر فرما دیئے ہیں ان کو عملی طور پر ادا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ اتفاق و اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اپنے متعلق حقوق سمجھنے اور ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔[۱]

[۱] اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ بَارَكَ اللّٰهُ الخ

خطبۂ جمعہ سوم ماہِ جمادی الاول در بیانِ آدابِ معاشرۂ اسلامیہ [۲]

بسلسلۂ اداءِ حقوق ۔ حقوقِ جوار و اقارب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ بِطَبْعِهٖ مَدَنِيًّا ۝ وَبَعَثَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا عَرَبِيًّا عَدَنِيًّا ۝ وَهَدَانَا صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

وعظ جمعہ سوم ماہ جمادی الاولیٰ در بیانِ آدابِ معاشرۃ اسلامیہ

حقوقِ جوار و اقارب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بَعْد

برادرانِ ملت! انسان مدنی الطبع بنایا گیا ہے، اس لئے وہ محتاج ہے کہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر زندگی گذارے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص تن تنہا رہ کر اپنی تمام ضروریات اپنے ہاتھ سے مہیا کرے۔ سیاستِ منزل، سیاستِ مدنی اور سیاستِ ملکی ان سب کی اصل الاصول دراصل انسان کی یہی طبعی فطرۃ ہے لیکن اس کی اجتماعی زندگی میں اگر سوسائٹی کے مناسب قوانین رائج نہوں تو اس کو زندہ رہنا ہی مشکل ہو جائے۔ یوں تو انسان نے اپنی اجتماعی حیات کے لئے بارہا قوانین بنائے مگر وہ کبھی اس میں پوری طرح کامیاب نہو سکا، کیونکہ وہ انسان کی حقیقت سے پوری طرح واقف نہو سکا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جو انسان کا خالق و موجد ہے اور اس کی حقیقت و حیثیت کا پورا علم رکھتا ہے، از راہِ لطف و کرم اسکی اجتماعی حیات کے لئے مکمل و مفصل قوانین بنائے اور انسانوں میں سے کامل ترین انسان کی زبانِ مبارک سے ان کو ظاہر فرمایا۔ یہی وہ قوانین و آئین ہیں، جن کے مجموعہ کو شریعتِ اسلامیہ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس مجموعہ میں انسان کو مل جل کر زندگی بسر کرنے کا لاجواب طریقہ بتایا گیا ہے جس کو آدابِ معاشرۃ کہتے ہیں۔ ان آداب میں سے ایک یہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کے حقوق ادا کرے۔ انہی حقوق میں سے کچھ حقوق وہ ہیں جو ایک مسلمان کے لئے دوسرے پر عائد ہوتے ہیں۔ ایسے حقوق گذشتہ جمعہ کو بیان کئے گئے تھے اور کچھ ایسے حقوق ہیں جو ہر پڑوسی کے لئے

دوسرے پڑوسی یا قریب رہنے والے پر عائد ہوتے ہیں اور کچھ ایسے حقوق ہیں جو ہر رشتہ دار کے لئے دوسرے رشتہ دار پر عائد ہوتے ہیں۔ آج کی مختصر سی صحبت میں انہی دونوں قسم کے حقوق کو آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ گزارش ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جس کے لئے ایک حق ہے، دوسرا وہ جس کے لئے دوہرے حق ہیں۔ تیسرا وہ جس کے لئے تین گنا حقوق ہیں۔ پس وہ شخص جس کے تین گنا حقوق ہیں وہ وہ ہے جو کسی کا پڑوسی ہو، مسلمان ہو اور رشتہ دار بھی ہو۔ دوہرے حق والا وہ ہے جو صرف مسلمان اور پڑوسی ہو، ایک حق والا وہ ہے جو صرف پڑوسی ہو مسلمان نہ ہو۔ (احیاء ص ۲/۲۶۳) اس سے معلوم ہوا کہ کافر و مشرک پڑوسی کا بھی حق ہے۔ اب سنئے کہ حقوق جو لیے ہیں کہ پڑوسی جب بیمار ہو تو بیمار پرسی کرے اور جب کوئی مصیبت اس کو پہنچے تو تعزیت کرے، اور خوشی کے موقعہ پر اس کو مبارک باد دے نیز اس کی خوشی میں اپنی شرکت بھی ظاہر کرے اور اگر اس سے غلطیاں ہو جائیں تو اس سے درگذر کر کے انتقام کے درپے نہ ہو اور چھت وغیرہ کے اوپر سے اس کے گھر کی پوشیدہ چیزوں کو اور اس کی عورتوں کو نہ دیکھے اور اپنے گھر کا شہتیر اس کی دیوار پر رکھ کر اس کو تنگ نہ کرے اور اس کے دروازے کے سامنے دیوار بنا کر اس کی ہوا نہ روکے اور نہ اس کے پرنالہ کو نقصان پہنچائے اور جو کچھ اپنے گھر میں لاتا ہے اس کو معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے، اور اس کے ساتھ سوائے ضرورۃ کے زیادہ بات چیت اور پوچھ گچھ نہ بڑھائے اور اس کے پوشیدہ راز اگر خود بخود معلوم ہو جائیں تو ظاہر نہ کرے اور جب اس پر کوئی آفت اچانک آ جائے تو فوراً اس کو دفع کرنے کی کوشش کرے اور جب وہ مکان پر موجود نہ ہو تو اس کے گھر کی دیکھ بھال کرتا رہے اور جو شخص اس کے خلاف کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنے اور اس کی عورتوں کی طرف سے اپنی نظر

نیچی رکھے اور اس کے بچوں پر مہربانی کرے۔ ہر مسلمان کو جان لینا چاہیئے کہ پڑوسی کا حق صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ اس کو تکلیف نہ دے بلکہ اس کا حق یہ بھی ہے کہ اگر اس سے تکلیف پہنچے تو آدمی اس کو برداشت کرے اور بدلہ لینے کے لئے تیار نہ ہو۔ عموماً ایک محلہ کے دو شخصوں میں اکثر اسی لئے لڑائی ہوتی ہے کہ اتفاقاً ایک سے کوئی غلطی ہوگئی تو دوسرا اس قدر تنگ دل ہو جاتا ہے کہ بدلہ لینے پر تیار ہو جاتا ہے اور لڑائی بڑھ جاتی ہے، حالانکہ ہر ایک کو دوسرے کی خطا سے درگزر کرتے ہوئے کشادہ دلی کا ثبوت دینا چاہیئے۔ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کی (کہ وہ تکلیف دیتا ہے) آپ نے فرمایا صبر کرو۔ (غور کیجئے کہ بدلہ لینے کی اجازت نہیں دی) اس نے پھر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا صبر کرو۔ اس نے پھر شکایت کی۔ فرمایا صبر کرو۔ اس نے پھر شکایت کی۔ (غالباً اس کا پڑوسی بار بار اور بہت ستاتا ہوگا) غرض چوتھی بار کی شکایت کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اپنا سامان نکال کر راستہ پر ڈال دو۔ (آپ نے غور فرمایا اس تعلیم کو کہ چار چار شکایت کرنے اور پڑوسی کے اس قدر ستانے پر بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی بدلہ لو۔)

الغرض اس صحابی نے ایسا ہی کیا۔ اپنا سامان نکال کر سرِ راہ ڈال دیا۔ لوگ آتے سامان دیکھ کر وجہ پوچھتے۔ یہ صحابی کہہ دیتے کہ میرا پڑوسی ستاتا ہے۔ رہنے نہیں دیتا۔ یہ سُن کر لوگ اس پڑوسی کو بُرا بھلا کہتے۔ آخر پڑوسی بھی آگیا۔ اُسے سخت شرمندگی ہوئی اپنے افعال پر، اور کہنے لگا۔ بھائی تو اپنا سامان اپنے گھر میں رکھ۔ خدا کی قسم اب کبھی تکلیف نہ دوں گا (احیاء) سُبحان اللہ حُسنِ اخلاق کی کیا عُمدہ تعلیم ہے جو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو دی۔ اب میں حقوقِ جوار کے متعلق چند احادیث گوش گذار کرنا چاہتا ہوں، جن سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں حقوقِ جوار کی کس قدر اہمیت ہے

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو تو تم مسلمان ہو جاؤ گے، یعنی کامل مسلمان بن جاؤ گے (احیاء)۔ ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے متعلق مجھے اس قدر وصیت کرتے رہے کہ جس سے مجھے یہ گمان ہوگیا کہ شاید وہ پڑوسی کو وارث ہی بنا دیں گے۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے خدا کی وہ ایمان نہیں لایا۔ خدا کی قسم وہ ایمان نہیں لایا۔ اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کون یارسول اللہؐ فرمایا۔ وہ جس کی ایذا رسانی کی طرف سے اس کا پڑوسی مطمئن نہو۔ (بخاری) ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے اپنے پڑوسی کے کُتّے کو (بھی) مارا تو پڑوسی کو تکلیف دی۔ یعنی یہ فعل بھی پڑوسی کو تکلیف دینے میں شمار ہے۔ (احیاء) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ فلاں عورت کے بکثرت نمازیں پڑھنے، صدقہ دینے اور روزہ رکھنے کا چرچا کیا جاتا ہے، لیکن وہ اپنے پڑوسی کو اپنی زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ اُس نے (پھر) کہا۔ یارسول اللہؐ فلاں عورت کے روزوں، نمازوں کی کمی اور پنیر کے ٹکڑوں کے صدقوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسی کو تکلیف نہیں دیتی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں ہے (احمدؒ) رہی یہ بات کہ پڑوسی کہاں تک شمار کیا جاتا ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ مسجد کے دروازے پر سے اعلان کر دیا جائے کہ خبردار ہو جاؤ کہ چالیس گھر (ایک کے) پڑوسی ہیں (احیاء) یعنی اپنے گھر سے چالیس گھروں تک پڑوس شمار کیا جائے۔ پڑوسی کے حقوق اور یہ احادیث سننے کے بعد اب آپ اپنے طرزِ عمل پر غور فرما کر اندازہ کیجئے کہ جس پڑوسی کے حقوق کی اہمیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میں اس قدر ہے

آپ ہم ان کو کہاں تک ادا کر رہے ہیں۔ نیز یہ بھی خیال کیجئے کہ جب محض پڑوس میں کسی کے آباد ہو جانے سے اس قدر حقوق عائد ہو جاتے ہیں تو جن لوگوں سے نسبی تعلق اور رشتہ داری ہو اُن کے کس قدر حق ہوں گے۔ یاد رکھئے کہ اسلام میں قرابت کے حقوق کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے۔ یوں نہ سمجھئے کہ صرف دنیوی تعلق اور رشتہ داری کی وجہ سے ہی اعزا کے حقوق ہوتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی حکم ہے کہ قرابت کے حقوق ادا کرو۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے جہاد کی ترغیب کے سلسلہ میں فرمایا کہ "اگر تم جہاد سے کنارہ کش رہو تو (کیا) تم کو احتمال نہیں کہ تم (لوگ) دُنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کر دو" (قرآن) مطلب یہ کہ جہاد سے مقصود انصاف کا قائم کرنا ہے اور انصاف میں یہ بھی ہے کہ قرابت کے حقوق ادا کئے جائیں اور تعلقات وابستہ رکھے جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرابت کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا جسے اس بات کی خوشی ہو کہ اس کی عمر بڑھ جائے اور رزق میں وسعت ہو اُسے چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور حقوقِ قرابت ادا کرے (احیاء) اور فرمایا کہ جلدی بدلہ مل جانے والی عملوں میں سب سے زیادہ عبادت حقوقِ قرابت کا ادا کرنا ہے، حتیٰ کہ ایسے گھرانے والے فاجر بھی ہوں تو ان کا مال بڑھتا ہے اور اولاد کی ترقی ہوتی ہے جبکہ وہ حقِ قرابت ادا کرتے رہیں (احیاء) اور فرمایا کہ دو گناہ جس کی سزا جلد ملنے کے لائق ہیں، ایک بغاوت کرنا ہے۔ دوسرے قطعِ رحم کرنا یعنی اقرباء سے تعلق منقطع کرنا اور ان کے حقوق نہ ادا کرنا ہے (ترمذی) نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر جمعرات کو بندوں کے اعمال (خیر) پیش کئے جاتے ہیں مگر اقرباء سے تعلق قطع کرنے والے شخص کے اعمال (خیر) پیش کئے جاتے۔ (مسند امامؒ) الغرض بہت سی احادیث میں اقرباء کے حقوق کی بہت سخت تاکید آئی ہے۔ پڑوس کے حقوق آپ سُن چکے ہیں۔

اس سے اندازہ کر لیجئے کہ رشتہ داروں کے حقوق ان سے بھی زیادہ ہی ہیں۔ ہمیں اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کچھ دیا ہے تو اس میں سے رشتہ داروں پر بھی احسان کرنا چاہئے۔ صرف زکوٰۃ و خیرات ہی سے نہیں بلکہ ہدایا اور تحفوں سے بھی۔ نیز اگر ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو برداشت کرنا چاہئے اور بدلہ لینے سے درگذر کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم اپنے پڑوسی اور قرابت داروں کے حقوق ادا کریں اور ناراضگی کی حالت میں بھی خدا کے حکم کے سامنے اپنا سر جھکا دیں۔ آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

عہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ تبارک اللہ الخ

خطبۂ جمعہ چہارم ماہ جمادی الاول در بیانِ آدابِ معاشرۃ

حقوقِ والدین اور ان میں تعدیل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ
وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ بَارَكَ اللّٰهُ

وعظ جمعہ چہارم ماہ جمادی الاول در آدابِ معاشرۂ اسلامیہ ۲

حقوقِ والدین اور اُن میں تعدیل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اَمَّا بَعْدُ

برادرانِ ملت! آدابِ معاشرۂ اسلامیہ میں سے ایک ادب یہ ہے کہ ہر باپ اپنی اولاد کے حقوق ادا کرے، اور ہر اولاد اپنے ماں باپ کے حقوق ادا کرے۔ ان حقوق کی باہمی ادائیگی انسانی معاشرہ کے لئے کس قدر مفید ہے۔ اس کا اندازہ ہر شخص خود ہی کر سکتا ہے۔ آج ماں باپ کے حقوق کی اہمیت اور ان کی مختصر تفصیل عرض ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ترجمہ: اور حکم دیا ہے آپ کے رب نے کہ تم سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے تو اُن کو اُف بھی نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو اور اُن سے خوب ادب سے بات کرو اور اُن کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور اُن کے لئے یوں دُعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے جیسا کہ انھوں نے مجھ کو بچپن میں پالا اور پرورش کیا ہے (اور صرف اس

ظاہری توقیر و تعظیم کو کافی نہ سمجھا بلکہ دل میں بھی ان کا ادب اور فرماں برداری کا ارادہ رکھنا (کیونکہ) تمہارا پروردگار تمہاری دلی باتوں کو خوب جانتا ہے، اگر تم (حقیقت میں دل سے) نیک ہو (اور غلطی سے اداءِ حقوق میں تم سے کمی ہو جائے اور اس پر نادم ہو کر توبہ کر لو) تو اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی خطا معاف کر دیتا ہے" (سبحان الذیؓ) آپ نے سنا کہ قرآن شریف جس پر آپ کے ہمارے اسلام کا دارومدار ہے، اس میں اللہ نے ماںباپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم کس قدر صاف طریقہ پر اور کس قدر تفصیل کے ساتھ دیا ہے۔ اب کسی لڑکے کو جو مسلمان اور نیک ہو، ایک ذرہ برابر بھی ماںباپ کی نافرمانی کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہتی، خوب سمجھ لو کہ ماںباپ کی اطاعت کرنا واجب ہے اور نافرمانی کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اب احادیث سنئے۔ حضورِ اکرمؐ صلعم نے تین بار ارشاد فرمایا۔ خاک آلود ہو اس کی ناک (مطلب یہ کہ وہ شخص بہت ہی بدنصیب ہے[۱]) صحابہ نے عرض کیا۔ کون شخص یارسول اللہؐ۔ فرمایا کہ وہ جس نے بڑھاپے کی عمر میں اپنی ماں یا باپ یا دونوں کو پایا اور پھر بھی ان کی اطاعت کر کے جنت میں داخل نہیں ہوا۔ ایک اور حدیث[۲] میں ہے کہ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہؐ ماںباپ کا کیا حق ہے لڑکے پر۔ ارشاد فرمایا کہ "وہ دونوں (ہی) تیری جنت اور دوزخ ہیں" مطلب یہ کہ ماں باپ کے اتنے حقوق ہیں کہ ان کو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مجملاً یہ سمجھ لو کہ ان کے ہر جائز حکم کی تعمیل کرتے رہو تو جنت حاصل ہوگی اور ہر جائز حکم کی نافرمانی کرنے سے دوزخ۔ ایک اور صحیح حدیث[۳] میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تیری والدہ، اس نے عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا تیری والدہ۔ اس نے عرض کیا۔ پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیرا

---

[۱] مسلم [۲] ابن ماجہ [۳] رواہ الشیخین

والد۔ ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے تمہارے اُوپر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی ہے"۔ چونکہ لڑکے عموماً بہ نسبت والد کے والدہ کے ساتھ نافرمانی، ضد، ہٹ کا برتاؤ زیادہ کرتے رہتے ہیں، اس لئے ان احادیث میں والدہ کے حقوق کی زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ بعض لڑکے اپنے والدین کی تھوڑی بہت خدمت کرکے سمجھتے ہیں کہ ہم نے حق ادا کردیا، حالانکہ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ (صلعم) میری والدہ میرے پاس بوڑھی ہوگئی ہے۔ میں اُسے اپنے ہاتھ سے کھلاتا ہوں اپنے ہاتھ سے پلاتا ہوں، وضو کراتا ہوں اور اپنے کندھے پر سوار کرکے جہاں اُسے جانا ہو لے جاتا ہوں تو کیا اس قدر خدمت کرنے کے بعد میں نے اس کے احسانات کا بدلہ پُورا ادا کردیا؟ آپؐ نے فرمایا۔ نہیں اور (ابھی تو) سَو میں سے ایک حصہ بھی ادا نہیں ہُوا، لیکن تُو نے بہت اچھا کیا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو اس قدر کم خدمت پر بھی بہت ثواب عطا کرے گا (تنبیہ الغافلین) یہ بھی یاد رکھو کہ ماں باپ کی اطاعت کا بدلہ انشاء اللہ تعالیٰ دُنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی اور ان کی نافرمانی کی سزا آخرۃ میں تو ملے گی ہی، مگر دُنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ چنانچہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمام گناہوں میں اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے معاف فرما دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے۔ بلاشک اللہ تعالیٰ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو اس کی موت سے پہلے زندگی ہی میں سزا دیتا ہے (مشکوٰۃ) ان تمام احادیث پر غور کرنے کے بعد اب یہ سمجھئے کہ والدین کے حقوق دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ان کی زندگی میں اولاد پر واجب ہیں۔ دوسرے وہ جو ان کے مرنے کے بعد اولاد پر عائد ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی میں جو حقوق اولاد پر ہوتے ہیں یہ ہیں۔ ماں باپ کا پورا پورا ادب کرنا، نام لے کر بے ادبی کے ساتھ نہ پکارنا، تعظیم کے الفاظ سے نرمی کے ساتھ ان سے

بات کرنا، بلا اجازت ان سے آگے نہ چلنا۔ غصہ اور سختی کے ساتھ ان سے بات نہ کرنا، ان کو ڈانٹ ڈپٹ کبھی نہ کرنا، تمام جائز باتوں میں ان کی پوری اطاعت کرنا اس حد تک کہ کوئی گناہ لازم نہ آوے۔ اپنی طاقت کے مطابق ان کی ضروریاتِ زندگی، کھانا، کپڑا وغیرہ مہیا کرنا جبکہ وہ محتاج ہوں اور جب محتاج نہوں تو مستحب ہے۔ ان حقوق کے ایک ایک لفظ پر خوب غور کر لیجئے، کیونکہ ان میں سیکڑوں جانی اور مالی خدمات شامل ہیں۔ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ شریعت نے ہر بات میں انصاف کو مدِ نظر رکھا ہے۔ لہٰذا حقوقِ والدین کے مسئلہ میں بھی انصاف کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بعض والدین اپنے حقوق کے گھمنڈ میں اپنی اولاد و متعلقین کو اس قدر تنگ کر دیتے ہیں کہ نیک سے نیک اولاد مجبور ہو کر یا خودکشی پر آمادہ ہو جاتی ہے یا نافرمانی پر۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی طرف بھی اشارہ کیا جائے۔ چنانچہ عرض ہے کہ جو کام شرعاً اولاد کے ذمہ واجب ہیں، مانباپ کو ان سے منع کرنے کا کوئی حق نہیں، مثلاً باپ، بیٹے کو دوکان چھوڑ کر نماز پڑھنے کے لئے جانے سے منع کرے یا مالِ زکوٰۃ سے یا رمضان کے روزوں سے یا فرض حج کرنے سے یا فرض علم حاصل کرنے سے روکے یا بیوی کے حقوق ادا کرنے سے منع کرے یا باپ، بیٹے کو مجبور کرے کہ اپنی بیوی کو ہمارے ساتھ یا بھائی بہنوں کے ساتھ رکھ اور بیوی راضی نہو تو اس قسم کے تمام حکموں میں اولاد کو اطاعت کرنا ہرگز جائز نہیں اسی طرح اگر ایک بیٹے میں مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے لگے تو اس صورۃ میں بیٹے کو یہ جائز نہیں کہ صرف مانباپ کی خدمت کرے اور بیوی بچوں کو تکلیف دے۔ غرض ایسی تمام صورتوں میں جن میں ماں باپ کی اطاعت کرنے سے حق العباد یا حق اللہ کا برباد ہونا لازم آوے تو نہ ماں باپ کو ایسے حکم کرنے کا حق ہے اور نہ اولاد کو ایسے

حکموں کا پورا کرنا جائز ہے۔ دوسرے ہر وہ کام جو شرعاً ناجائز ہو اور ماں باپ اُس کے کرنے کا حکم دیں تو اس میں بھی اطاعت جائز نہیں، پس مثلاً ماں باپ سُودی تجارۃ کرنے کا حکم دیں یا تجارۃ میں جھوٹ بول کر کام کرنے کا حکم دیں یا کسی ناجائز نوکری کرنے کا حکم دیں یا شادی بیاہ وغیرہ میں ناجائز رسمیں کرنے کا حکم دیں یا محرم ربیع الاول و ثانی وغیرہ میں یا موت وحیات کے موقعہ پر بدعت کے کاموں کا حکم دیں تو ان سب میں اطاعت کرنا اولاد کو ہرگز جائز نہیں۔ تیسرے یہ کہ جو کام شرعاً نہ واجب ہو نہ منع ہو بلکہ مباح یا مستحب ہو اور ماں باپ ایسے کام کو کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیں تو ایسے جائز اور مباح کاموں میں یہ دیکھنا چاہئے کہ ایسے حکموں کی تعمیل کرنے سے اولاد کو کوئی تکلیف یا خطرۂ ہلاکتِ جان یا خرابیٔ صحت وغیرہ اندیشہ تو نہیں ہے۔ اگر ایسا خطرہ ہے تو اب اولاد کے ذمہ اطاعت ضروری نہیں ہے اور اگر ایسا اندیشہ نہیں ہے تو اب دیکھو کہ ایسے کام میں اگر ماں باپ کی اطاعت نہ کی جائے تو اس سے ان کے لئے کوئی تکلیف یا خطرہ ہلاکت و مرض وغیرہ کا پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر حکم پورا نہ کرنے سے والدین کے لئے تکلیف کا خطرہ ہے تو اب اطاعت کرنا واجب ہے اور اگر ان کے لئے کوئی خطرہ تکلیف کا نہیں تو اب بھی اطاعت کرنا واجب نہیں لیکن مستحب ہے کہ ایسے کاموں میں اطاعت کرے مگر والدین کو ایسے موقعہ پر اولاد کے مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر مجبور کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ بعض والدین اپنی اولاد کو مجبور کرتے ہیں کہ جو کچھ کمائیں ماں باپ کو لا کر دیں یا بلاوجہ بیوی کو طلاق دیں۔ ایسے حکم دینا اور اُن پر جبر کرنا بھی جائز نہیں اور اگر والدین اپنی حاجتِ ضروریہ سے زائد بغیر اولاد کی اجازۃ کے اس کا مال لیں گے تو وہ ان کے ذمہ قرض شمار ہوگا جس کا مطالبہ دُنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔ اگر یہاں نہ دیں گے تو وہاں دینا پڑیگا۔ باپ بیٹے میں اکثر جھگڑا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ عموماً باپ یہ تمیز نہیں کرتا کہ اُس کے

حقوق کس حد تک ہیں اور کیا کیا ہیں۔ وہ صرف اتنا سمجھ لیتا ہے کہ میں باپ ہوں لہٰذا مجھے بیٹے پر ہر طرح کے حکم جاری کرنے کا کُلّی حق ہے، اس لئے مطلق العنان بادشاہ کی طرح اپنی خواہش نفس کے مطابق حکومت کرنا چاہتا ہے، حالانکہ اُس سے بڑا بادشاہ ایک اور بھی ہے، جس کی اطاعت اولاد کے ذمہ سب سے پہلے فرض ہے تمام والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو کسی قسم کا حکم کرنے سے پہلے یہ سوچ لیا کریں کہ ان کو شرعاً فلاں حکم دینے کا حق بھی حاصل ہے یا نہیں اور بلا سوچے سمجھے اولاد کو اپنے ناروا حکموں سے تنگ دل نہ کریں۔ بعض اوقات اپنی اولاد کی جائز نافرمانی پر بدظن ہو جاتے ہیں اور پھر اولاد کی ہر بات پر نافرمانی کی بدگمانی کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ لڑائی وغیرہ کی نوبت آجاتی ہے۔ یاد رکھئے کہ ہر مسلمان سے بدگمانی رکھنا گناہ ہے، لیکن اولاد کی طرف سے بدگمانی رکھنا بہت ہی بُری بات ہے اور بڑے بڑے فسادات کی جڑ ہے۔ بس ماں باپ اور اولاد کو ان باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا چاہئے۔ والدین کی زندگی میں اُن کے جو حقوق اولاد پر عائد ہوتے ہیں، بیان کئے جا چکے ہیں۔ اب میں اُن حقوق کو بیان کرتا ہوں جن کا تعلق ان کے مرنے کے بعد سے ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلعم) کیا میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کی کوئی خدمت مجھ پر باقی ہے کہ میں اُن کے ساتھ کروں؟ فرمایا ہاں ان کے لئے دُعا کرنا، مغفرۃ چاہنا، ان کے وعدوں اور عہدوں کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کی عزت کرنا، ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرنا۔ ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا کہ سب سے بڑی نیکیوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی محبت والوں کے ساتھ نیکی کرے

۱ احیاء ۱۲ ۲ احیاء ۱۲

باپ کے مرنے کے بعد ایک حق یہ ہے کہ بشرطِ استطاعت ایصالِ ثواب کرے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تم میں سے جب کوئی صدقہ کرنے کا ارادہ کرے تو یہ صدقہ اپنے والدین کی طرف سے کر دے، جبکہ وہ مسلمان ہوں۔ والدین کو اس کا ثواب ملے گا اور بیٹے کو بھی ان کے ثواب کے برابر ملے گا، بغیر کسی کمی کے (احیاء) ایک حق یہ ہے کہ اگر ماں باپ سے فرض نمازیں فرض روزے وغیرہ چھوٹ گئے ہیں تو عید الفطر کے فطرہ کے مطابق ہر ہر نماز، روزہ وغیرہ کا فدیہ حساب لگا کر دے دے، بشرطیکہ طاقت ہو اور اگر اُن پر حج فرض ہو گیا ہو اور ادا نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج ادا کرا دے بشرطیکہ طاقت ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی طرف سے حج ادا کرے تو یہ اس کی طرف سے کافی ہو گا اور آسمان میں اس کی روح کو اس حج کی بشارت دی جائے گی اور اب یہ بیٹا اللہ تعالیٰ کے یہاں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والا یعنے فرمانبردار لکھا جائیگا اگرچہ وہ اس کی زندگی میں علق یا نافرمان تھا اور ایک حق یہ ہے کہ ماں باپ کو گالیاں نہ دے۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کو گالی دینا، بُرا کہنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا آدمی اپنے ماں باپ کو گالی بھی دیتا ہے؟ فرمایا ہاں (اس طرح کہ) کسی شخص کے باپ کو گالی دے تو دوسرا اس کے باپ کو گالی دے اور یہ اُس کی ماں کو گالی دے تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔ (متفق علیہ) مطلب یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کے ادب کا اس قدر لحاظ رکھے کہ کوئی ایسی بات بھی نہ کہے، جس سے دوسرا اس کے والدین کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ نوجوانو! ماں باپ کے حقوق، اُن کا درجہ اور اُن کے متعلق خدا و رسولؐ کے ارشادات، آپ سن چکے لہٰذا عہد کر لیجیے کہ آئندہ سے آپ والدین

کی نافرمانی کر کے اُن کا دل نہ دُکھائیں گے۔ یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ان کی نافرمانی کی سزا اللہ تعالیٰ دُنیا ہی میں چکھا دیتا ہے۔ اب ایک حدیث اور سُن لیجیے۔ جس سے یہ معلوم ہو گا کہ والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ رحم و شفقت کرنے کا کس قدر ثواب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بیٹا اپنے والدین کی طرف مہربانی کی نظر سے دیکھے تو اس کو ہر نظر کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب حاصل ہو گا۔ صحابہ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر کوئی دن میں سو بار مہربانی کی نظر سے دیکھے تو کیا سو حج کا ثواب مل جائے گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ اللہ بہت بڑا اور پاکیزہ ہے (بیہقی) مطلب یہ کہ اللہ کی دین بہت بڑی ہے۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اب دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم اپنے بزرگوں والدین اور اولاد وغیرہ کے حقوق ادا کریں اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین عہ

عہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا الخ

خُطبۂ جُمعہ پنجم ماہِ جمادی الاول، آدابِ معاشرۂ اسلامیہ ۵ بسلسلۂ اداءِ حقوق

حقوقِ اولاد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ اَلصَّمَدِ الَّذِیْ

ذ باللہِ مِنْ فِتْنَتِكَ فِي الدُّنْيَا وَ
عَذَابِكَ فِي الْاٰخِرَةِ ○ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ ÷ رَحِمَ اللّٰهُ وَالِدًا اَعَانَ وَلَدَهٗ
عَلٰى بِرِّهٖ ○ اَيْ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الْحُقُوْقِ
بِسُوْءِ عَمَلِهٖ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ وَلَا تَقْتُلُوْا
اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط نَحْنُ
نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ
خِطْاً كَبِيْرًا ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا الخ

وعظِ جمعہ پنجم ماہِ جمادی الاول۔ از آدابِ معاشرۂ اسلامیہ[5]

حقوقِ اولاد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اَمَّا بَعْد

ے احیاء

برادرانِ ملت! دُنیا فانی ہے۔ انسان بھی خواہ کتنا بڑا رستم زماں ہو یا ارسطوئے دوراں، فقیر ہو یا ہفت اقلیم کا بادشاہ، بہرحال فنا ہوتا ہے اور اس کی طاقت و قوت، مال و دولت سب کچھ ختم ہوجاتا ہے اور وہ شخص جو کل تک بڑا عالیشان تھا، آج موت کے بعد بے نام ونشان ہوجاتا ہے۔ اس فنا اور بربادی کے بعد اگر اُس کا کچھ دھندلا سا نام ونشان باقی رہ سکتا ہے، تو صرف اس کی باقیاتِ صالحات سے یا اُس کی اولاد سے رہتا ہے، اس لئے باپ کو اپنی اولاد کی قدر کرنی چاہئے۔ اولاد شجرِ انسانیت کے بہترین پھل اور پھول ہیں؟ جن کی پژمردگی سے یہ درخت بے رونق ہوجاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لڑکے کی خوشبو جنت کی خوشبو ہے۔ (احیاء) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت احنف بن قیسؓ سے دریافت کیا کہ اولاد کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین، اولاد ہمارے دلوں کے پھل ہیں اور ہماری طاقت کے ستون ہیں اور ہم اُن کے لئے پامال زمین ہیں (یعنی ضعیفی میں ان کے محتاج ہیں) اور بارش برسانے والے آسمان ہیں (یعنی اپنی عقل وتجربہ سے فائدہ پہنچانے والے سرپرست ہیں) اور ہم انھیں کے ذریعہ بڑے بڑے لشکروں پر فتح پاتے ہیں۔ پس اگر وہ تم سے کچھ طلب کریں تو عطا کرو (یعنی جائز مطالبات) اور اگر وہ غصہ ہوں تو ان کو راضی کرو (جس کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ وہ اپنی محبت تم کو عطا کریں گے، یعنی تم سے محبت رکھیں گے اور وہ بتقاضائے محبت تمہارے لئے اپنی پوری کوشش صرف کریں گے اور تم ان پر بھاری بوجھ مت بنو کہ وہ تمہاری زندگی سے ملول خاطر ہوجائیں اور تمہاری موت کو پسند کرنے لگیں اور تمہارے پاس آنا مکروہ سمجھیں؟ (احیا)

بزرگو! اسلامی طرزِ معاشرت میں اولاد کے لئے کچھ حقوق و آداب ہیں، جن کا جاننا اور سمجھ کر ان کو ادا کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے تاکہ ہر باپ اپنے آخری اوقات میں اطمینان کے ساتھ بقیہ زندگی گذار سکے اور اولاد کا وجود اس کے لئے دل دکھانے اور روح کو تڑپانے کا باعث نہ ہو بلکہ مسرت اور فرحت و سرور کا سبب بنے۔ میں پہلے اولاد کے حقوق عرض کرتا ہوں۔ پھر آداب بیان کروں گا۔ پہلا حق یہ ہے کہ باپ اولاد حاصل کرنے کے لئے کسی ذلیل اور رذیل عورت کو پسند نہ کرے، بلکہ شریف عورت کو اس کے لئے منتخب کرے، نیز اولاد پیدا ہونے کے لئے جائز طریقہ اختیار کرے۔ اگر ذلیل عورت سے اولاد حاصل کرے گا تو یہ بات اولاد کے لئے باعثِ شرم ہوگی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اولاد کے دل میں اپنے باپ کے اس قابلِ شرم فعل پر غصہ اور رنج پیدا ہوگا اور اس کے دل میں باپ کی عزت نہ رہے گی۔ اسی طرح اگر ناجائز طریقہ سے اولاد حاصل کی گئی مثلاً زنا وغیرہ سے تو یہ بات بھی اولاد کے لئے باعثِ ننگ و عار ہوگی اور وہ ولدالزنا یا حرامی کہلائے گا۔ اس کا نتیجہ بھی یہی ہوگا کہ بچہ بڑا ہو کر خود اپنے باپ کو ذلیل نگاہوں سے دیکھے گا۔

دوسرا حق یہ ہے کہ بچہ کا نام اچھا اور عمدہ رکھا جائے، جس کے معنی اچھے ہوں۔ ایسے نام نہ رکھے جن کے معنی خراب ہوں، مثلاً سارق (چور) کلب (کتا) وغیرہ اور نہ ایسے نام رکھے جائیں جن سے شرک و کفر کی بو آتی ہو، مثلاً عبدالنبی، عبدالرسول، غلام دستگیر وغیرہ۔ حدیث میں آیا ہے کہ بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں (ترمذی) بعض جگہ یہ رواج ہے کہ فال کے ذریعہ نام نکلوایا جاتا ہے۔ بعض جگہ ستاروں کی مناسبت سے نام رکھے جاتے ہیں اور نجومیوں کو اس کی فیس دی جاتی ہے۔ بعض جگہ قرآن سے نام نکلوایا جاتا

ہے۔ یہ تمام طریقے بے ثبوت اور بے بنیاد ہیں۔ اچھا یہ ہے کہ اپنے خاندان کے کسی بزرگ سے جس کو نام رکھنے کی تمیز ہو یا اپنے شہر کے کسی متقی پرہیزگار عالمِ دین سے نام رکھوایا جائے۔

تیسرا حق اولاد کا یہ ہے کہ جب وہ سنِ شعور کو پہنچیں تو ان کو ادب و تہذیب سکھائی جائے اور مذہب کی تعلیم دی جائے۔ ادب و تہذیب سے موجودہ زمانہ کی بدتمیزیاں مراد نہیں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسلامی تعلیم کے مطابق لوگوں سے ملنا جلنا، بات کرنا، بڑوں کا ادب کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، اسلامی لباس پہننا، اسلامی طریقہ پر کھانا پینا، برے اخلاق مثلاً جھوٹ، غیبت، چوری وغیرہ سے بچوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنا وغیرہ۔ تعلیم دینے سے مراد انگریزی تعلیم نہیں ہے کہ جس میں سینکڑوں روپیہ کا خرچ بیچارے غریب باپ کو لازم ہو جائے۔ انگریزی تعلیم دلانا اولاد کو جائز مقصد کے لئے گو جائز ہے مگر واجب اور ضروری نہیں ہے۔ البتہ دین کی بقدرِ ضرورت تعلیم دلانا فرض ہے۔ جو باپ اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم بقدرِ ضرورت نہیں دلائیگا وہ سخت گناہگار ہوگا اور قیامت میں اولاد کی تمام بداعمالیوں اور گناہوں کی جوابدہی اس کو بھی کرنی پڑے گی۔ جو لوگ اپنے لڑکوں کو انگریزی تعلیم زیادہ سے زیادہ دلاتے ہیں وہ دو باتوں پر ضرور غور کرلیں۔ ایک یہ کہ انگریزی تعلیم اس طرح دلائیں کہ غیر اسلامی ماحول اور کافرانہ تہذیب و تمدن کا زہریلا اثر بچہ کے دماغ اور اوضاع و اطوار کو خراب نہ کردے۔ اگر اس کا خیال نہ رکھا گیا تو اس زہریلے اثر سے بچہ جس قدر بداعمالیوں کا مرتکب ہوگا، اس کا ذمہ دار باپ بھی ٹھہرے گا۔ دوسری بات یہ کہ انگریزی کے شوق میں دین کی ضروری تعلیم بچہ کی ناقص نہ رہے ورنہ اس جہالت اور کم علمی کی وجہ سے بچہ جس قدر خراب اعمال کا مرتکب ہوگا یا اعمالِ خیر نماز روزہ وغیرہ میں جس قدر غلطیاں کریگا،

اُس کا جواب وہ خود اس کے باپ کو بھی ہونا پڑے گا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں بداعمالیوں اور غلطیوں کا اصل سبب باپ کا غلط طریقۂ تربیت ہے۔ دین کی ضروری تعلیم کی مقدار یہ ہے کہ قرآن کریم صحیح طریقہ پر پڑھایا جائے۔ عقائدِ اسلام کی تعلیم طوطے کی طرح رٹ کر نہیں بلکہ اس طرح دی جائے کہ ہر ہر عقیدہ پر لڑکے کو پختہ یقین حاصل ہو جائے۔ نماز کے پورے مسائل، روزہ، زکوٰۃ، حج کے پورے پورے مسائل اور جس طریقۂ کسبِ معاش میں اس کو لگانے کا ارادہ ہو، اس کے مسائلِ شرعیہ، ماں باپ، بیوی اور متعلقین کے حقوق کی تعلیم۔ یہ ہے دین کی ضروری تعلیم کی مقدار کہ جس کی رات دن ہر شخص کو ضرورۃ پڑتی رہتی ہے دینے میں ہے کہ باپ کی سب سے عمدہ عطا عمدہ ادب سکھانا ہے (ترمذی) بزرگو! غور فرمائیے کہ کیا آپ نے اپنی اولاد کو اس مقدار میں ضروری تعلیم دے دی ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ نے اولاد کا حق ادا کر دیا، لیکن اگر نہیں دی ہے تو اولین فرصت میں بچے کی تمام تعلیمات روک کر پہلے اس مقدار کی تعلیم دلا دیجئے۔ اس کے بعد دوسری قسم کی تعلیم دلائیے ورنہ قیامت میں خدائے علیم و خبیر کے سامنے اپنی ذمہ داری کے متعلق جوابدہی کے لئے تیار ہو جائیے۔

چوتھا حق اولاد کا یہ ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا عقدِ نکاح کر دیا جائے۔ اس حق کے ادا کرنے میں دیر کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ کچھ نہ سہی تو سادہ طریقہ پر ہی نکاح کر دیں۔ آج کل اس میں دیر کرنا سخت جہالت اور بڑی زبردست غلطی ہے، کیونکہ ماحول کچھ ایسا ہے کہ بچہ اکثر شہوانی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنی صحت آپ برباد کر لیتا ہے۔ یہ چاروں حقوق ابوہریرہؓ کی ایک حدیث مرفوع اور حضرت عمرؓ کے اثر سے ثابت ہیں۔ (کمافی الاحیاء)

اب میں آدابِ معاشرۃ مع الاولاد کو بیان کرتا ہوں۔ چاہیے کہ نرینۂ اولاد سے

زیادہ خوش اور مؤنث اولاد سے رنجیدہ نہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ جس کے ۳ یا ۲ یا ایک بیٹی یا بہن ہو اور ان کو ادب کی تعلیم دے، نیک سلوک کرے اور ان کی شادی کر دے تو اس کے لئے جنت ہے (ترمذی و احیاء) بعد ولادۃ اذان کہے اور میٹھی چیز تالو کو لگائے۔ اچھا نام رکھے۔ ساتویں دن عقیقہ کرے، بال اُتروائے۔ اگر ہو سکے تو بالوں کے برابر چاندی یا سونا خیرات کرے۔ جب چھ سال کا ہو، ادب و تعلیم میں کوشش کرے۔ جب نو سال کا ہو اس کا بستر الگ کر دے۔ جب دس سال کا ہو نماز کے لئے تنبیہ کرے اور مارے۔ جب سولہ سال کا ہو نکاح کر دے۔ یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ (کمافی الاحیاء) اگر کئی بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر دے۔ حدیث شریف میں ہے کہ برابری کرو اپنی اولاد کے درمیان عطا کرنے میں (احیاء) تربیتِ اولاد کا ایک ادب یہ ہے کہ باپ اپنی اولاد کی نیک کاموں میں مدد کرے یعنی ان کے لئے ایسا موقعہ دے کہ نیک کاموں میں حصہ لے سکے، مثلاً جب اولاد اپنے والدین کے حقوق ادا کرنا چاہئے اور ان کی خدمت اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے تو باپ اولاد کے لیئے کاموں میں مدد کرے۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحم فرمائے اللہ تعالیٰ اس والد پر جو نیکی پر اپنے لڑکے کی مدد کرے (احیاء) یعنی باپ خود ایسے بداعمال نہ کرے یا ناجائز حکم نہ دے جن سے اولاد باپ کی نافرمانی کرنے کو تیار ہو جائے یا ایسا حکم نہ دے کہ جس کے متعلق باپ کو خوف ہو کہ بیٹا اس کو نہ مانے گا۔ اس حدیث پر عمل کرنے اور نیکی پر اولاد کی مدد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی خدمت میں کوتاہی ہو جانے پر بار بار بھلا برا اور تنبیہ تشدد نہ کرے بلکہ درگذر کرتا رہے۔ دوسرے یہ کہ اخلاقی کمزوریوں اور ناجائز افعال کرنے پر

تنبیہ کرتا ہے۔ تیسرے یہ کہ لڑکے کو کسی ایسے کام کرنے کا حکم نہ دے جس کو لڑکا پورا نہ کر سکے یا پورا کرنے کی اُمید نہ ہو یا اُمید ہو مگر لڑکے پر بہت شاق گذرے، مثلاً یہ مطالبہ نہ کرے کہ لڑکا جو کمائے وہ سب لاکر دے یا بلا وجہ بیوی کو طلاق دے دے یا لڑکے سے کہے کہ تو اپنی بیوی کو میری یا بھائی بہنوں یا ساس وغیرہ کی خدمت کرنے پر مجبور کر یا ان سب کے ساتھ رہنے پر مجبور کر یا جائز تفریحات میں مشغول نہ ہو۔ تیسری صورت اعانتِ اولاد کی یہ ہے کہ شادی کے بعد اُس لڑکے کو اپنے سے علیحدہ کر دے اور تمام اولاد کو ساتھ رہنے پر مجبور نہ کرے، جیسا کہ آج کل عموماً ہندوانہ طریقۂ معاشرت کے مطابق مسلمان ماں باپ بھی اپنی اولاد کو مجبور کیا کرتے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ شادی شدہ اولاد کو باہم مل کر رہنے کے لئے مجبور کرنے میں بے حد خرابیاں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ ماں باپ خود پورے طور سے شریعت کے پابند نہیں ہوتے، اس لئے ان سے ضرور ایسے کام ہو جاتے ہیں جو اُن کو نہ کرنا چاہیے، جس سے اولاد میں نافرمانی کا خیال آہستہ آہستہ پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اولاد بھی آدابِ معاشرت اور تعلیم احکام سے پوری طرح واقف اور اس پر کاربند نہیں ہوتی۔ اس لئے اولاد سے ضرور غلطیاں ہوں گی اور نافرمانی بڑھے گی، جس سے دونوں گنہگار ہوں گے۔ (۳) اولاد کی بیویوں سے ضرور ماں باپ کے خلافِ مزاج امور صادر ہوں گے، جن پر غصہ ہو کر آپ اولاد کو تنبیہ کریں گے اور اولاد بیویوں کو تنگ کرے گی، جس سے ہزارہا جھگڑے رات دن پیدا ہوتے رہتے ہیں (۴) بہو اور ساس، بہو، نند، بھاوج، دیور، جیٹھ وغیرہ میں ضرور منازعات پیدا ہوں گے، جس کے نتیجہ میں یا تو بیٹا آپ کی نافرمانی پر اُتر آئے گا اور بیوی پر ظلم کرے گا۔ (۵) بیویوں کے اختلافِ مزاج کی

وجہ سے خود بھائیوں میں بھی اختلاف پیدا ہو کر بڑھے گا، جس سے بہت سے خاندان تباہ ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ (۶) ساتھ رہنے کی صورت میں کسی بھائی کی بیوی دوسرے بھائی سے یعنی دیور جیٹھ وغیرہ سے پردہ نہیں کر سکتی حالانکہ بھاوج اور دیور جیٹھ میں پردہ ضروری ہے اور بے پردگی ناجائز ہے۔ بار بار بے پردگی کے سینکڑوں گناہ میں باپ اولاد بہو سب مبتلا ہوں گے۔ (۷) اگر مختلف بیویوں سے اولاد ہو تو پھر سوتیلی ماں اور بیٹوں بیٹیوں میں سینکڑوں جھگڑے پیدا ہو کر سب کے سب گنہگار بنیں گے۔ یاد رکھئے کہ ٹوٹا ہوا شیشہ دوبارہ نہیں جڑتا۔ اسی طرح ٹوٹے ہوئے دل کبھی نہیں جڑتے۔ لہٰذا شادی کے بعد جھگڑے پیدا ہونے سے پہلے ہی جبکہ سب کے دل ملے ہوئے ہوں اولاد کو علاحدہ کر دینا چاہیے، گو اب بظاہر الگ ہوں گے مگر دل سب کا ایک ہوگا اور فطری محبت ان سب میں قائم رہے گی، ورنہ فطری محبت کا نازک شیشہ ٹوٹ کر پھر کبھی نہ جڑے گا۔ اب دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اپنی اولاد کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے اور ہر قسم کی غلطیوں اور گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

۱؎ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ، وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ۲؎ بارک اللہ لنا

خطبہ جمعہ اول ماہ جمادی الثانی دربیانِ آدابِ معاشرۂ اسلامی

بسلسلۂ اداءِ حقوق: **حقوقِ زوجین**

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ

كَثِيرًا ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ الخ

وعظِ جمعہ اول ماہِ جمادی الثانی دربیانِ آدابِ معاشرۂ اسلامیہ ۹

حقوقِ زوجین

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی امّا بعد

برادرانِ ملت! آدابِ معاشرۂ اسلامیہ میں سے زوجین کے حقوق و آداب بھی ہیں، جن سے واقف ہونا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ عرض ہے کہ شوہر کے حقوق بیوی پر بہت سے ہیں، جن کی تفصیل اس مجلس میں چنداں ضروری نہیں۔ تاہم مجملاً عرض ہے کہ عورۃ پر شوہر کی اطاعت مطلقاً ہر طرح واجب ہے، سوائے اُن باتوں کے جن میں گناہ لازم آتا ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو عورۃ ایسی حالت میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی (ترمذی) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں کسی غیر اللہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (ترمذی) لیکن چونکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے، اس لئے حضورؐ نے عورۃ کو یہ حکم نہیں دیا۔ اس حدیث سے شوہر کی عظمت اور اس کی اطاعت کی اہمیت پورے طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ اسلام سے پہلے عورت دنیا کی تمام سوسائٹیوں میں حیوان سے بھی بدتر شمار کی جاتی تھی۔ اسلام نے انسانیت کے اس اہم جزء کو ذلت و پستی کے گڑھے سے نکال کر

اعتدال کے ساتھ رفعت و بلندی پر پہنچایا ہے۔ قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے عورۃ کے متعلق بہت سے احکام مفصل بیان کئے ہیں۔ چنانچہ اسی عنوان پر ایک مستقل سورت یعنی سورۂ نساء نازل فرمائی ہے اور بار بار یہ حکم دیا ہے کہ معاشرۃ[۱] میں نرمی کے ساتھ ان سے برتاؤ کرو۔ انھیں معلق کر کے مت چھوڑو۔ ان کے مہر ادا کرو وغیرہ وغیرہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ باریک بین میں عورتوں کے حقوق کی اس قدر اہمیت ہے کہ آپ نے اپنی آخری وصیتوں میں بھی اُن کی طرف توجہ فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو عورتوں کے بارے میں۔۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں قیدی ہیں۔ تم نے اللہ کے عہد کے ساتھ ان کو لیا ہے اور ان کے نسوانی منافع کو اللہ کے حکم سے حلال طور پر حاصل کیا ہے (احیاء) بڑا ہی شقی القلب اور کافر ہے وہ مسلمان جو حضورؐ کی اس آخری وصیت کو سُن کر بھی اپنی بیویوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے۔ اب حقوق سُنئے: پہلا حق بیوی کا یہ ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق اُس کا نان نفقہ برابر ادا کرتا رہے اور اس میں تنگی نہ کرے۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اس کے رہنے کا مناسب انتظام کرے۔ اس طرح کہ اگر وہ شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ رہنا گوارا کرلے تو یہ اس کی سعادت مندی اور شوہر پر احسان ہے، لیکن اگر علاحدگی کا مطالبہ کرے تو یہ بیوی کا شرعی حق ہے اور شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ اُس کا یہ حق بھی ادا کرے۔ فقہاء نے اس حق کی تصریح کردی ہے۔ اس زمانہ میں عموماً بیویوں کا یہ حق تلف کیا جاتا ہے اور ان کو زبردستی سب کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے اور اس سے بڑی خرابیاں لڑائی جھگڑے پیش آیا کرتے ہیں۔ ان جھگڑوں

[۱] وعاشروھن الایۃ ؂

کی جڑ تو اکثر خاندان کے بڑے بوڑھے مرد باپ، دادا وغیرہ اور بوڑھی عورتیں مثلاً ماں دادی وغیرہ ہوا کرتے ہیں، کیونکہ وہی اس بات کی کوشش میں لگے رہتے کہ سب بیٹے اور ان کی بیویاں وغیرہ ایک ساتھ ایک گھر میں رہیں اور کوئی ان سے جدا نہ ہو۔ یہ خیال اگرچہ محبتِ اولاد اور مصلحتِ دنیوی پر مبنی ہوتا ہے، مگر احتمالِ فساد کے وقت ایسی کوشش کرنا اعلیٰ درجہ کی بیوقوفی ہے، کیونکہ اس صورت میں فائدہ کم اور نقصان بہت زیادہ ہے۔ پس مہر خاندان کے بزرگوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد اور ان کی بیویوں کو ساتھ رہنے پر مجبور نہ کریں اور اولاد کی بیویاں اگر علیحدگی چاہیں تو فراخ دلی اور عقل مندی سے کام لیتے ہوئے پھوٹ پڑنے سے پہلے ہی اولاد کو علیحدہ رہنے کی اجازت دے دیا کریں۔ تیسرا حق بیوی کا یہ ہے کہ اس کا مہر ادا کرے۔ مہر ایک قرض ہے جس کی ادائیگی شوہر کے ذمہ لازم ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا "جو شخص کسی عورت سے مہر مثل پر نکاح کرے اور یہ نیت نہ رکھے کہ ادا کردوں گا تو وہ زانی ہے اور جو قرض لے اور ادا کرنے کی نیت نہ رکھے تو وہ چور ہے۔" (احیاء) لیکن اگر عورت خود اپنا مہر معاف کرے تو اس میں مضائقہ نہیں مگر زبردستی معاف کرانا جائز نہیں ہے۔ چوتھا حق یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ احسان، نیکی اور نرمی کرتے ہوئے زندگی گزارے جس کو معاشرۃ بالمعروف کہا جاتا ہے۔ زوجہ کے ساتھ معاشرت بالمعروف کے متعلق چند آداب ہیں، جن کا یاد رکھنا ضروری ہے۔ پہلا ادب یہ ہے کہ نکاح اور خاص استراحت کے بعد ولیمہ کرے کہ یہ سنت ہے اور آپ نے فرمایا ہے "ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سے ہو" (ابوداؤد) مگر ولیمہ صرف سنت ہے۔ فرض نہیں ہے، لہٰذا طاقت سے زیادہ تکلف اور قرض وغیرہ لے کر نہ کیا جاوے۔ نیز فخر اور شہرۃ وغیرہ کی سُنت سے نہ کرے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ حسنِ خلق سے

پیش آئے یعنی اس پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہ کرے، ترش روئی نہ برتے، لیکن حسنِ اخلاق صرف یہی نہیں ہے کہ اس کو تکلیف نہ دے بلکہ بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق برتنے میں یہ بھی شامل ہے کہ اس کی طرف سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے اور غصہ کے وقت اس کے غیظ و غضب، جواب دینے اور زبان درازی کرنے کو بھی برداشت کرے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ازواجِ مطہرات کی جواب دہی برداشت فرما لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی بیوی نے کسی بات میں جواب دیا تو آپ نے کہا کیا تم مجھے جواب دیتی ہو۔ بیوی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں بھی جواب دیتی تھیں اور حضورؐ آپ سے افضل تھے (احیاء) اس واقعہ سے آپ کو اندازہ کرنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر متحمل مزاج تھے۔ نیز آپؐ نے فرمایا کہ "عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پس اگر تم زیادہ سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو توڑ دوگے" (دارمی) تیسرا ادب یہ ہے کہ بیوی کی طرف سے تکلیف برداشت کرنے کے علاوہ اس کے ساتھ خوش طبعی اور جائز مذاق بھی کرتا رہے کہ اس سے عورتوں کے دل خوش رہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ازواج کے ساتھ مزاح فرماتے تھے اور ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ اپنی ازواج کے ساتھ سب سے زیادہ خوش طبع تھے۔ (احیاء) اور آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل وعیال کے ساتھ سخت مزاج اور متکبر، زیادہ بکواس کرنے والے سخت دل شخص کو مبغوض رکھتا ہے (احیاء) حضرت عمرؓ باوجودیکہ حق کے لئے بڑے سخت تھے۔ فرماتے ہیں کہ آدمی کو اپنے گھر میں مثل بچہ کے رہنا چاہئے اور جب اس کی بہادری کو آزمایا جائے تو اس وقت مردانگی دکھانی چاہئے" (احیاء) ہمارا حال یہ ہے کہ ہم باہر نامرد ہیں اور گھر میں مردانگی دکھاتے ہیں۔ چوتھا ادب یہ ہے کہ اس قدر بیوی کے ساتھ ملاعبت (کھیل) اور اس کی خواہشات کی موافقت بھی

لکو ہے کہ بیوی کے اخلاق خراب ہو جائیں اور شوہر کی ہیبت بالکل جاتی رہے۔
بلکہ جب اس کی کوئی بات خلافِ شرع دیکھے فوراً ٹوکے اور اپنی ہیبت اور رعب
و داب سے کام لے اور خلافِ شرع باتوں کا دروازہ اپنے گھر میں کھلنے نہ دے۔
ہماری یہ حالت ہے کہ اپنی نفسانی خواہش کے خلاف ہو تو ہم بے حد غصہ کرتے
ہیں، لیکن خلافِ شرع بات بیوی سے ہو جائے تو ہم کو ذرا بھی غصہ نہیں آتا۔
بیوی نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے تو پرواہ بھی نہیں ہوتی، حالاں کہ حضورؐ نے
فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنے اہلِ بیت کا محافظ ہے اور اس کے بارہ میں سوال کیا
جائے گا۔" نیز آپ نے فرمایا ہے کہ بیوی کا غلام ہلاک ہوا۔ (احیاء) پانچواں ادب
یہ ہے کہ غیرت اور شرم کی باتوں میں اعتدال سے کام لے اور ایسی باتوں سے ہرگز غفلت نہ
برتے، جن سے آخر میں آبروریزی ہو اور عفت و پاک دامنی میں داغ آجانے کا احتمال
ہو، لیکن زیادہ بدظنی سے بھی کام نہ لے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایک غیرت تو خدا
کو پسند ہے وہ، وہ ہے جو عورت سے کوئی قابلِ شرم اور شک کی بات دیکھنے پر
آئے اور ایک غیرت ناپسند ہے وہ، وہ ہے جو بغیر کچھ دیکھے صرف بدگمانی سے پیدا
ہو۔ (احیاء) اور بے غیرتی کی باتوں سے بیوی کو بچانے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ
اُس کو پردہ میں رکھا جائے کہ نامحرم اس کے پاس نہ جاسکیں اور اس کو بازاروں میں
نہ نکلنے دیا جائے۔ اب آپ کو جوشِ غیرت ظاہر کرنے کی انشاء اللہ نوبت ہی
نہ آئے گی، کیونکہ عورتوں کا باہر نکلنا لوگوں سے ملنا ہی ناگوار واقعات کا پیش خیمہ
ہے۔ ایک دفعہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ بتاؤ عورتوں کے لئے کیا بہتر ہے؟
عرض کیا۔ یہ کہ نہ وہ کسی کو دیکھے اور نہ کوئی اُسے دیکھے۔ حضورؐ نے بی بی فاطمہؓ کو
سینۂ مبارک سے چمٹا لیا اور اس جواب کو بہت پسند فرمایا۔ (احیاء) صحابہؓ کے
احتیاط کی یہ حالت تھی کہ وہ گھروں کے روشن دان اور دیوار کے سوراخ بھی

بند رکھتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتوں
کو عمدہ لباس نہ دیا کرو تو وہ گھروں ہی میں رہیں گی (احیاء) اس لئے کہ عورتیں
معمولی لباس میں نکلنا پسند نہیں کرتیں۔ یہ تمام احتیاطیں اُسی پردہ کے لئے صحابہؓ
فرماتے تھے، جس کو مدت سے مغرب پرست ذہنیتیں اٹھانے کی کوشش کر رہی
ہیں۔ پردہ کے ساتھ ہی اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ان کو تماشے دیکھنے کو
معمولی باتوں کے لئے گھر سے نکلنے کی ہرگز اجازت نہ دیں، کیونکہ اس سے بھی وہ سب
خرابیاں لازم آتی ہیں جو بے پردگی سے پیدا ہوتی ہیں۔ افسوس ہے کہ آج ہم میں
سے بعض مسلمانوں کی عقل پر ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ وہ خود اپنی مخدرات،
بہو، بیٹیوں کو سینما دکھانے لے جاتے ہیں اور میلوں، عرسوں میں لے جاتے ہیں۔ کس قدر
بے شرم اور بے غیرت ہیں وہ لوگ جو اپنی غیر شادی شدہ نوجوان بیٹیوں کو شہوت انگیز
عشق و عاشقی کے منظر دکھا کر خوش ہوتے ہیں۔ حقیقت میں ان لوگوں کا اسلامی
دماغ مفلوج ہو چکا ہے۔ چھٹا ادب یہ ہے کہ بیوی کے نان نفقہ میں اعتدال رکھے۔
نہ کمی اور تنگی کرے اور نہ فضول خرچی کرے اور نہ ایسا کرے کہ خود عمدہ
چیزیں کھائے اور گھر والوں کو نہ کھلائے، کیونکہ اس طرزِ عمل سے دلوں میں
کدورت اور کینہ پیدا ہوتا ہے، لیکن اگر کسی خاص غذا کی ضرورت ہی ہو
اور سب کو وہ عمدہ چیز نہ کھلا سکے تو اس طرح کھائے کہ دوسروں کو معلوم ہو
ورنہ سب کو عموماً ایک دسترخوان پر بٹھا کر ساتھ کھانا کھائے۔ حضرت سفیانؒ
ثوری" فرماتے ہیں کہ ہمیں حضورؐ سے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ رحمت نازل کرتا ہے
اور اس کے فرشتے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں اُن گھر والوں پر جو مل کر کھائیں (احیاء)
اور بیوی کو مالِ حلال سے کھلائے اور اولاد، بیوی وغیرہ کی وجہ سے کسبِ حرام
میں مبتلا نہ ہو۔ ساتواں ادب یہ ہے کہ بیوی کو حیض، وضو، غسل، نماز، روزے، زکوٰۃ

اس لئے یہ اندیشہ تھا کہ خود کفار اسلامی لباس اختیار کر کے تشبّہ پیدا کر دیں۔ اس لئے یہ احکام ذمیوں پر جاری کئے گئے۔ ہائے افسوس آج کافر مسلمانوں کا نہیں بلکہ مسلمان کافروں کا لباس اختیار کر رہے ہیں۔ اسی انداز کے احکام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی جاری فرمائے۔ اب رہا فقہی اعتبار سے تشبہ کا حکم کیا ہے؟ تو سُنئے کہ مذاہبِ اربعہ تشبّہ بالکفار کی حرمت اور ممانعت کا کھُلا اعلان کر رہے ہیں، جن کی تفصیلات کو بوجہِ اختصار چھوڑنا پڑا حتیٰ کہ فقہاء نے مجوس کی مذہبی ٹوپی اور زنار وغیرہ باندھنے کو کفر شمار کیا ہے۔ رہی یہ بات کہ ایک مسلمان کلمہ اور نماز پڑھنے کے باوجود زنار باندھنے یا کفار کی ٹوپی اوڑھنے سے کافر کیوں ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں قاضی بیضاوی عہ کی عبارت پیش کر دینا کافی ہے جو یہ ہے کہ غیار پہننا، زنار باندھنا کفر اس لئے شمار کیا گیا کہ ان کا پہننا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر دلالت کرتا ہے۔ یقیناً جس نے حضورؐ کی تصدیق کی ہے وہ بظاہر ان چیزوں کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اور یہ تو کھُلی بات ہے کہ اگر برطانیہ کی رعایا کا کوئی شخص جرمن لباس و نشان کے ساتھ پایا جائے گا اس کو جرمن ہی سمجھا جائے گا اور گرفتار کر لیا جائے گا اور اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور اس کو ایسا کرنے سے روکا جائیگا۔ اگر ایسا شخص جنگ کے وقت ملے گا تو گولی مار دیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تشبہ بالکفار کا مسئلہ ایک حد تک آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ اب میں لباس کی کیفیت اور حدود کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تہذیبِ اسلامی میں پاجامہ تہبند کا ٹخنوں سے نیچے تک مکروہِ تحریمی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کا ازار نصف پنڈلی تک۔

عہ انما عد لبس الغیار و لشد الزناد و نحوھا کفرا لانھا تدل علی التکذیب فان من صدق الرسول لا یجتری علیھا ظاهرا لا انھا کفر فی نفسھا بیضاوی

کو پورا نہ کرنا اور سب کے ساتھ رہنے پر مجبور کرنا، یہ تمام باتیں ظلم ہیں اور ظلم گناہِ کبیرہ میں سے ہے۔ لہٰذا اس قسم کے ظلموں کی جوابدہی قیامت میں کرنی پڑے گی۔ ہاں اگر اس کو سمجھا کر راضی اور خوشی سے یہ کام لئے جاویں تو مضائقہ نہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی سُن لیجئے کہ سزا دینا، جس قسم کی باتوں پر جائز ہے وہ یہ ہیں۔ فرض عبادتوں کے چھوڑنے پر، مالِ شوہر قصداً برباد کرنے پر، بے پردگی اور تاکنے جھانکنے پر، تماشوں تفریحوں اور دوسرے عزیزوں سے ملنے کے اصرار کرنے پر، بمناسب حیثیت سے زیادہ عمدہ کھانا کپڑا طلب کرنے پر، بلا اجازت گھر سے باہر نکلنے پر، حقوق شوہر مثلاً شوہر کے لئے زینت نہ کرنے پر، عصمت میں خیانت کرنے پر، گالیاں اور فحش بکنے پر، شوہر کے خانگی امور بوجہ نشوز ناراضگی انجام نہ دینے پر، مذکورہ بالا طریقہ سے سزا دینا جائز ہے، لیکن اتفاقی غلطیوں پر سزا جائز نہیں۔ اب دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو آدابِ معاشرۂ اسلامی کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری اور ہمارے متعلقین کی غلطیوں، گناہوں کو معاف فرمائے اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے آمین یا رب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ اجمعین۔ عہ

عہ اعوذ باللہ وعاشروھن بالمعروف۔ فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ بارک اللہ الخ

خطبۂ جمعہ دوم ماہِ جمادی الثانی دربیان آدابِ معاشرۂ اسلامیہ

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی

تہذیبِ لباس

الحمد للہ الذی ستر سوآتنا بسترہ الجمیل ○

وعظ جمعہ دوم ازماہِ جمادی الثانی دربیانِ آدابِ معاشرۂ اسلامیہ

بسلسلۂ تہذیب اسلامی: تہذیبِ لباس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی! اَمَّا بَعْد

برادرانِ ملّت! جس طرح انسان نام ہے ایک ایسے وجود کا جس کے تمام اجزا واعضا مناسب ترتیب کے ساتھ موجود ہوں۔ اسی طرح اسلام نام ہے ایسے مجموعۂ اعمال کا جس میں اسلام کے تمام ارکان واجزا مناسب ترتیب کے ساتھ جمع ہوں۔ آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ سے ثابت ہے کہ اسلام ایک کامل ومکمل مذہب ہے۔ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر اُس کی ہدایات حاوی ہیں یہی اس مذہب کی وہ امتیازی شان ہے جو کسی دوسرے مذہب میں نہیں پائی جاتی اسی لئے مسلمان کی عبادت جس طرح دوسرے مذاہب کی عبادت سے ممتاز ہے۔ اسی طرح اس کی تجارت، زراعت، سیاست، تہذیب وتمدن اور معاشرہ بھی دوسرے مذاہب سے بالکل جُدا اور امتیازی شان رکھتی ہے۔ نتیجتاً اچھا مسلمان وہی ہوسکتا ہے جو اپنی زندگی کے تمام حالات میں اسلامی ہدایات کو اختیار کرے۔ اسلام نے ہمیں ایک مخصوص تہذیب بھی سکھائی ہے۔ جس کے اجزا ہر جمعہ کو قسط وار آپ کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں۔ اُنہی میں سے ایک جُز تہذیبِ لباس بھی ہے، جس کے متعلق اسلامی ہدایات آج پیش کرتا ہوں۔

چنانچہ عرض ہے کہ اسلام نے لباس کی وضع قطع اور صورت وہیئت کے اعتبار سے کسی خاص شکل یا فیشن کو مقرر نہیں کیا، بلکہ وضع وقطع کے متعلق دو اصول مقرر کئے ہیں، جن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر وضع کا لباس مسلمان

استعمال کرسکتا ہے۔ ان میں ایک اصول تو یہ ہے کہ مسلمان مرد وعورت ایسی وضع کا لباس پہنیں جس میں بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا ضروری ہے پوری طرح چھپ جائے اور کشفِ عورت لازم نہ آئے۔ جو لباس جس قدر زیادہ ستر کو چھپانے والا ہوگا، اسی قدر اسلامی لباس کہلائے جانے کا زیادہ مستحق ہوگا اور وہ خدا اور رسولؐ کے نزدیک پسندیدہ ہوگا۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ اس لباس کی وضع قطع اور مجموعی صورت غیر جنس کے لباس کے ساتھ مشابہ نہ ہو، مثلاً مرد کے لباس کی صورت عورت کے لباس سے یا عورت کے لباس کی صورت مرد کے لباس کے ساتھ اور مسلمان کے لباس کی صورت کفار کے لباس کے ساتھ مشابہ نہ ہو کہ آدمی اس کو پہن کر کافر صورت معلوم ہونے لگے اور نہ ایسا لباس ہو جو کفار کے ساتھ خاص ہو یا ان کے شعار میں داخل ہو لہٰذا جس قدر لباس میں کفار سے مشابہت زیادہ ہوگی، اسی قدر سخت ممانعت کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔ اب ان دو اصول کو سامنے رکھ کر آپ ہر لباس کے متعلق اسلامی تہذیب میں داخل ہونا اور اس کا جائز ہونا یا نہ ہونا معلوم کرسکتے ہیں۔

مثال کے طور پر موجودہ مروجہ لباس میں سے ایک مثال نیکر پہننا ہے۔ یہ ناجائز اور حرام ٹھہرتا ہے، کیونکہ عموماً گھٹنوں سے اوپر نصف ران تک ہوتا ہے، حالانکہ مرد کو گھٹنوں تک بدن ڈھانکنا فرض ہے اور مثلاً ہیٹ، کوٹ، پتلون، ٹائی، جوتا، یہ مجموعی لباس بھی ناجائز ٹھہرتا ہے، کیونکہ علاوہ ممالکِ یورپ کے دیگر ممالک میں بھی عموماً کفار کا لباس ہے اور کفار سے اس میں پوری مشابہت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح باقی لباس کی قسموں پر غور کرلیجئے، جس لباس میں پوری مشابہت کفار کے ساتھ ہوگی وہ ناجائز ہے اور جس میں زیادہ مشابہت ہوگی وہ مکروہ ہوگا اور جس میں بالکل کم مشابہت ہوگی، وہ خلافِ اولیٰ ہوگا اور لباس میں سے وہ چیز جو کسی قوم

کفار کا مخصوص شعار سمجھا جاتا ہو وہ حرام ہوگی، جیسے زنّار وغیرہ کہ ہندوؤں کا
شعارِ خاص ہے، نیز مردوں کا لباس خواہ وہ فوجی ہو ویسا عورتوں کو پہننا حرام
ہے، کیونکہ اس میں خلافِ جنس یعنی مردوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ حدیث
شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، اس مرد پر جو
عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں کا لباس پہنے اور مسلمان عورتوں
کو ہندو عورتوں کا یا انگریزی عورتوں کا لباس پہننا بھی منع ہے۔ اس ممانعت کے
درجات بھی مختلف ہیں مثلاً انگریزی کُرتہ یا گَون گھٹنوں تک، اندر جڈی، پنڈلیاں
کھلی ہوئی، یہ لباس قطعاً سخت حرام ہے، کیونکہ اس میں کفار کے ساتھ پوری مشابہت
اور ستر کا کھلنا دونوں باتیں اسلامی اصول لباس کے خلاف ہیں۔ انگریزی گَون اور
پاجامہ بغیر ڈوپٹہ کے یہ بھی حرام ہے، کیونکہ سر کھلا رہا جو کہ عورت کے ستر میں داخل
ہے۔ انگریزی گَون، ڈوپٹہ، ازار یہ بھی مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ گَون میں سینہ، گلا
بازو کھلے رہتے ہیں اور اس کی وضع میں مشابہت بالکفار بھی موجود ہے۔ مردوں
میں نیم آستین کی قمیص بوقتِ نماز مکروہ ہے، کیونکہ کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا
مکروہ ہے۔ چھوٹی قمیص، کوٹ اور پاجامہ یہ لباس بھی شرعی نقطۂ نظر سے ناپسند کیا
جاتا ہے، کیونکہ اس میں سُرین اور اعضاءِ مخصوصہ کی شکل اکثر حالات میں خصوصاً
سجدہ کی حالت میں محسوس ہوتی ہے۔ ان جزئیاتِ لباس پر مختصر کلام کرنے کے بعد
اب اصول منع تشبہ بالکفار کے متعلق عقل اور نقل کی روشنی میں کچھ مختصر گفتگو
کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ پہلا اصول یعنی مرد کو عورت کا لباس و بالعکس سب کے
نزدیک مُسلّم ہے، لیکن اصول منع تشبہ بالکفار کے متعلق بعض ان مسلمانوں کو
تامّل ہے جن کا نشو ونما غیر اسلامی ماحول میں ہوا اور اسلامی شعائر اور اسلامی تہذیب
کا اہتمام اُن کے قلب و دماغ میں نہیں رہا۔ اُن کی آگاہی کے لئے عرض ہے

ہر قومیں اور مذاہب اپنے خصوصیات ہی کی وجہ سے بنتے اور بگڑتے ہیں۔ جو قوم اپنی
قومی خصوصیات کھو بیٹھیگی وہ یقیناً اپنے وجود کو خود آپ فنا کرے گی اور جس مذہب کے
پیرو اپنی مذہبی خصوصیات برباد کردیں گے وہ یقیناً اپنے مذہب کو مٹانے کے
باعث ہوں گے اور خصوصیات کو باقی رکھنے کی صرف یہی تدبیر ہوسکتی ہے کہ غیروں
کے اوضاع و اوصاف سے اپنوں کو محفوظ رکھا جائے۔ اس لئے دوسروں کی مشابہت
سے منع کرنا ہی ایک ایسا اصول ہے جس کے ذریعہ مذہب اور اس کے حدود کو فنا اور
اختلاط والتباس سے بچا سکتے ہیں اور صرف اسلام ہی بوجہ اپنی عالمگیر وسعت اور
کامل و مکمل ہونے کے اس کا حقدار ہے کہ اس کی حدود و اصول وغیرہ کو غیروں
کے اختلاط سے محفوظ کیا جائے۔ دوسرے مذاہب ناقص ہیں اس لئے ان میں
یہ اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ جہاں بھی عمدہ چیزیں پائیں حاصل کرلیں، لیکن
ملتِ اسلام تو کامل و مکمل ہے، لہٰذا اس میں منع تشبہ کا اصول ہونا لازمی ہے اور
اس کے ماننے والوں کو کسی طرح مذہب کی طرف سے یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ
وہ غیروں سے تہذیب و تمدن کی بھیک مانگتے پھریں۔ سخت افسوس ہے ان مسلمانوں
پر جنھوں نے اسلامی تہذیب کو ناقص سمجھ کر یا اپنے لئے غیر ضروری چیز جان
کر کفار کا نمونہ و تہذیب اختیار کی اور خود ہی نہیں بلکہ ہزارہا مسلمانوں کو
اس گمراہی میں مبتلا کردیا۔ اسی گمراہی نے ہمارے دماغوں سے حقیقی اسلامی
اسپرٹ بالکل فنا کردی ہے۔ انھیں میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو اقرار کرتے
ہیں کہ اسلامی تہذیب سب سے بہتر ہے اور اسلامی کلچر تہذیب و تمدن کی حفاظت
کا دعویٰ بلند آواز اور پُرجوش تقریروں میں کرتے ہیں، مگر عملی حیثیت سے
یہ حال ہے کہ سر سے پیر تک ہندو بنے ہوئے ہیں یا انگریزی روپ لئے ہوئے ہیں
بھلا جن کی ذہنیت کفر کی ذہنیتوں کے سامنے شکست خوردہ ہوگئے لیکن کیا وہ اسلام

اسلامی تہذیب و تمدن کی کیا حفاظت کر سکیں گے۔ خیر، عقلی طور پر تو یہ بات واضح ہوگئی کہ کفار کے ساتھ مشابہت سے منع کرنے کا قانون اسلامی قوانین میں ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اب میں نقلی طور پر عرض کرتا ہوں کہ قرآن اور حدیث میں کفار کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے سے اور تمام ایسے اسباب کے اختیار کرنے سے بھی منع فرمایا گیا جن سے مخالطت اور حق و باطل کا التباس پیدا ہو سکتا ہو چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ یعنی اے ایمان والو! کافروں کی طرح مت ہو جاؤ۔ یہ مفہوم عام ہے جس میں ہر طرح کی مشابہت داخل ہو کر ممنوع قرار پاتی ہے۔ مشابہت اور مخالطت کا ایک سبب یہ ہے کہ کسی کو کسی سے قلبی تعلق یا میلان پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی منع فرمایا ہے کہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ۔ اے ایمان والو تم میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اوضاع و اطوار میں مشابہت کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ باوجود قلبی نفرت کے آدمی ان کے ساتھ بیٹھے اٹھے اور ان کی باتیں سنے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی منع فرمایا۔ ارشاد ہے کہ فَلَا تَقْعُدُ مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ۔ یعنی ان کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ دین پر اعتراض چھوڑ کر اور باتوں میں لگ جائیں۔ ان آیات سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے عقائد و اعمال میں جن اسباب سے مشابہت یا خلط ملط کا اندیشہ ہو سکتا تھا، ان سے بھی ممانعت فرمائی ہے اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابوداؤد) یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت پیدا کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ یہ حدیث بالکل صحیح السند ہے اور اس میں بھی مشابہت

عام ہے۔ لہٰذا اس کی رُو سے مسلمان کو کفار کے ساتھ ان کی مخصوص وضع میں ہر قسم کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع قرار پاتا ہے۔ اس قسم کے تمام احکام سے مقصود یہی ہے کہ اسلام کی ہیئت مجموعی اور اس کی خصوصی امتیازات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ جو ایک طرف مذہبی پابندی کی سختی میں اور دوسری طرف سیاست میں ممتاز ہیں، تمام فاتح لشکروں کو احکام بھیجتے ہوئے شدت کے ساتھ کفار کے اوضاع اطوار لباس وغیرہ اختیار کرنے سے ممانعت کا حکم فرماتے ہیں۔ ایک فرمان میں لکھتے ہیں۔ اِیَّاکُمْ وَالتَّنَعُّمَ وَزِیَّ الْاَعَاجِمِ خبردار ناز و نعمت کی زندگی اور عجمیوں کے لباس و ہیئت سے بچے رہنا، یعنی ان کو ہرگز اختیار نہ کرنا۔ جب کوئی ملک فتح ہوتا تو آپ ذمی رعایا سے بھی ایسی باتوں پر عہد لیتے۔ جن پر عمل کرنے سے مسلمانوں اور کافروں میں تمیز اور خصوصیات باقی رہیں۔ اس قسم کے ایک عہد نامے کے چند جملے یہ ہیں، جو ذمی کافروں سے عہد لیا گیا تھا کہ "ہم مسلمانوں کی توقیر کریں گے۔ جب وہ ہماری مجلسوں میں بیٹھنے کا ارادہ کریں تو ہم اٹھ جائیں گے۔ ہم ان کے ساتھ لباس، ٹوپی، عمامہ جوتے، سر کی مانگ وغیرہ کسی بات میں اُن سے مشابہت اختیار نہیں کریں گے۔ جہاں بھی رہیں گے اپنی ہی وضع پر رہیں گے الخ" (مختصراً) کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اس قسم کا عہد کافروں سے لینے کی کیا وجہ تھی۔ یہی کہ دو قوموں میں باعتبار مذہب اور معاشرت کے کھلا ہوا امتیاز رہنا چاہئے۔ ایک مرتبہ آپ نے یہ حکم بھیجا کہ وَلَا یَلْبِسُوْا لُبْسَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی یُعْرَفُوْا۔ اور وہ (یعنی کفار) مسلمانوں کا لباس نہ پہنیں تاکہ وہ پہچانے جائیں۔" (الاقتضاء) مسلمان فاتح تھے، اس لئے یہ اندیشہ تو تھا ہی نہیں کہ مسلمان ان کا لباس اختیار کریں گے۔ ہاں فاتح کا اثر چونکہ مفتوح پر پڑتا ہے

علہ التشبہ فی الاسلام ۱۲

ادا، قضا وغیرہ کے مسئلے سکھائے اور اہل سنت والجماعۃ کے عقائد سمجھائے اور ہر قسم کی بدعتوں، رسموں کی برائی بتائے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں حکم دیا ہے کہ "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ"۔ افسوس ہے کہ آج ہم نے عورتوں کے دین کی طرف سے اس قدر غفلت کر رکھی ہے کہ گویا وہ حیوانوں کی طرح ہیں، جن پر نماز روزہ کچھ فرض ہی نہیں۔ یاد رکھئے کہ کل قیامت میں اس غفلت کے متعلق خدا کے سامنے آپ کو بھی جواب دینا پڑیگا۔

آٹھواں ادب یہ ہے کہ اگر کئی بیویاں ہوں تو ان کو کھلانے پلانے پہنانے اور ان سے ملنے میں برابری قائم رکھے۔ نواں ادب یہ ہے کہ اگر بیوی سے ایسی نافرمانی صادر ہو جس پر تنبیہ کرنا جائز ہو تو اول اس کو نرمی سے سمجھائے اور ڈرائے۔ اگر اس پر بھی نہ مانے تو سونے میں اپنی پشت پھیرے یا بستر میں علیحدگی اختیار کرے۔ اگر اب بھی درست نہ ہو تو پھر مناسب مار مارے، جس سے اسے تکلیف تو ہو، لیکن کوئی ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹے، خون نہ نکلے اور چہرہ پر نہ مارے۔ دسواں ادب یہ ہے کہ گھر میں لڑکی پیدا ہونے پر کسی قسم کا رنج وملال نہ اپنے دل میں محسوس کرے نہ بیوی پر ظاہر کرے۔ یہ کل دس آداب ہیں۔ جن کا جاننا اور یاد رکھنا اور جن کے مطابق چلنا ہر شادی شدہ مسلمان کو ضروری ہے ورنہ ہرگز بیوی کے حقوق ادا نہ کر سکے گا۔ جس کے متعلق خدا کے یہاں سخت بازپرس ہوگی۔

اس موقعہ پر بعض مظالم کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے جو عموماً عورتوں پر کئے جاتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ عورت کا مال بغیر اس کی رضامندی کے لینا اور خرچ کرنا، بیوی کے باپ کے ترکہ کا حصہ زبردستی کر کے حاصل کرنا، اس کا مہر زبردستی معاف کرانا، دور سے بھی ماں باپ کے ساتھ ملاقات کرنے سے منع کرنا، خسر، دیور، جیٹھ ساس، نندوں وغیرہ کی خدمت کرنے پر اس کو مجبور کرنا، علاحدہ گھر کے مطالبہ

ہے اور ٹخنوں سے اوپر تک میں بھی مضائقہ نہیں اور اس سے نیچے ہو تو وہ دوزخ کی آگ میں ہے اور جو اپنا ازار اترا کر کھینچتا چلا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرم نہ فرمائے گا (موطا مالک)۔ نئی روشنی کی اندھیری پر غور فرمائیے کہ مرد جس کے بدن کا اکثر حصہ کھلا رہنا کچھ زیادہ معیوب نہیں، اس کے لئے موجودہ بدتمیزی ایسا پتلون زیادہ پسند کرتی ہے جو جوتے کو چھپا کر زمین میں گھسٹتا جائے اور عورت جس کے بدن کا چھپانا ضروری تھا، اس کو اتنا ننگا کرنا پسند کرتی ہے کہ اس کا پاجامہ تنگ اتروا دیا گیا۔ کیا یہ انتہائی حماقت سے کچھ کم بات ہے عورتوں کو بہت باریک لباس پہننا جس میں بدن جھلکے یا اتنا چست لباس پہننا جس میں بدن کی وضع نظر آئے ناجائز ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں بہت سی کپڑا پہننے والیاں آخرت میں ننگی شمار ہوں گی (بخاری) اب رہی یہ بات کہ لباس کس چیز کا ہو۔ اس میں اسلامی تہذیب کا فیصلہ یہ ہے کہ مرد کو سونا اور سونے کا ایسا کام کیا ہوا کپڑا جس میں دور سے کپڑا نظر نہ آئے اور چار انگل سے زائد ہو نیز خالص ریشم کا کپڑا، جس میں غالب ریشم ہو حرام قرار دیا ہے۔ ہاں عورتوں کے لئے جائز ہے۔ لڑکوں کو سونے چاندی کا زیور، ریشمی کپڑا، ریشمی مخمل، سونے چاندی کا تعویذ بنا کر پہنانا جائز نہیں۔ بعض لوگ زری کی پگڑی یا زری کی ٹوپی پہنتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ اگر یہ کام چار انگشت سے زائد چوڑا ہو تو یہ حرام ہے۔ لباس فاخرہ جو شہرت اور فخر کے لئے پہنا جائے وہ بھی ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص شہرت کا لباس پہنے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو وہی لباس پہنائے گا۔ پھر اس میں آگ لگا دی جائے گی۔ (ابوداؤد) لباس اپنی حیثیت سے بہت کم درجہ کا بھی نہ پہننا چاہئے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ "میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ میرے اوپر میلے کپڑے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس مال

ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا۔ جب اللہ نے تجھ کو مال دیا ہے تو اللہ کی
نعمت کا اثر اپنے اوپر ظاہر کر (نسائی) بزرگو! لباس کے متعلق ضروری مسائل
عرض ہو چکے۔ اب دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو
اسلامی تہذیب و معاشرۃ اختیار کرنے کی توفیق دے اور کافروں کی تہذیب و
معاشرۃ کے ناپاک اثرات سے ہمیں محفوظ رکھے اور ہمارے گناہوں کو معاف
فرمائے۔ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

ف أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا
تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ٥ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ الخ

خطبۂ جمعہ سوم ماہ جمادی الثانی دربیانِ آدابِ معاشرۃِ اسلامیہ

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی

تہذیبِ زینت اور حلق لحیہ کی ممانعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ
تَقْوِيْمٍ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهُ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ وَأَشْهَدُ أَنَّ
سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الرَّؤُوْفُ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْقَزَعِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ + اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى وَ فِي رِوَايَةٍ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ ○ اَعُوْذُ بِاللهِ الخ مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا الخ بَارَكَ اللهُ الخ

وعظِ جمعہ سوم ماہ جمادی الثانی در آدابِ معاشرۂ اسلامی

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی

تہذیبِ زینت اور رِیش کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْد

برادرانِ ملت! معاشرۂ اسلامیہ کے سلسلہ میں تہذیبِ لباس کے متعلق آداب بیان کئے جاچکے ہیں۔ آج آدابِ زینت کے متعلق چند مسائل گوش گذار کرنا چاہتا ہوں۔ زینت کے سلسلہ میں عورتوں کے لئے ہر قسم کے رنگ کا کپڑا جائز ہے جبکہ

اس کے ساتھ کوئی غلط عقیدہ وابستہ نہو، مثلاً محرم میں سیاہ رنگ کو خاص کر لیتا وغیرہ لیکن مردوں کو شوخ و سُرخ رنگ کا لباس مکروہ تحریمی ہے (شامی) انگوشی عورت کو صرف سونے چاندی کو جائز ہے۔ دوسری دھاتوں کی جائز نہیں، مرد کو صرف چاندی کی انگوٹھی جس کا وزن ایک مثقال یعنی ۴ ½ ماشہ سے کم ہو، جائز ہے، مگر پھر بھی بلا ضرورت انگوٹھی پہنتا شریعت کی نگاہ میں ناپسند ہے۔ ہاں قاضی، حاکم وغیرہ کو حکم ناموں پر مہر لگانے کے لئے پہننے میں مضائقہ نہیں (شامی) اور مرد کو سونے کے بٹن خواہ زنجیر دار ہوں یا بلا زنجیر استعمال کرنا جائز نہیں۔ چاندی کے بٹن زنجیر دار مرد کو ناجائز ہیں۔ زینت کے لئے تصویر بھی لگائی جاتی ہے، حالانکہ تصویر رکھنا اور بنانا دونوں ناجائز ہیں اور کسی کی تعظیم کے لئے تصویر رکھنا شرک کا شعبہ ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (ترمذی) مہندی کا خضاب لگانا، جس سے ہلکی سُرخی آتی ہو جائز ہے اور سیاہ خضاب جس سے بڑھاپا چھپ جائے حرام ہے۔ خوشبو کے متعلق اسلام کی تہذیب یہ ہے کہ رنگدار ہلکی خوشبو عورتیں لگائیں اور بے رنگ کی مرد استعمال کریں، جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے۔ اب رہی وہ زینت جو اعضائے جسم سے تعلق رکھتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اکثر کو ایک حدیث میں اس طرح جمع فرمایا ہے کہ دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ مونچھوں کا کاٹنا، داڑھی کا بڑھانا، مسواک کرنا، ناک کو پانی سے صاف کرنا، کلی کرنا، ناخن کاٹنا، انگلیوں کی جڑوں اور جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال صاف کرنا، موئے زیرِ ناف دور کرنا، پانی سے استنجا کرنا (ابوداؤد) ان دس آدابِ اسلامی میں سے اکثر پر آپ کا عمل ہے، لیکن مسواک مسلمانوں سے رخصت ہو رہا ہے، کیونکہ معلم یورپ نے برش

اور ٹوتھ پاؤڈر استعمال کرنا ہم کو سکھا دیا ہے۔ مونچھیں کٹانا بھی ہم نے اس لئے اختیار کیا ہے کہ مغربی تہذیب نے اس کو پسند کر لیا ہے۔ اب رہی داڑھی اس کے متعلق عرض ہے کہ عقلی، طبی اور دینی تینوں نظریوں کے لحاظ سے داڑھی رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ وقار اور رعب قائم رکھنا انسانی زندگی کے لئے بہت مفید ہے اور یقیناً داڑھی ہی چہرہ کو باوقار اور رعب دار بناتی ہے۔ نیز سوچو کہ قدرت نے مرد اور عورت کے درمیان کیا فرق رکھا ہے۔ ایسا نمایاں فرق بتاؤ جو دُور سے سرسری نظر میں معلوم ہو سکے۔ ایسا فرق صرف ایک ہی ہے کہ قُدرت نے عورت کو داڑھی سے محروم کر دیا ہے اور مرد کو یہ حُسنِ مردانہ عطا فرمایا ہے۔ نیز ظاہر کا اثر باطن پر یا بیرونی حالات کا اثر دماغ و ذہنیت پر پڑنا یقینی ہے۔

بہت سے نوجوانوں میں زنانہ ایکٹ کرتے رہنے کی وجہ سے زنانہ خو بو پیدا ہو جانے کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے جس سے بزدلی اور نامردی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ہماری بزدلی کا یہ عالم ہے کہ قربانی کا بکرا بھی ذبح نہیں کر سکتے اور بعض ایسے رستم ہیں کہ ذبح کردہ بکرا دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اس قدر بزدلی پیدا ہونے کے اسباب گو بہت سے ہیں لیکن ان میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہمارے دماغ پر نسوانی تخیلات اور صنفِ نازک کی شکلوں سے بھرے ہوئے ماحول نے اس قدر قبضہ جما لیا ہے کہ وہ ہماری مردانہ خصوصیات پر اثر انداز ہو رہے ہیں پس ہمیں مردانگی کے جوہر کو صیقل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایسے تخیلات اور اشکالِ نسوانی کے ماحول کو اپنی نظروں سے دُور کر دیں تاکہ آنکھوں کے ذریعہ یہ زہر بھرا اثر ہمارے دماغ کو ماؤف نہ کر سکے۔ طبی نقطۂ نظر سے داڑھی رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ طب کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ جس عضو پر خراش پہنچائی جائے گی، اس طرف خون کا رجوع زیادہ ہو جائے گا اور اس کا تغذیہ زیادہ ہوگا۔ داڑھی مُنڈانے میں رخسار پر خراش ہوتی ہے۔ لہٰذا سر اور

آنکھوں کی طرف سے جو کہ قریبی اور زیادہ قیمتی اعضا ہیں خون رخسار کی طرف آئیگا، جس کی وجہ سے دماغ اور قوتِ بینائی کے تغذیہ میں کمی ہو کر غیر محسوس طریقہ پر ضعف پیدا ہوگا، حالانکہ دماغ اور آنکھوں کا قوی رکھنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ پس داڑھی منڈانا بینائی اور دماغ کے لئے سخت مضر ہے، جس کی مضرت فی الفور محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں ایک عرصہ کے بعد محسوس بھی ہو جاتی ہے، جیسے کہ بکثرت چلانے کی مضرت فی الفور نہیں بلکہ عرصہ کے بعد معلوم ہوتی ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ نظر کی کمی اور دماغ کی کمزوری کی شکایت بہت زیادہ عام ہو گئی ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ ضعفِ بصارت و دماغ اور قلتِ عمر کا صرف یہی سبب ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے دیگر خفیہ اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے۔ نیز تجربہ ہے کہ اگر کسی کی خصیتین نہ ہوں یا چھوٹے ہوں تو اس کے داڑھی نہ آئے گی۔ اگر کسی بچہ کے خصیتین نکال دیئے جائیں تو بلوغ کے بعد داڑھی پیدا نہ ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خصیتین اور رخسار میں ضرور کوئی خفیہ تعلق ہے۔ اس تعلق کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ اگر داڑھی منڈائی جائے گی تو خون کا رجوع رخسار کی طرف ہو کر خصیتین میں ضرور کمزوری پیدا ہوگی، جس سے قوت باہ کمزور ہوگی۔ ممکن ہے کہ آج کل باہ کی عام کمزوری کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہو۔ بہرحال ان طبی وجوہات کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے لئے کامل اور عمدہ تندرستی چاہتا ہے۔ اسے داڑھی ضرور رکھنی چاہئے تاکہ داڑھی منڈانے کی غلط حرکت اس کی جسمانی کمزوری کا سبب نہ بنے۔ شرعی نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو اسلامی تہذیب کے وہ دو اصول کہ عورت اور مرد میں امتیاز اور کافر و مسلم میں فرق قائم رکھنا یہ دونوں اُصول داڑھی منڈانے کو صاف منع کرتے ہیں۔ التشبہ بالکفار سے روکنا شریعت کا خاص اور اہم اصول ہے، جس پر تمام اسلامی تہذیب کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔

بلکہ شریعت کے تمام مسائل خواہ عقائد ہوں یا اعمال، عبادات ہوں یا معاملات ہر جگہ اس اصول کا اول سے آخر تک لحاظ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا داڑھی کے بارے میں بھی اس اصول کو شریعت ہرگز فراموش نہیں کر سکتی تھی، اسی لئے شارع علیہ السلام نے داڑھی رکھنے کی سخت ترین تاکید فرمائی اور داڑھی منڈانے سے سخت نفرت کا اظہار فرمایا، کیونکہ وہ اپنے عمل سے شریعت کے اس زرّین اصول کو برباد کر رہا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ داڑھی کا مسئلہ اسلام میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن یہ خیال غلط ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کو ماننا ضروری ہے اور آپ کے حکم کی مخالفت کرنا، یعنی اس کو نہ ماننا یا مان کر اس کو نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا الآیہ "پس قسم ہے آپ کے رب کی وہ ہرگز ایمان والے نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنے اختلافی مسائل میں آپ کو حکم اور جج نہ بنائیں۔ پھر آپ کے فیصلہ سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور پوری طرح آپ کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں" اس آیت کے مضمون پر غور فرمائیں۔ پھر بتلائیں کہ داڑھی کے بارے میں حضور کا فیصلہ آپ کو تسلیم ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو آپ مومن نہیں رہتے۔ اگر منظور ہے تو آج سے داڑھی رکھنا شروع کر دیں اور اگر آپ فیصلہ منظور کر لیں مگر داڑھی نہ رکھیں تو یہ منظور کرنا ایسا ہے جیسا بیٹا باپ کے ہر حکم کو جی ہاں جی ہاں کہہ کر مانے مگر عمل نہ کرے۔ بتلائیے تو سہی اس کا باپ کیا کہے گا۔ یہی نا کہ میرا بیٹا میرا حکم نہیں مانتا۔ تو جب آپ اس "جی ہاں" کے دھوکے میں نہیں آتا تو کیا خدا کو آپ اس قسم کا دھوکہ دے سکیں گے۔ ہرگز نہیں تو پھر انجام سوچئے اور سنئے۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے۔ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ "ان لوگوں کو جو حضور کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں کوئی فتنہ (دنیوی تکلیف) یا خدا کی طرف سے دردناک عذاب نہ پہنچ جائے" ظاہر ہے کہ داڑھی منڈانا حضور کے حکم "داڑھی بڑھاؤ" کی صریح وصاف مخالفت ہے۔ خصوصاً جب کہ آپ کا صریح حکم معلوم ہو چکا ہو پھر بھی منڈواتے رہنا کھلی مخالفت ہے اور چونکہ خدا کا وعدہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اس آیت میں دردناک عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنا انجام سوچ لینا چاہئے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ "جو شخص[1] ہدایت معلوم ہو جانے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مومنین (صحابہ) کے طریقہ کے خلاف چلے ہم اُسے دنیا میں جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے کرنے دیں گے اور آخرت میں جہنم میں جھونک دیں گے جو بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔" فرمائیے کہ رسول کی داڑھی کے بارے میں کیا ہدایت ہے اور صحابہ کا طریقہ اس میں کیا ہے۔ یہی کہ داڑھی رکھنا۔ تو پھر منڈوانا ہدایتِ رسول اور طریقہ صحابہ کی مخالفت کرنا ہوا یا نہیں۔ اب انجام سوچئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسول کی اطاعت کرو اور رسول اللہ صلعم کا حکم ہے کہ داڑھی رکھو۔ پس حضور کا یہ حکم دراصل خدا ہی کا حکم ہے۔ خصوصاً جبکہ خود اللہ نے فرما دیا کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (یعنی رسول) اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے۔ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وحی ہے جو خدا کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ اس قرآنی نص کے اقتضاء سے معلوم ہوا کہ داڑھی کا حکم بھی خدا کی طرف سے دیا ہوا ہے۔ کیا اب بھی کسی کو داڑھی رکھنے کے واجب ہونے میں شک ہو سکتا ہے۔ اب داڑھی کو حدیث شریف کی روشنی میں دیکھئے کہ حضور علیہ

[1] ومن یشاقق الرسول الآیۃ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو۔ داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ (بخاری ومسلم) ابن عمرؓ کی دوسری روایت میں آپؐ نے فرمایا کہ مونچھیں کاٹو اور داڑھی بڑھاؤ یعنی چھوڑ دو (بخاری) ابوہریرہؓ کی روایت میں آپ نے فرمایا کہ مونچھیں کاٹو اور داڑھی چھوڑ دو اور مجوس کی مخالفت کرو۔ ایک اور حدیث میں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے حکم دیا ہے مونچھوں کے کم کرنے اور داڑھی کے بڑھانے کا (مسلم) داڑھی کے متعلق بہت سی احادیث ہیں سے بوجہ اختصار یہ چند حدیثیں پیش کی گئی ہیں۔ ان کے مضمون میں غور فرمائیے کہ ہر حدیث میں حضور صلعم نے امر کا صیغہ استعمال فرمایا ہے جو عموماً وجوب کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور پھر سب میں ثلاثی مزید فیہ کے صیغے اعفوا۔ اوفوا۔ ارخوا۔ وفروا استعمال فرمائے ہیں، حالانکہ ثلاثی مجرد کے صیغوں سے بھی یہ مطلب ادا ہو سکتا تھا، مگر زیادہ تاکید فرمائی مقصود تھا۔ اسی لئے مزید فیہ کے صیغے استعمال فرمائے۔ پھر حضرت ابن عمرؓ نے تو حکم ہونے کی تصریح ہی فرمادی کہ "حضور انورؐ نے ہم کو حکم دیا" جس سے وجوب کی تاکید ہوتی ہے اور سنئے کسریٰ کے حکم سے باذان حاکم یمن نے دو قاصد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیقات کے لئے بھیجے، جن کی مونچھیں بڑی اور داڑھی چھوٹی کٹی ہوئی تھی (جیسی کہ آپ میں بعض لوگ جو اپنے آپ کو بڑا دیندار سمجھ کر داڑھی رکھتے ہیں مگر کتاتے ہیں) الغرض جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو حضور انورؐ نے ان کی طرف نگاہ اٹھاکر بھی دیکھنا پسند نہ کیا اور فرمایا تم کو اس (داڑھی کٹانے) کا حکم کس نے دیا۔ انہوں نے کہا ہمارے رب کسریٰ نے۔ تب حضور نے فرمایا کہ میرے رب نے تو مجھ کو داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم دیا ہے۔ (طبقات ابن سعد از ابن عمرؓ) دیکھئے اس واقعہ سے صاف معلوم ہوا کہ داڑھی کا حکم خدا کی طرف سے ہے۔ ایک اور

حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اے رُوَیفع، شاید کہ تمہاری زندگی میرے بعد تک دراز ہوگی۔ پس تم لوگوں کو خبر کر دینا کہ جو شخص داڑھی (چڑھانے) کو باندھے یا زنار گلے میں ڈالے یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کرے تو محمدؐ اس سے بری الذمہ ہے (نسائی) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے کوئی تعلق نہیں خیال فرمائیے کہ جب داڑھی رکھ کر اسے اوپر چڑھانے اور باندھنے پر حضورؐ اس قدر سخت بیزاری کا اظہار فرما رہے ہیں تو داڑھی منڈانے پر آپ قیامت کے دن کس قدر بیزار ہوں گے۔ مسلمانو! اب بھی ہوش میں آؤ۔ اپنے خیرخواہ اور شفیق ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر بیزار مت کرو، جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیزار اور ناراض ہوں اس کو ہرگز قیامت میں آپ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے میری سنت (میرا طریقہ) کو چھوڑا وہ ہرگز میری شفاعت نہ پائیگا۔ (درالمختار) معزز حضرات، کیا آپ حضورؐ کو ناراض کر کے ان کی شفاعت سے محروم رہنا چاہتے ہیں یا آپ کی شفاعت چاہتے ہیں۔ اگر شفاعت مطلوب ہے تو فوراً اس گناہ کبیرہ سے توبہ کیجئے اور سنئے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ چھ شخص ہیں، جن پر میں نے لعنت کی اور خدا نے بھی ان پر لعنت کی۔ ان چھ میں سے آپ نے تارک سنت کو بھی شمار فرمایا ہے۔ ارشاد ہے، وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔ (بیہقی) یقینی بات ہے داڑھی رکھنا، حضورؐ کی سنت ہے اور حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ تارک سنت پر لعنت ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ داڑھی منڈانے والا خدا اور اس کے رسولؐ کی لعنت کا مستحق ہے۔ حضرت ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ کی تمام سنتوں سے یا بعض سنتوں سے اعراض کرنے والا اگر اس سنت کو معمولی اور ناقابل توجہ سمجھ کر

عنہ رُوَیفع اسم گرامی ہے ایک صحابی کا رضی اللہ عنہ ۱۲

اعتراض کرتا ہے تو وہ کافر اور ملعون ہے اور اگر محض سُستی اور کاہلی کی وجہ سے سُنّت کو اختیار نہیں کرتا، لیکن اس کو معمولی چیز نہیں سمجھتا تو اب وہ کافر نہیں بلکہ سخت گنہ گار ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ قسم کھا کر بتلایئے کہ آپ داڑھی کیوں نہیں رکھتے۔ سچ بتایئے کیا آپ داڑھی کی سُنّت کو معمولی چیز نہیں سمجھتے اور کیا آپ کے دلوں میں یہ ناقابلِ توجہ نہیں ہے؟ کیا آپ محض سُستی اور کاہلی کی وجہ سے داڑھی نہیں رکھتے! سُستی کی وجہ سے داڑھی نہ رکھنے کا بہانہ محض جھوٹ ہے، کیونکہ داڑھی رکھنے میں آپ کو کوئی کام کرنا نہیں پڑتا بلکہ اس کے منڈانے میں دس کام کرنے پڑتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ داڑھی نہ رکھنا سُستی کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ لوگ داڑھی کی سُنّت کو غیر ضروری چیز یا معمولی بات سمجھتے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ داڑھی کی سیاہی کو اپنے چہرہ پر ایک معیوب اور بدنما دھبّہ سمجھ کر نہایت اہتمام سے اس کو منڈاتے ہیں سُنّت کو معمولی گرداننا بھی کفرِ صریح ہے اور معیوب سمجھنا تو بہت بڑا کفر ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ صاف چہرہ نسوانی شکل ہے اور حدیث میں ہے کہ چار شخص ہیں جو صبح کرتے ہیں خدا کے غضب میں اور شام کرتے ہیں خدا کے غضب میں۔ ایک وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت پیدا کرے۔ دوسری وہ عورت جو مردوں کی مشابہت پیدا کرے۔ تیسرا وہ شخص جو جانوروں سے فعلِ حرام کرے۔ چوتھا وہ شخص جو مرد سے فعلِ حرام کرے۔" (ابوداؤد) اس سے معلوم ہوا کہ داڑھی منڈانے سے آدمی پر صبح و شام یا رات دن خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اے خدا کے بندو! اگر تم میں کچھ بھی ایمان ہے تو خدا کے غضب سے ڈرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت مت کرو۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ (خدا کی طرف سے) ذلّت اور حقارت مسلّط کر دی گئی ہے اس شخص پر جس نے میرے حکم کی مخالفت کی (مسند احمد بن حنبلؒ) دوستو اور بزرگو! داڑھی کا مسئلہ شریعت میں جس قدر اہم ہے اس کا حال مذکورہ آیات اور روایات سے

طور پر معلوم ہو چکا ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ شریعت کے کسی حکم یا حضورؐ کی سُنّت کا استخفاف اور استہزاء یعنی مذاق اڑانا کفر ہے۔ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔ پس داڑھی کو درمیان میں لاکر کسی کو بُرا کہنا، گالی دینا، مذاق اڑانا، جیسے کوئی کچھ کہ بکرے کی داڑھی والے آرہے ہیں۔" اور کوئی آواز دے "او ڈھیالے" یا یہ کہے کہ داڑھی والے چور بدمعاش ہوتے ہیں یا ڈھونگ ہوتے ہیں۔ اچھی طرح سن لو کہ یہ تمام الفاظ کفر کے مرادف ہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ حضورؐ نمکین کدو کو بہت پسند فرماتے تھے۔ ایک شخص بول اٹھا کہ میں تو کدو پسند نہیں کرتا تو آپ نے فوراً تلوار کھینچ لی اور فرمایا کہ توبہ کر ورنہ قتل کر دوں گا۔ آپ نے دیکھا کہ احناف کے ایک بہت بڑے امام نے اس بنا پر کہ ایک مسلمان نے صورۃً محض رسول کی مخالفت کی اور مقابلہ کی صورت بنائی تھی کس قدر سخت معاملہ کیا، حالانکہ اس نے کدو کا مذاق نہیں کیا بلکہ صرف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔ پس کیا حال ہوگا، ان کا جنہوں نے نہ صرف یہ کہ داڑھی نہیں رکھی بلکہ داڑھی کو ناپسند کیا اور مذاق اڑایا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اِلَّا اَنْ یَّنْتَحِقَہٗ فَیَقُوْلُ ھٰذَا اَفْعَلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَوْ لَا اَفْعَلُہٗ فَحِیْنَئِذٍ یَکْفُرُہٗ یعنی مگر یہ کہ کسی سُنّت کو ہلکا سمجھے اور یوں کہے کہ یہ کام رسول اللہ صلعم نے کیا ہے، لیکن میں نہیں کروں گا، تو اب وہ شخص کافر ہوگیا۔ شریعت کا قاعدہ ہے کہ اِسْتِحْلَالُ الْمَعْصِیَۃِ کُفْرٌ یعنی کسی گناہ کو حلال و جائز سمجھنا کفر ہے۔ اب ذرا غور کرو داڑھی منڈانے والوں میں ۹۵ فیصدی وہ ہیں جو اس کو گناہ نہیں سمجھتے۔ اُن کے ایمان و اسلام کا کیا حال ہوگا۔ اب میں اس مسئلہ کو فقہ کی روشنی میں رکھنا چاہتا ہوں۔ مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی و احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اصولِ شریعت مذکورۂ بالا سب کا لحاظ اور سب پر غور و فکر کرتے ہوئے فقہاء میں سے بعض نے داڑھی کو سُنّت

مؤکدہ کہا ہے، مگر یہ قول ضعیف ہے، لیکن اس قول کے لحاظ سے بھی داڑھی رکھنا ضروری ہوا، کیونکہ سُنّتِ مؤکدہ واجب کے قریب ہوتی ہے۔ اس کا تارک گمراہ ہے اور ترکِ سُنّتِ مؤکدہ مکروہِ تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک حرام ہے اور مکروہِ تحریمی کا بار بار مرتکب ہونا گناہِ کبیرہ ہے۔ پس اس ضعیف قول کے مطابق بھی داڑھی رکھنا واجب کے قریب اور منڈانا گناہِ کبیرہ ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ داڑھی رکھنا واجب ہے۔ ایک مُٹھی سے زائد کٹانا بھی جائز نہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ایک مٹھی بھر داڑھی رکھنا واجب ہے جس کا وجوب حدیث سے ثابت ہے اور مُٹھی سے زائد کٹوانا واجب ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ صرف داڑھی رکھنا واجب ہے اور مُونڈنا حرام ہے۔ مُٹھی بھر کی داڑھی رکھنا سُنّت ہے۔ یہی قول سب سے زیادہ معتبر ہے۔ دلائلِ معتبرہ سے یہی ثابت ہے۔ بہرحال ان تینوں اقوال میں متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہے کہ داڑھی رکھنا واجب ہے اور منڈانا حرام ہے اور حرام کا کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ لہٰذا تینوں اقوال سے داڑھی منڈانا گناہِ کبیرہ ہے۔ الحمدللہ کہ اس مسئلہ پر قرآن و حدیث اور فقہ سے کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ اب میں تہذیبِ اسلامی کے لحاظ سے سر کے بالوں کے احکام بیان کرتا ہوں۔ شریعت کی تہذیب بالوں کے متعلق یہ ہے کہ مُسلمان اگر بال رکھے تو پُورے رکھے اور مسنون ہے کہ کانوں کی لو تک ہوں اور نہ رکھے تو سب کو مُنڈا دے یا سب کو کترا دے۔ ان دو صُورتوں کے علاوہ اور کوئی تیسری صُورت اسلامی تہذیب میں جائز نہیں۔ اس زمانے میں جو انگریزی بال رکھے جاتے ہیں شریعتِ اسلامیہ میں اس فیشن کی کوئی جگہ نہیں۔ اس کے ناجائز

ع السنن المؤکدۃ قریبۃ من الواجب یضل تارکھا لان فیہ استخفاف بالدین (شامی) انہ الی الحرام اقرب (ہدایہ) وفی عالمگیریہ قال محمد کل مکروہ حرام ۳ کل معصیۃ اصر علیھا العبد کبیرۃ (شرح عقائد نسفی) ۱۲

ع ماخوذ از تحریرات مولانا شاہ عبدالعزیزؒ ۱۲

ہونے کی ایک بڑی دلیل تو یہ ہے کہ ممالکِ مشرقیہ میں ایسے بال رکھنا شعار ہے نصاریٰ اور یہود وغیرہ کا۔ پس ان کے رکھنے میں تشبہ بالکفار ہے، لہٰذا ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے اور قزع کا مطلب خود راوی نے یہ بیان کیا ہے کہ پیشانی اور دونوں جانب کے بال چھوڑ کر باقی بال مونڈے جائیں اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو دیکھا جس کے سر کے بال مونڈے ہوئے اور بعض چھوڑے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا: یا سب مونڈ دیا سب چھوڑ دو۔ (شیخین) ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ پہلی صُورت یہود کی ہیئت ہے اور مجمع البیان جلد اول میں ہے کہ ایک شخص اپنے لڑکے کو لے کر حضرت ابوبکرؓ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اُس لڑکے کے بعض بال مونڈے ہوئے اور بعض چھوڑے ہوئے تھے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کو قتل کا حکم دیا، لیکن اس نے توبہ کی اور معذرت چاہی تو آپ نے معاف کر دیا۔ اندازہ فرمائیے کہ طریقِ سُنّت اور حضورؐ کے حُکم کے خلاف کرنے پر حضرت ابوبکرؓ نے کس قدر غصہ فرمایا ہے۔ پس اے مسلمانو! اگر ہم آپ واقعی صحیح معنوں میں مُسلمان ہیں اور ہمارے دل میں ذرا بھی خدا کا خوف ہے اور حضورؐ کی شفاعت کی اُمید ہے تو داڑھی اور بالوں کے بارے میں خُدا سے ڈرنا چاہئے اور حضورؐ کے حُکم کی مخالفت نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ یاد رکھئے کہ اس بداعمالی کا انجام بہت ہی بُرا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ سب نیک دل ہیں، لیکن داڑھی کی اہمیت آپ لوگوں کو صاف طور پر معلوم نہیں تھی۔ اس لئے آپ اس غلطی میں اب تک مبتلا رہے ورنہ ضرور عمل کرتے۔ خُدا کرے کہ میرا خیال صحیح نکلے۔ اب دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور جملہ مُسلمانوں کو ہر حرام کام سے بچائے اور ہر گناہِ کبیرہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے پتھر کے سے دلوں میں اپنا خوف پیدا فرمائے۔ ہمیں آخر... داڑھی رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور

پچھلی غلطیاں معاف فرمائے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اعوذ باللہ ... مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ... [illegible]

خطبۂ جمعہ چہارم ماہ جمادی الثانی در آداب معاشرۂ اسلامیہ ۹ بسلسلہ تہذیب اسلامی

تہذیب و تعلیم نسواں اور پردہ کا بیان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ زَوْجَیْنِ ○
وَفَطَرَهُمَا عَلٰی سَجِیَّتَیْنِ عَلَاحِدَتَیْنِ ○
لِیَتَقَوّٰی بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ فِیْ عِبَادَةِ
خَالِقِ الْکَوْنَیْنِ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا
اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ فِی الثَّقَلَیْنِ ○ وَاَشْهَدُ اَنَّ
سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِمَامُ

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ مِنْ وَظَا
الرِّجَالِ ○ رَفْعَ الْمُؤْنَةِ عَنِ الْ
عَلَی الْعِیَالِ ○ وَجَعَلَ مِنْ وَ
الْمَرْاَةِ تَسْکِیْنَ قُلُوْبِ الرِّجَالِ
وَتَرْبِیَةَ اَطْفَالِهِمْ ○ وَحِفْظَ مَتَا
وَانْصِرَامَ حَوَائِجِ الْبُیُوْتِ لَهُمْ
ذَوَاتِهِنَّ ○ بِالْعِصْمَةِ وَالْعِفَّةِ
وَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَا
فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ

الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ الخ

وعظِ جمعہ چہارم ماہِ جمادی الثانی درآدابِ معاشرۂ اسلامیہ بسلسلۂ تہذیب اسلامی

تہذیب وتعلیمِ نسوان اور پردہ کا بیان۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ۔

برادرانِ ملت! کائناتِ عالم پر ایک گہری نظر ڈالئے تو آپ کو ثابت ہوگا کہ قدرت نے ہر چیز کا جوڑ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ حیوانات کا جوڑے دار ہونا تو ظاہر ہے، لیکن ماہرینِ نباتات واحجار کی تحقیقات سے معلوم وثابت ہوا ہے کہ درختوں اور پتھروں میں بھی نر و مادہ پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قدرت کا یہ کام حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا، پھر نر و مادہ

ذالک بعد ان امرنا بالحجاب + فدخل علینا
فقال احتجبا منه فقلنا یا رسول الله + الیس
هو اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا + قال افعمیا
وان انتما لستما تبصرانه ○ اعوذ بالله الخ
وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج
الجاهلیة الاولی ○ بارک الله لنا ولکم الخ

وعظِ جمعہ چہارم ماہِ جمادی الثانی در آدابِ معاشرۂ اسلامیہ بسلسلہ تہذیبِ اسلامی

تہذیب و تعلیمِ نسواں اور پردہ کا بیان۔

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد۔

برادرانِ ملت! کائناتِ عالم پر ایک گہری نظر ڈالئے تو آپ کو ثابت ہوگا کہ قدرت نے ہر چیز کا جوڑ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون۔ حیوانات کا جوڑے دار ہونا تو ظاہر ہے، لیکن ماہرینِ نباتات و اشجار کی تحقیقات سے معلوم و ثابت ہوا ہے کہ درختوں اور پتھروں میں بھی نر و مادہ پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قدرت کا یہ کام حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ پھر نر و مادہ

کی تخلیق کچھ اس انداز سے کی گئی ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے وجود کو قائم اور مقصدِ حیات ادا کرنے میں دوسرے کا محتاج ہے اور قدرت نے ہر ایک کے وظائفِ حیات الگ الگ مقرر کر دیئے ہیں کہ ایک کے وظائف دوسرا کما حقہ پورا نہیں کر سکتا۔ یہ قوانینِ فطرت جس طرح تمام مخلوقات میں جاری و ساری ہیں، اسی طرح انسان میں بھی اپنا کام کر رہے ہیں کہ اس کا بھی جوڑا بنایا گیا ہے اور ہر ایک کو دوسرے کی خدمت کا محتاج کیا گیا اور ہر ایک کے وظائفِ زندگی اس کی ساخت، قوت اور استعداد کے مطابق مقرر کئے گئے۔ مذہب اسلام چونکہ عین فطرت کے مطابق ہے۔ اس لئے مرد و عورت میں ہر ایک کے وظائفِ زندگی ایسے مقرر کئے گئے ہیں جو اس کی فطری قوتِ استعداد اور ساخت کے مناسب ہیں۔ مرد کے فرائضِ زندگی مجمل طور پر یہ ہیں کہ خدا کی عبادت کرنے کے بعد حلال روزی کمائے اور اپنی بیوی بچوں کو کھلائے اور ان کو کسبِ معاش کی مشقت سے بچائے، حتی الامکان ان کی حفاظت کرے، دنیا میں انصاف قائم کرے اور اس کے لئے میدانِ قتال میں شجاعت کے جوہر دکھائے۔

اور اپنی بلند شان کے مناسب دنیا میں کارہائے نمایاں انجام دے۔ اس لئے شریعت میں مرد پر عورت کا نان و نفقہ، مہر، رہنے کا گھر، جماعت و جمعہ و عیدین میں حاضری اور جہاد وغیرہ فرض کیا گیا، لیکن عورتوں پر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی فرض نہیں کی گئی۔ جرمنی اور برطانیہ عورتوں سے فوجی خدمات لینے میں غلطی کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ لیکن قدرت کی فطری نظرِ انتخاب فرائض میں کبھی لغزش نہیں کر سکتی۔ اسلام نے عبادت کے بعد عورتوں کے فرائضِ حیات یہ مقرر کئے ہیں کہ وہ اپنے حسن و زینت سے اپنے شوہروں کی تفریحِ طبع کا سامان مہیا کریں۔ ان کے لئے انہیں کے تخم سے بچے جنیں اور ان کی اولاد کی پرورش کریں، ان کے خانگی متاع و اسباب کی حفاظت کریں اور مردوں کے آرام و آسائش سے متعلق ضرورتوں کو پورا کریں اور ہر مرد کی بیوی اپنی عفت و عصمت کو قائم رکھتے ہوئے اپنی ذات، اپنے حسن اور اپنے دلکش سامانِ فرحت و سرور کو صرف

اپنے شوہر کیلئے مخصوص کرے۔ ان فرائض کے متعلق دلائل کا کافی ذخیرہ قرآن وحدیث اور فقہ میں موجود ہے۔ اسلام کا یہ انتخاب فرائض اتنا صحیح ہے کہ ان کے خلاف میں کبھی کوئی مرد یا عورت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس طرح بچہ جننے کی خدمات کی مرد صلاحیت نہیں رکھتا اسی طرح میدانِ جنگ میں عورت دادِ مردانگی نہیں دے سکتی۔ کیونکہ وہ عموماً جوہرِ مردانگی سے خالی پیدا کی گئی ہے۔ ان فرائض پر غور کرنے کے بعد بآسانی یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ مردوں کی معاشرتی تہذیب اسلامی لحاظ سے کیا ہو سکتی ہے، اور عورتوں کی کیا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ہر مرد کی معاشرتی تہذیب میں وہ تمام علوم فنون، صنعت وحرفت، تجارت جنگ وجدال وغیرہ داخل ہوں گے، جو مرد کے فرائضِ حیات انجام دینے میں ممد ومعاون ہوں اور ان سے کسی قسم کا فساد پیدا نہ ہو، اسی طرح عورتوں کی معاشرتی تہذیب میں صرف وہی امور داخل ہوں گے، جو نسوانی فرائضِ حیات انجام دینے میں ممد ومعاون ہوں۔ لہٰذا ایک لڑکی کی اسلامی نقطۂ نظر سے معاشرتی تہذیب صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اس کو بقدرِ ضرورت علم دین اور بقدرِ کفایت لکھنا پڑھنا سکھا دیا جائے۔ عام اصول حفظانِ صحت اور بچوں کی تربیت کا طریقہ شوہر کی خدمات انجام دینے اور انتظامِ خانہ داری کا سلیقہ سکھایا جائے۔ اس کو بُرے اخلاق سے محفوظ اور اچھے اخلاق وعادات اختیار کرنے کا عادی بنایا جائے۔ کھانا پکانا، کپڑا اور دستکاری کی تعلیم دی جائے اور یہ سب صرف اس حد تک کہ جہاں تک والدین کو یا خود لڑکی کو خلافِ شریعت کاموں کا ارتکاب کرنا لازم نہ آئے۔ اس حد سے آگے جو تہذیب بھی آپ لڑکی کو سکھائیں گے وہ سب غیر اسلامی تہذیب ہوگی، جس میں آپ اور لڑکی سب کے سب گنہگار اور خدا کے نافرمان قرار پائیں گے۔ لڑکیوں کے متعلق اسلامی تہذیب کے دائرہ کو خوب سمجھ لیجئے، کیونکہ آج مسلمان لڑکیوں کے متعلق بھی نئی روشنی کے تاریک غار بھی ایسے گرتے چلے

جارہے ہیں کہ انہیں ہوش ہی نہیں آتا۔ تہذیبِ نسوان کے متعلق اس مختصر گفتگو کے بعد اب میں ایک ضروری مسئلہ پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ عورتوں کے جو فرائض زندگی اسلام نے مقرر فرمائے ہیں، ان پر غور کرنے سے بشرطِ عقلِ سلیم خود بخود یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس کو اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے زیادہ وقت اپنے گھر میں صرف کرنا پڑے گا اور اس کا دائرہ عمل زیادہ تر گھر ہی میں محدود رہے گا، تحفظ عفت وعصمت کی حفاظت، اپنی ذات اور اپنے حسن کی دلچسپیوں کو صرف شوہر کے لئے محفوظ رکھنے کے فرائض کی ادائیگی کے لئے تو اس کو لازماً گھر ہی میں رہنا ہوگا، ورنہ باہر سے باہر والوں کو بھی اس کی نسوانی دلفریبیوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے گا جس میں شوہر کی خیانت ہے۔ جو روپیہ آپ صرف اپنے لئے مخصوص کرنا چاہتے ہیں ظاہر ہے کہ اسے ایسے موقعہ پر نہیں چھوڑا جا سکتا، جہاں ہر شخص کی رسائی ہو سکے بلکہ اسے صندوق تجوریوں، تالوں اور بینکوں کے دائرہ میں محدود اور محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح شریعتِ اسلامیہ نے عورت اور اس کی تمام نسوانی خصوصیات کو گھر کے دائرہ میں محدود کرتے ہوئے پردہ کا تالا لگا دیا ہے تاکہ کسی غیر شخص کی اس تک کسی طرح بھی رسائی نہ ہو سکے۔ اسلام میں پردہ کا قانون ایسا ضروری تھا کہ اگر یہ قانون شریعت میں نہ پایا جاتا تو ایک بڑا زبردست نقص ہوتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں اس قانون کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا جو کہ عقلِ سلیم اور فطرتِ نسوانی کے عین مطابق ہے اور اس قانون کے خلاف پردہ کا اٹھا دینا، عورتوں کو کھلے بندوں باہر نکلنے، اور مردوں سے آزادانہ اختلاط کرنے اور مرد وعورت کے مل کر تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دینا عقلی حیثیت سے بھی نہایت خطرناک چیز ہے۔ مسلمان عورت کے لئے پردہ میں رہنا نہایت ضروری ہے۔ (۱) صنفی حیثیت سے اس لئے کہ عورت۔۔۔ بوجہ

ضعفِ جسمانی بدمعاشوں کا شکار بنے گی جس سے وہ تباہ ہو جائے گی۔ (۲) اخلاقی حیثیت سے پردہ اس لئے ضروری ہے کہ بے پردگی اور آزادی شہوت کو برانگیختہ کرتے ہوئے قوموں کے اخلاق تباہ کردے گی۔ (۳) صحت جسمانی کے لحاظ سے پردہ اس لئے ضروری ہے کہ بے پردگی اور آزادی شہوانی قوتوں میں ہیجان پیدا کرتے ہوئے بکثرت اور بلاتمیز موقعہ ومحل جوہرِ مردمی کے اخراج سے قوموں کی صحتِ جسمانی کو تباہ کردے گی۔ (۴) تمدنی لحاظ سے پردہ اس لئے ضروری ہے کہ بے پردگی اور آزادی عورت کو بالآخر نکاحی رشتوں کی قید وبند کو توڑنے پر آمادہ کرکے قوموں کے تمدن کو برباد کردے گی۔ (۵) نسلی حیثیت سے پردہ اس لئے ضروری ہے کہ بے پردگی اور آزادی طرفین کے قوائے شہوانیہ میں اشتعال پیدا کرکے لاکھوں ناجائز حمل اور نطفے ضائع کرا کر قوموں کی نسلوں کو برباد کردے گی جو قومی زوال کا پیش خیمہ ہے۔

آزادیٔ نسواں اور بے پردگی کے یہ خطرناک نتائج فرضی نہیں بلکہ ان کا تجربہ کیا جاچکا ہے۔ نظر کے عادی ہوجانے کے بعد شہوانی ہیجان نہ پیدا ہونے کا خیال صرف عقلی دھوکہ ہے جو تجربہ سے باطل ثابت ہوچکا ہے۔ ان مہلک خطرات کی مشاہدہ سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہوسکتی۔ مغربی ممالک میں آزادیٔ نسواں اور بے پردگی کے نظریہ کا عرصہ سے تجربہ کیا جارہا ہے جس کے اخلاقی نتائج حسبِ ذیل ہیں:

(۱) انگلستان کے ہوم آفس کی حالیہ رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ کمسن لڑکے لڑکیوں میں جرائم کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ ڈاکٹر بالٹیمور کی رپورٹ ہے کہ اس کے شہر میں ایک سال کے اندر ایک ہزار مقدمات درپیش ہوئے جن میں کم عمر لڑکیوں کے ساتھ مباشرت کی گئی۔ امریکہ میں مستقل طور پر زناکاری کا پیشہ کرنے والی عورتوں کی تعداد چار پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ (۲) تمدنی نتائج یہ ہیں کہ ۱۹۲۲ء میں ڈنور میں ہر شادی کے ساتھ ایک طلاق ہوتی ہے فرانس میں فی ہزار سات آٹھ افراد کے شادی کرنے کا

اوسط ہے۔ باقی سب غیر شادی شدہ رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ عدالت تمین سے ۱۹۲۲ء میں چار ہزار طلاقیں، ۱۹۱۰ء میں ساڑھے سات ہزار طلاقیں، ۱۹۱۳ء میں سولہ ہزار اور ۱۹۳۱ء میں اکیس ہزار طلاقیں حاصل کی گئیں۔ (۳) بے پردگی اور آزادی کے جسمانی نتائج یہ ہیں کہ جنگ عظیم کے ابتدائی دو سالوں میں صرف مرضِ آتشک کے مریض سپاہیوں کی تعداد چہتر ہزار تھی۔ فرانس میں صرف آتشک وغیرہ کی وجہ سے تیس ہزار جانیں ہر سال ضائع ہوتی ہیں۔ (۴) بے پردگی اور آزادی کے سیاسی نتائج یہ ہیں کہ یورپ کے ماہرین فن نے اعلان کیا ہے کہ فرانس میں ہر سال کم از کم چھ لاکھ نطفے اور تین چار لاکھ حمل ساقط کئے جاتے ہیں اور انگلستان میں ہر سال نوے ہزار، اور ماں خود تربیت اولاد کی قید سے آزاد ہونے کے لئے بخوشی اپنے بچے کو قتل کرکے مسرت محسوس کرتی ہے اور یہ وبا تیزی سے پھیل رہی ہے۔ فرانس میں ۱۹۱۹ء میں نوآر کی عدالتیں دو لڑکیاں پیش ہوئیں، جن میں سے ایک نے اپنے بچے کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا تھا، دوسری نے اپنے بچے کا اول گلا گھونٹا اور پھر دیوار پر اس طرح دے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا، ایک اور رقاصہ پیش ہوئی جس نے اپنے بچے کی اول زبان حلق سے کھینچنے کی کوشش کی، پھر اس کا سر پھوڑا اور آخر میں اس کا گلا کاٹ دیا، اور یہ سب مجرم عورتیں عدالت کی نظر میں مجرم نہ ٹھہریں اور بری کردی گئیں۔ (تعمیر کیات پول جیود)۔

برادرانِ اسلام! اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ مغربی طرز معاشرۃ کے ان نتائج بد کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں جو یورپ اور امریکہ میں رونما ہو رہے ہیں۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کی قوم مسلم میں بھی وہی ہیجان انگیز ماحول پیدا ہو کر اسی طرح بے عصمتی اور فواحش کی کثرت ہو۔ امراض خبیثہ کی وبائیں پھیلیں۔

ط مندرجہ بالا تمام نتائج اور واقعات اور حوالے ترجمان القرآن سے شکریہ کے ساتھ نقل کئے گئے۔

خاندان اور گھر کا سارا نظام برباد ہو۔ طلاق اور تفریق کا زور ہو، نوجوان مرد و عورت آزاد شہوت رانی کے عادی ہو جائیں۔ منع حمل، اسقاطِ حمل اور قتل اولاد سے نسلیں منقطع ہو جائیں۔ ان کی بہترین علمی قوتیں اور تندرستیاں برباد ہو جائیں ہ میں یقین کرتا ہوں کہ اگر آپ کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان اور عقل کا نور ہوگا تو آپ ہرگز ان مہلک نتائج کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ اگر ایسا ہے تو آپ کو فوراً اپنا رخ تہذیب مغرب کی طرف سے ہٹا کر اسلامی تہذیب کی طرف پھیر لینا چاہیئے، اس طرح کہ آپ کے قلب میں مغربی تہذیب کے متعلق سخت نفرت اور حقارت کے جذبات جوش پر آجائیں اور جب تک اس منحوس تہذیب کے مقابلہ پر جوشِ نفرت سے کام نہ لیں۔ آپ کے اہل و عیال اس کی نحوست سے بچ نہیں سکتے۔

پردہ پر عقلی حیثیت سے بحث کرنے کے بعد اب میں مذہبی تصریحات کی روشنی اس مسئلہ پر ڈالنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ عرض ہے کہ قرآن کریم کی متعدد آیات پردہ کے اصول کا ببانگِ دہل اعلان کر رہی ہیں۔ منجملہ ان کے سورۂ احزاب کے چوتھے رکوع کی آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، اور زمانہ جاہلیت کی طرح ناز و انداز نہ دکھلاتی پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ و رسول کی اطاعت کرو"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا دائرہ عمل صرف گھر ہے۔ اسے گھر ہی میں ٹھہرے رہنا چاہیئے اور بلا ضرورت گھر سے نہ نکلنا چاہیئے۔ آیت کے اس حکم کا ازواج نبی صلعم کے ساتھ خاص ہونے کا خیال غلط ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس آیت کے تمام احکام بھی انہیں کے ساتھ خاص ہوں گے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ دوسری آیت سورۂ نور کی چوتھے رکوع کی ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

۱؎ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ ۱۲

مومنین سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ ان کے لئے پاکیزگی اسی میں ہے اور مومنات سے فرما دیجئے کہ وہ (بھی) اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔ نظر نیچی کرانے سے یہی مقصود ہے کہ اجنبی عورت و مرد ایک دوسرے کو نہ دیکھیں اور پردہ سے بھی یہی مقصود ہے۔ لہٰذا پردہ گویا اس حکم کی تعمیل کی عملی صورت ہوئی اور نظر نیچی رکھنے کے عنوان سے اس مفہوم کو اس لئے ادا کیا گیا کہ اگر اتفاقاً بے پردگی ہو بھی جائے تب بھی دیکھنے کا موقع باقی نہ رہے۔ اسی آیت کے اگلے ٹکڑے کا ترجمہ یہ ہے کہ "اور اپنی عورتیں اپنی زینت (خود) ظاہر نہ کریں مگر جو خود بخود کھل جائے"۔ مطلب یہ کہ اتفاقاً اگر خود بخود بغیر اپنے فعل کے خوبصورتی کا کوئی حصہ کھل جائے تو وہ معاف ہے۔ اسی کے آگے ارشاد ہے کہ "اور پیروں کو زمین پر اس طرح مارتی نہ چلیں کہ پیروں کی زینت (زیور وغیرہ) جو چھپا رکھی ہے ظاہر ہو جائے (آواز وغیرہ سے)"۔ آپ نے دیکھا کہ زینت کو چھپانے کا حکم کس اہمیت سے دیا جا رہا ہے کہ زیور کی آواز تک غیروں کے کان میں نہ پہنچے۔ ایسی حالت میں یہ کہنا کہ چہرہ اور ہتھیلیاں اجنبی کے سامنے کھولنا جائز ہے کس قدر غلطی ہے۔ بھلا چہرہ کھلوا دینے کے بعد زیور کی آواز چھپانے کا حکم دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ اسی آیت کا اس سے اگلا ٹکڑا یہ ہے

۱؎ قل للمومنین من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکیٰ لھم وقل للمومنات
یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا
ولا یضربن بارجلھن ومایخفین زینتھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن
او آبائھن او آباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن
او بنی اخواتھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربعۃ
او الطفل الذین لم یظھروا علیٰ عورات النساء ۱۲

اور وہ عورتیں) اپنی زینت کو کسی کے سامنے (بالکل) ظاہر نہ کریں سوائے شوہروں، باپوں، خسروں، بیٹوں، سوتیلے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، اپنی میل جول کی عورتوں، غلاموں، بے عقل خادموں اور ناسمجھ بچوں کے"۔ سورۂ احزاب کی ایک اور آیت میں یہ حکم ہے کہ "(اے مردو) جب عورتوں سے کوئی سامان مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو"۔

اس آیت میں غور کرنے کی یہ بات ہے کہ اگر پردہ معاشرت اسلامی میں داخل ہی نہ تھا اور اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا تو پھر پردے کے پیچھے سے مانگنے کا حکم دینے کا کیا مطلب ہے؟ معلوم ہوا کہ اسلام میں پردہ کے وجود کو تسلیم نہ کرنا ہی حماقت اور جہالت ہے۔ سورۂ احزاب کی ایک اور آیت میں حکم ہے کہ "اے نبی! اپنی ازواج، اپنی بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں سے فرمادیجئے کہ وہ اپنے اوپر سے اپنی چادریں لٹکالیا کریں"۔ غور کیجئے اوپر سے چادریں لٹکانے کے حکم سے چہرہ، سینہ وغیرہ چھپانا مقصود ہوگا یا کچھ اور۔ اس کو ایک معمولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مؤمنین کی عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے سروں، چہروں کو جلباب سے ڈھک لیا کریں سوائے ایک آنکھ کے۔ (خازن ج۳ ص۳۷۶) سورۂ نور کی ایک اور آیت میں بوڑھی عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ "وہ بوڑھی عورتیں جن کو کسی کے نکاح میں آنے کی امید نہیں، ان کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے زائد کپڑے (یعنی چادر وغیرہ جس سے چہرہ چھپایا جاتا ہے نامحرم کے سامنے) اتار رکھیں تو ان کے لئے زینت کے مواقع کا اظہار نہ کریں۔ لیکن اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے اور زیادہ بہتر ہے"۔ اس میں بوڑھی عورتوں کو حکم ہے معلوم ہوا کہ جوان یا قابل نکاح مستورات کو پردہ کے لئے چادر وغیرہ کا استعمال ضروری ہے۔ قرآن کریم کی پردہ کے متعلق اس قدر

لـہ یاایہا النبی قل لازواجك وبنٰتك ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن ۱۲ ۲ والقواعد من النساء الٰتی لا یرجون نکاحا الآیہ ۱۲

صاف تصریحات کے بعد کوئی مسلمان پردہ کے ضروری ہونے سے انکار نہیں کرسکتا سوائے اس کے جس کے قلب میں خوفِ خدا نہ ہو بلکہ اس کی جگہ خواہشاتِ نفسانی نے لے رکھی ہو۔

قرآن کریم کی ان آیات سے پردہ قطعی طور پر ثابت ہے۔ اب اس مسئلہ پر احادیث بیان کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ تاہم مزید تاکید کے لئے صرف ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور آپؐ کی زوجہ میمونہؓ حضورؐ کے پاس تھے کہ ابنِ مکتومؓ (نابینا) آئے۔ اور یہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ پس وہ (نابینا) اندر آئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا تم دونوں ان سے پردہ کرو (یعنی پردہ میں ہوجاؤ) ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ کیا وہ نابینا نہیں ہیں کہ وہ نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں۔ فرمایا کیا تم بھی ان کو نہیں دیکھ سکتیں؟ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے "کیا تم بھی اندھی ہوگئیں"؟ اس حدیث پر غور فرمائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ پردہ کے بارے میں کس قدر سخت ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ اس مختصر گفتگو سے پردہ کے مسئلہ میں آپ کو پورا اطمینان ہوگیا ہوگا۔ اب بھی اگر کوئی اشکال باقی رہ گیا ہو تو قابل علماءِ ربانی سے دریافت کرکے اطمینان حاصل کریں۔ اب پردہ کے متعلق چند ضروری مسائل عرض کرتا ہوں۔ مسئلہ: عورت کو اپنا سارا بدن سر سے پیر تک اجنبی مردوں سے چھپانا واجب ہے۔ چہرہ، پیر اور ہتھیلیاں بھی بلا ضرورتِ شرعیہ کھولنا جائز نہیں۔ البتہ بوڑھی عورت کو چہرہ، ہتھیلیاں، ٹخنے سے نیچے پیر کھولنا جائز ہے۔ باقی بدن کا کھولنا اس کو بھی جائز نہیں۔ مسئلہ: دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی، چچازاد، پھوپی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی وغیرہ سب محرم ہیں، ان سے گہرا پردہ واجب ہے: مسئلہ: محرم لوگ جیسے باپ، خسر، بیٹا، حقیقی و سوتیلا بھائی، بھتیجے، بھانجے سے پردہ واجب نہیں۔ مسئلہ: اگر ان محرم لوگوں کے سامنے چہرہ، سینہ، بازو، پنڈلی کھل جائیں۔

تو کچھ گناہ نہیں۔ البتہ پیٹ، پشت، ران وغیرہ ان کے سامنے بھی کھولنا حرام ہے۔
مسئلہ: کافر عورتیں جیسے دھوبن، بھنگن وغیرہ کے سامنے بھی عورت سوائے منہ ہاتھ گٹے ٹھیک، پیر کا قدم ٹخنے تک کے باقی جسم کا کھولنا جائز نہیں: مسئلہ: نامحرم کے ساتھ تنہا بیٹھنا۔ اگرچہ خود پردہ میں ہو جائز نہیں۔ مسئلہ: مجبوری کے وقت نامحرم کو بدن کا کوئی حصہ بقدرِ ضرورت دکھلانا جائز ہے۔ مسئلہ: غیر محرم پیر کے سامنے بھی آنا حرام ہے۔ مسئلہ: عورت کو ایسی تعلیم یا ایسے طریقے سے تعلیم دلانا جس سے وہ پردہ قائم نہ رکھ سکیں ناجائز ہے۔ ہاں اسی طرح تعلیم دلانا جس سے مردوں یا کافر عورتوں کے سامنے بے پردگی نہ ہو جائز ہے۔

اب دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو اسلامی مسائل سمجھنے کے لئے عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اسلامی معاشرت اختیار کرنے کی توفیق دے۔ اور ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اجمعین۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى ۵ بارک اللہ الخ

خطبہ جمعہ پنجم ماہِ جمادی الثانی در آدابِ معاشرۃِ اسلامیہ بسلسلہ تہذیبِ اسلامی

تہذیبِ مجلس و صحبت و اخوت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ

اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَ
وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا
وَرَسُوْلُهُ الْعَظِیْمُ خَ
عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَ
وَقَلْبًا ○ اَمَّا بَعْدُ فَ
اٰدَابُ الْمُعَاشَرَةِ الْاِسْ
وَالْمُصَاحَبَةِ وَالْمُوَا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
مَجْلِسٍ فَلْیُسَلِّمْ فَاِنْ
ثُمَّ اِذَا قَامَ فَلْیُسَلِّمْ

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ + اِذَا اسْتَأْذَنَ
اَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فَلْيَرْجِعْ ○ وَ
قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ
(الحدیث) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْمَرْءُ عَلٰى
دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ يُّخَالِلُ ○
وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ + اَوْثَقُ عُرَى
الْاِيْمَانِ اَلْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِى اللّٰهِ ○
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ فَاَعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَ
لَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا الخ

[1] للصحاح الخمسة ۱۲۔ [2] للترمذی ۱۲۔ [3] وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لایتناجان اثنان دون واحد (لابی داؤد) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انزلوا الناس منازلھم (لابی داؤد) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ (للطبرانی) [4] للترمذی ۱۲ [5] الاحیاء ۱۲

وعظ جمعۂ پنجم ماہ جمادی الثانی در بیان آداب معاشرۂ اسلامیہ تہذیب اسلامی عنوان سلسلہ

تہذیبِ مجلس وصحبت واخوت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ،

برادرانِ ملت! اسلام چونکہ ایک کامل ومکمل مذہب ہے لہٰذا ناممکن تھا کہ اس میں باہمی ملاقات، نشست وبرخاست اور اخوۃ ومحبت کے متعلق ہدایت نہ دی جاتی. چنانچہ اس نے ان ابواب میں بھی نفیس ترین ہدایات دی ہیں، جن کو آج میں آپ کی خدمت میں مختصر طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں. چنانچہ عرض ہے کہ اسلام میں آدابِ ملاقات یہ ہیں: جس سے آپ ملاقات کرنا چاہتے ہیں وہ اگر کافر ہے تو اس کو ابتداءً سلام نہ کریں، اور وہ خود سلام کرے تو ہاتھ کے اشارے سے جواب دے دیں یا زبان سے ہداک اللہ کہہ دیں. اگر ابتداءً سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے تو ہاتھ کا اشارہ کردے. اگر دل میں اس کافر کی محبت یا عظمت نہ ہو تو رسماً ہاتھ ملاسکتا ہے. اگر دل میں اس کی عظمت و محبت ہو تو ہاتھ ملانا جائز نہیں. ان مسائل میں شریعت کا یہ اصول کام کر رہا ہے کہ خدا اور رسولؐ کے دشمن کے ساتھ مسلمانوں کو دوستی، محبت اور عزت کا برتاؤ کرنا جائز نہیں. قرآنِ مجید ببانگِ دہل اس اصول کی تعلیم دے رہا ہے کہ "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ، کیونکہ دشمنِ خدا سے دوستی کرنا گویا خدا کے ساتھ دشمنی میں مدد دینا ہے. بلکہ دشمنانِ خدا کے ساتھ جذباتِ بغض ونفرت قلب میں رکھنا واجب ہے. اگر آپ کا ملاقاتی بدعتی یا فاسق مسلمان ہے اور آپ کی حیثیت ایسی

[1] یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ۱۲

نوٹ:- اگر وقت نہ ملے تو اس مضمون کو دو جمعوں میں بیان کیا جائے.

ہے کہ اگر آپ آدابِ ملاقات اس سے نہ برتیں تو اس کو تنبیہ ہو، شرمندگی ہو جس سے اس کے ہدایت پانے کی امید ہو تو پھر اس سے ملتے وقت آدابِ ملاقات کی رعایت کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کی رعایت نہ کرنا، سلام نہ کرنا، مصافحہ نہ کرنا ایسی صورت میں افضل ہے۔ اگر آپ کا ملاقاتی اچھا مسلمان ہے تو بات سے پہلے اس پر سلام کرے۔ مجلس میں آتے وقت اور جاتے وقت بھی سلام کرے۔ سلام کا طریقہ یہ ہے کہ السلام علیکم کہے، اور جواب میں رحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی بڑھائے۔ اگر کسی کے گھر جائے تو اول اجازت چاہے۔ اگر جواب نہ ملے تو تین بار اجازت طلب کرنے کے بعد واپس ہو جائے اور اجازت نہ دینے پر برا نہ مانے بلکہ یہ سمجھے کہ کسی عذر کی وجہ سے وہ ملاقات نہ کر سکا۔ جب ملاقات ہو تو مصافحہ کرے۔ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرے یا ایک ہاتھ سے کرے، دونوں طرح جائز ہے۔ دونوں طریقے حدیث میں آئے ہیں۔ سلام کرنے میں جھکنا برا ہے۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ (ترمذی عن انسؓ) نیز ہاتھ اٹھا کر سلام نہ کرے، بلکہ صرف زبان سے سلام کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت مت کرو۔ یہود کا طریقہ انگلیوں سے اشارہ کرنا اور نصاریٰ کا ہتھیلی کے اشارہ سے سلام کرنا ہے۔ (ترمذی) پس مستحب طریقہ یہ ہے کہ صرف زبان سے سلام کرے۔ ہاں اگر دور سے سلام کرنا ہو تو ہاتھ کا اشارہ کر دینے میں مضائقہ نہیں۔ سوار پیدل چلنے والے پر، چلنے والے بیٹھے ہوئے پر، چھوٹا بڑی عمر والے پر سلام میں سبقت کرے تو مستحب ہے، لیکن جو بھی سبقت کرے وہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ شخص ہے۔ (للترمذی) حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر بھی سلام کرتے تھے۔ (ابوداؤد عن انسؓ) جماعت میں سے اگر ایک شخص سلام کرے یا سلام کا جواب دے دے تو یہ سب کی طرف سے کافی ہے۔ آدابِ مجلس میں سے ایک ادب یہ ہے کہ کسی مجلس میں بغیر مجلس والوں کی اجازت کے نہ بیٹھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ بغیر اجازت کوئی شخص دو شخصوں کے درمیان نہ بیٹھے۔ (ابوداؤد) دوسرا ادب ــــ یہ ہے کہ ایک ــــ

مجلس میں دو شخص تیسرے شریک مجلس کو چھوڑ کر باتیں اور کانا پھوسی نہ کریں (شیخین) حدیث میں حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ اس ممانعت کی وجہ ظاہر ہے کہ اگر دو شخص تیسرے کو چھوڑ کر گفتگو کریں گے تو یہ طرزِ عمل اس کے لئے رنج اور بدگمانی کا سبب ہوگا۔ اسی طرح مجلس میں اگر کوئی شخص کسی سے ایسی زبان میں گفتگو کرنے لگے جس کو دوسرے نہ سمجھ سکیں تو یہ بھی آدابِ مجلس اسلامی کے خلاف اور مکروہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں یہ بھی نہ سمجھنے والوں کو رنج اور بدگمانی پیدا ہونے کا باعث ہوگا۔ تیسرا ادبِ مجلس یہ ہے کہ اگر شرکاءِ مجلس میں کوئی بوڑھا معمر یا عالمِ دین یا حافظِ قرآن یا حاکمِ عادل آجائے تو اس کی عزت کرے، حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی تعظیم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان اور عاملِ قرآن کی جو قرآن کو گا کر نہ پڑھتا ہو اور قرآن سے بے تعلق نہ ہو، یعنی اس پر عامل ہو، تلاوت کرتا ہو اور حاکمِ عادل کی عزت کی جائے (ابوداؤد) ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھا شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کرتا ہوا مجلسِ نبویؐ میں آیا تو لوگوں نے ہٹ کر جگہ دینے میں دیر کی۔ حضورؐ نے فرمایا اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جو (بڑا ہو کر) ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے (یعنی رحمت و شفقت کا برتاؤ نہ کرے) اور (جو چھوٹا ہو کر) بڑے (عمر والے) کی عزت نہ کرے (ترمذی) بعض جگہ لوگوں میں یہ طرزِ عمل دیکھا جاتا ہے کہ چھوٹے لوگ بڑی عمر والے شخص کے آنے پر بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر اس کو جگہ نہیں دیتے اور اس میں اپنی ہتکِ شان سمجھتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل نہایت قابلِ نفرت ہے۔ چوتھا ادبِ مجلس یہ ہے کہ جب کسی قوم کا سردار آئے تو اس کی بھی عزت کی جائے۔ پانچواں ادب یہ ہے کہ لوگوں سے ان کے مرتبہ کے موافق برتاؤ کیا جاوے (از حدیث ابوداؤد) چھٹا ادب یہ ہے کہ اگر مجلس میں تھوک

علہ از حدیث طبرانی در اوسط ۱۲

وغیرہ آئے تو ایسی طرح دفع کرے کہ کسی شریکِ مجلس کے بدن یا کپڑے پر نہ لگے۔
(از حدیثِ بزاز) ساتواں ادب یہ ہے کہ کسی شریکِ مجلس سے کوئی بات خلافِ
آدابِ مجلس ہو جائے یا کوئی غلطی سرزد ہو تو ایک دوسرے کو معاف کر دیا کریں۔
(از حدیثِ بزاز) آٹھواں ادب یہ ہے کہ مجلس میں اگر کسی کو جمائی آوے تو منہ
پھاڑ کر ہا ہا نہ کرے بلکہ حتی الامکان جمائی کو دبائے۔ اگر نہ دبے تو منہ پر ہاتھ
رکھ لے۔ (از حدیثِ شیخین) نواں ادب یہ ہے کہ راستوں میں بیٹھ کر مجلس نہ جمائی
جائے اور اگر کبھی راستے میں بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر ہی کچھ گفتگو کرنا ضروری ہو تو اس
وقت یہ خیال رکھا جائے کہ کچھ راستہ چھوڑ کر بیٹھیں۔ راستہ میں جو عورتیں گذریں
اُن سے نظر نیچی رکھیں۔ کسی کو تکلیف نہ دیں۔ سلام کرنے والوں کو جواب دیتے رہیں
اور جس کو کوئی ناجائز کام کرتے دیکھیں اس کو روکیں اور اچھائی کی ترغیب دیں،
اور مصیبت زدہ کی امداد کریں اور جو راستہ بھول گیا ہو اُسے راستہ بتائیں (شیخین
وابوداؤد) یہ آٹھ باتیں راستہ کے حقوق ہیں۔ اگر راستہ میں ملاقات کرنی ہے، تو
ان حقوق کو ادا کریں۔ دسواں ادب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی بیٹھے ہوئے شخص کو
اُٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے بلکہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ ہاں اہلِ مجلس ذرا دب کر
اس کے لئے جگہ دے دیں (ماخوذ از حدیثِ شیخین) گیارھواں ادب یہ ہے کہ اگر
کوئی شخص بیٹھا ہُوا کسی ضرورت سے چلا جائے اور پھر واپس آئے تو وہ ہی اپنی
سابقہ جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔ ایسی صورت میں دوسرا اس کی جگہ پر قبضہ نہ کرے
(از حدیثِ مسلم) بارھواں ادب یہ ہے کہ کسی مجلس میں جو راز کی باتیں ہوں ان کی
حفاظت کرے اور دوسروں سے بیان کر کے حقوقِ مجلس میں خیانت نہ کرے سوائے
قتلِ ناحق، زنا اور ناجائز طور پر کسی کا مال حاصل کرنے کی باتوں کے۔ ان کو ظاہر
کرنا مظلوم کی اعانت کے لئے جائز ہے (ماخوذ از حدیثِ ابوداؤد) ایک حدیث میں

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے کوئی بات کر کے چلا جائے، تو وہ
بات اس شخص کے پاس امانت ہے (ابوداؤد) مطلب یہ کہ اُسے پوشیدہ رکھے۔
یہ تمام آداب جو بیان کئے گئے ہیں سب احادیث سے ثابت ہیں۔ مجلس خواہ بڑی
ہو یا چھوٹی، یعنی دو، تین کی ہو، تب بھی ان آداب کا خیال رکھنا ہر مسلمان کو
ضروری ہے۔ پھر اگر آپ کی ملاقات کسی کافر یا بدعتی یا فاسق فاجر مسلمان سے ہو
رہی ہے تو اس میں اگر مقصد کوئی دینوی نفع یا دفع ضرر ہے تو ایسی ملاقات
محض بقدرِ ضرورت ہونی جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ ایسے لوگوں سے ملاقات
رکھنا سخت مکروہ ہے اور تفریح ضرورتِ شرعیہ میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا محض
تفریحِ طبع کے لئے کافروں، بدعتیوں اور فاسق فاجر مسلمانوں سے ملنا جائز نہیں
ہاں بوجہِ ضرورت ان سے ملنا معاملہ کرنا وغیرہ جائز ہے، بشرطیکہ بقدرِ ضرورت
ملاقات رکھی جائے۔ تعارف اور ملاقات کے بعد دوستی اور محبت پیدا ہو جانا ایک
قدرتی امر ہے۔ لہٰذا ئیں اس سلسلہ میں دوستی اور اخوت کے چند مسائل بھی مختصر
طور پر ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ چنانچہ عرض ہے کہ شریعت میں کسی لائق
شخص سے دوستی اور اخوت کا تعلق رکھنا بہت عمدہ اور بہتر سمجھا گیا ہے۔
چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن (کی شان سے
محبت کرنے والا اور محبوب بننے والا ہونا) ہے۔ (احیاء) ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا
ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کو صالح اور نیک
دوست عطا فرما دیتا ہے کہ اگر وہ بھولے تو یہ دوست اس کو یاد دلائے اور اگر یاد رکھے
تو اس کی مدد کرے (احیاء) اس ارشادِ عالی کا مقصد اخوت اور دوستی قائم کرنے
کی ترغیب دلانا ہے۔ معلوم ہُوا کہ شریعت میں یہ طریقۂ زندگی بھی پسند نہیں کہ
ایک مسلمان دُنیا کے تمام مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے اور کسی سے دوستی نہ کرے۔

لیکن معاشرۂ اسلامی کے ماتحت کسی سے دوستی کرنے کے متعلق چند آداب وحقوق ہیں، جن کو مدنظر رکھنا ایک مسلمان کے لئے ناگزیر ہے۔ ان میں سے پہلی چیز دوستی کی غرض یا سبب اور وجہ کا متعین کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ دوستی کا مقصد یا دُنیا ہوگی یا دین۔ وہ دوستی جو کسی دنیوی غرض کے لئے کی جائے وہ نہ قابلِ اعتبار ہے اور نہ قابلِ تعریف بلکہ بسا اوقات قابلِ مذمت ہے اور اسے دوستی نہیں بلکہ مصاحبت کہنا چاہئے، کیونکہ دوستی اور محبت میں خلوص اور بے لوثی جزوِ اعظم ہے اور جب غرض کے ماتحت دوستی کی جائے تو ظاہر ہے کہ خلوص کہاں رہے گا، تاہم دنیوی غرض سے مصاحبت کے جائز ہونے کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ہیں: (۱) وہ دنیوی مقصد عند الشرع جائز ہو، مثلاً کسبِ معاش کے لئے کسی کی ملازمت ومصاحبت کی جائے تو جائز ہے، لیکن اگر مثلاً زناکاری کے لئے کسی کے ساتھ رہے تو حرام ہے (۲) دوسرے یہ کہ جس کی مصاحبت کی جائے وہ اگر کافر یا مشرک یا بدعتی یا فاسق وفاجر ہے تو اس کے کفر وشرک، بدعتی خیالات واعمال اور فسق وفجور کا اثر اس نیک مسلمان پر نہ پڑے اور اس کے دین کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو اس کی مصاحبت جائز ہے، مثلاً کسی کافر کی دوکان میں ملازمت بوجہ کسبِ معاش جائز ہے، جبکہ اُس کے کفر وغیرہ کا اثر ملازم پر نہ پڑے، مثلاً ایک شرابی کی دُکان پر شراب پلانے یا فروخت کرنے کے کام پر ملازم ہونا ناجائز ہے، کیونکہ اب اس کو بھی یہ حرام کام کرنا اور گناہ میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ یہی عیسائی، قادیانی، بدعتی، فاسق وغیرہ کی ملازمت اور مصاحبت کا حکم ہے، کیونکہ مسلمان کو اپنے دین کا محفوظ رکھنا تمام دنیوی مقاصد سے مقدم اور لازمی فرض ہے۔

اب رہی دوسری غرض یعنی مسلمان کسی سے دینی مقصد کے لئے دوستی کرے اُسی کا بیان کرنا میرا مقصد ہے اور اسی کی ترغیب حضورؐ نے دی ہے

اور یہی قابلِ تعریف ہے اور یہی دوستی آدمی کو اجرِ عظیم کا مستحق بنادیتی ہے۔ یہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ یہ دینی دوستی کسی دینی غرض کے ماتحت ہو، مثلاً یہ کہ کوئی مسلمان کسی عالمِ دین سے دوستی کرے تاکہ اس سے دین کی تعلیم حاصل کرے یا کوئی مُرید کسی شیخِ کامل سے تعلق قائم کرے تاکہ قلب کے روحانی امراض کا علاج کرائے اور خُدا کے یاد کرنے کے طریقے سیکھے یا آخرۃ میں اُس کی شفاعت کی اُمید کے لئے محبت کرے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حفاظ، علماء اور صالح مومنین کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور وہ شفاعت کریں گے۔ لہٰذا اس اُمید پر دوستی کرے۔ دوسرے یہ کہ نہ علم سیکھنا مقصود ہے نہ امراضِ روحانی کا علاج بلکہ دوسرے مُسلمان سے تعلقِ محبت واخوت قائم کرے، محض اس وجہ سے کہ وہ خدا کا دوست اور اس کا چاہنے والا ہے اور محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز عاشق کو محبوب ہُوا کرتی ہے۔ لہٰذا خدا کا عاشق خدا کے چاہنے والوں کو بھی چاہنے لگتا ہے۔ یہ دونوں قسم کی محبتیں اَلْحُبُّ لِلّٰہِ میں داخل ہیں، کیونکہ ان دونوں میں کسی انسان کو چاہنے کی اصل وجہ خُدا ہی کی محبت ہے۔ اگرچہ پہلی صورت میں غرض ہے مگر وہ غرض بھی خدا کی محبت ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ بہرحال یہ للّٰہی محبت انسان کے کارناموں سے ایک بہت بڑا کارنامہ ہے، جس کا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بلند درجہ ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص محض اللہ کے لئے کسی کو اپنا بھائی یا (دوست) بنائے، اللہ تعالیٰ اس کو ایک ایسے درجہ پر بلند کرتا ہے، جس کو اور کسی عمل کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا (الاحیاء) ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت میں) عرش کے آس پاس نور کے منبر ہوں گے جن پر ایسے لوگ بیٹھے ہوں گے، جن کے لباس اور چہرے نور کے ہوں گے اور یہ لوگ نہ انبیاء ہوں گے نہ شہداء (ان کی قابلِ رشک عزت

دیکھ کر) انبیاء اور شہداء بھی ان پر غبطہ کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی صفت بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جو محض اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور محض اللہ کے لئے آپس میں مل کر بیٹھتے تھے اور محض اللہ کے لئے ایک دوسرے کی زیارت (یعنی ملاقات) کرتے تھے۔ (احیاء) مگر یہ جزئی فضیلت ہے، ورنہ کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام ہی کے لئے ہوگی۔ بہر حال محض للّٰہی محبت کا اس قدر بڑا درجہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس دن سوائے خدا کے ظلِ عاطفت کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا (یعنی قیامت میں) اُس دن اللہ تعالیٰ جن کو اپنے (خاص) سایۂ رحمت میں رکھے گا، وہ سات قسم کے آدمی ہوں گے، جن میں سے وہ دو شخص بھی ہوں گے جو محض اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے اور اسی محبت کی بنا پر ملتے اور اسی کو لئے ہوئے جدا ہوتے ہیں۔ معزز بزرگو اور دوستو آج آپ کو معلوم ہوگیا کہ بلا غرضِ دنیوی محض خدا کے لئے کسی سے دوستی، محبت اور اخوت قائم رکھنے کا کیا نتیجہ ہے اور کس قدر کامیابی ہے، لہٰذا کوشش کرو کہ اپنی زندگی بھر کم از کم کسی ایک مسلمان کو محض اللہ کے لئے اپنا دوست بنالو اور قیامت کے خوفناک دن میں اللہ کے یہاں کا یہ اعزاز و مرتبہ حاصل کرلو، لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ یہ للّٰہی دوستی کس شخص سے کرنی چاہئے اور کس سے نہ کرنی چاہئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوا کرتا ہے۔ پس دوستی کرنے والے کو چاہئے کہ وہ غور کرکے دیکھ لے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے (ترمذی) چنانچہ عرض ہے کہ یہ للّٰہی محبت اس سے قائم کرنی چاہئے، جس میں مندرجۂ ذیل صفتیں ہوں۔ پہلی صفت یہ کہ وہ شخص عقلمند ہو۔ مجنون اور خبط الحواس نہ ہو، لیکن عقلمندی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ فتنوں سے لاکھ پیدا کرنا جانتا ہو مالدار اور دنیاوی بڑا ہو۔ ایسے

لوگ تو مادی نقطۂ نظر سے اکثر ناعاقبت اندیش اور آخرۃ سے غافل ہوا کرتے ہیں۔ ان کی دوستی سخت مُضر ہے بلکہ عقلمندی کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کا صحیح نقطۂ نظر معلوم کرسکتا ہو اور ہر باب میں خدا اور رسول ﷺ کے احکام سے پوری طرح واقف ہو۔ دوسری صفت یہ کہ وہ عمدہ اخلاق رکھتا ہو۔ اچھے اخلاق سے یہ مطلب نہیں کہ وہ انگریزی بد تہذیبی کے مطابق زمائشی قہقہہ لگاتا، بے وجہ سیٹی بجاتا، بات بات پر شکریہ کا وظیفہ پڑھتا اور دل میں نفاق رکھ کر بظاہر محبت و تعظیم کے ساتھ ملتا ہو بلکہ حُسنِ اخلاق سے مُراد یہ ہے کہ اس میں تکبر و غرور، کینہ، چھچھورا پن، فحش گوئی، بخل وغیرہ صفاتِ ذمیمہ نہ ہوں اور عاجزی، انکساری، تواضع، ایثار، سخاوت، حلم، محبت وغیرہ اچھی صفات ہوں۔ تیسری صفت یہ ہے کہ وہ پابندِ سنّت ہو۔ بدعتی خیالات و اعمال میں گرفتار نہ ہو۔ بدعتی سے مُراد ہر وہ شخص ہے جو اہل السنّۃ والجماعۃ کے عقائد کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہو یا ان کاموں میں دین سمجھ کر مبتلا ہو جن کا کوئی معقول ثبوت شریعت میں نہ ہو۔ اس مفہوم میں وہ تمام جدید تعلیم یافتہ جو مذہب کے مُسلّمات میں سے کسی میں شک، تردد یا مخالف نظریہ رکھتے ہوں اور وہ تمام جاہل لوگ جو رسم و رواج اور بدعتوں کے پابند ہوں داخل ہیں۔ ان سب سے دوستی قائم کرنا سخت مُضر ہے۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ قانع ہو، یعنی ایسا مسلمان ہو کہ بقدرِ ضرورت مال و دولت حاصل کرکے عبادتِ خدا میں مصروف رہے۔ پانچویں صفت یہ کہ وہ فاسق یعنی کسی گناہِ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو، جیسے تارکِ جماعت، زانی، شرابی، جواری، بے نمازی وغیرہ۔ امام غزالیؒ نے ان شرائط کے یہ وجوہ بیان کئے ہیں کہ دوست اگر بے وقوف ہو تو بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہوتا ہے۔ اگر بد خلق ہوگا تو اُس سے نقصان اور رنج اٹھانا پڑے گا۔ اگر دنیادار اور مال کا

حریص ہوگا تو اس کی صحبت دیندار کے لئے زہر قاتل ہے۔ اگر بدعتی ہو تو اس سے تعلقات منقطع کرنا خود ہی واجب ہے۔ اگر دوست فاسق ہوگا تو اس کی صحبت میں رہکر گناہ سے نفرۃ نکل کر رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ فاجر یعنی کبیرہ گناہ کرنے والے کے ساتھ مت بیٹھ کہ اس کا فجور سیکھ جائے گا اور نہ اُس کو اپنی پوشیدہ چیزوں کی خبر کر اور اپنے دین کے بارہ میں اُن سے مشورہ لے جو خُدا کا خوف رکھتے ہوں (احیاء) حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ فاسق سے تعلق توڑنا اور اُس سے بغض رکھنا اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہونے کا ذریعہ ہے (احیا) قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[1] کہ (اے مسلمان) جو ہماری یاد سے اعراض کرے تو اس سے اعراض کر۔ نیز ارشاد ہے کہ[2] اُسی کی پیروی کر جو ہماری طرف رجوع ہوا۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ جس قسم کے لوگوں سے دوستی رکھنا منع ہے، اُن سے دل میں نفرۃ اور بغض رکھنا بھی ضروری ہے۔ بحیثیت انسان ہونے کے نہیں بلکہ خُدا کا نافرمان ہونے کی وجہ سے یہ نفرۃ بھی طاعت وعبادۃ ہے، لیکن اگر فاسق توبہ کرلے تو اب اُس سے محبت ضروری اور نفرت کرنا ناجائز ہے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ ایمان کا مضبوط رشتہ اللہ کے لئے محبت رکھنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا ہے (احیاء) اور حضورؐ نے دُعا فرمائی کہ اے خُدا کسی فاجر کا کوئی احسان مجھ پر نہ کر کہ پھر اُس کی محبت پیدا ہو جائے۔ (الاحیاء) خود فرماتے ہیں کہ حضورؐ فاسق کا احسان گوارا نہ فرماتے، اس لئے کہ احسان سے محبت پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ فاجر سے عداوۃ ہونی چاہئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ گناہ کرنے والوں سے بغض رکھ کر اللہ کے دوست بن جاؤ۔ اُن سے

[1] فاعرض عمن تولیٰ عن ذکرنا الآیہ ۳

[2] واتبع سبیل من اناب الی الآیہ ۱۲

دُور ہٹ کر خدا کے قریب ہو جاؤ۔ اُن پر غصہ کر کے اللہ کی خوشنودی تلاش کرو لوگوں نے کہا تو ہم کس کے پاس بیٹھیں یا روح اللہ۔ فرمایا اس کے پاس بیٹھو جس کے دیکھنے سے خدا یاد آجائے، جس کی باتیں تمہارا علم زیادہ کریں اور جس کا عمل تم کو آخرت کے بارے میں رغبت دلانے والا ہو۔ (احیاء) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں قسم ہے خُدا کی اگر میں تمام دن روزہ رکھوں، تمام رات نماز پڑھوں کہ بالکل نہ سوؤں اور تمام گراں قیمت مال اللہ کے لئے خرچ کردوں اور موت کے دن مرجاؤں اس حالت میں کہ میرے دل میں خدا کی فرمانبرداری کرنے والوں کی محبت اور نافرمانی کرنے والوں سے بغض نہ ہو تو مجھے ان عبادتوں نے کچھ نفع نہ پہنچایا (احیاء) مطلب یہ کہ ان تمام عبادتوں کا قلب پر یہ اثر ہونا چاہیے کہ حُب فی اللہ اور بغض فی اللہ پیدا ہو جائے۔ اگر ایسا بھی اثر نہ ہوا تو کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج جو ہر گھر میں ہر محلہ میں ہر خاندان کا نیک آدمی بھی کسی نہ کسی گناہ کبیرہ میں برابر مبتلا پایا جاتا ہے اس کی وجہ در اصل یہی ہے کہ وہ مسلمان خود تو نیک تھا لیکن اپنے فاسق فاجر اور بدمعاش رشتہ داروں اور دوستوں کی صحبت کی وجہ سے خود بھی فاسق و بدکار بن گیا۔ کوئی بے دین ہو جاتا ہے اور کوئی ادھورا، بارہا کا تجربہ ہے، کئی آدمی پہلے نماز پڑھتے تھے، لیکن پھر چند بے نمازی دوستوں سے تعلقات ہوگئے تو یہ خود بھی ویسا ہی ہوگئے۔ ہمارے لڑکے عموماً بالغ ہونے تک نیکی پر رہتے ہیں لیکن کچھ دنوں کے بعد جب گھر کے فاسقوں اسکول کے فاجروں اور محلہ کے بدکرداروں کی صحبت ملتی ہے تو اب بگڑ جاتے ہیں۔ غرضیکہ فاسقوں سے دوستی رکھنا بہت ہی خطرناک ہے اور کافروں کی دوستی تو اُس سے بھی زیادہ بُری۔ پس اُس شخص کو جو واقعی سچا مسلمان بن کر زندگی گذارنا چاہتا ہے، ضروری ہے کہ وہ کافروں

فاسقوں، بدعتیوں، جاہلوں، مال کی حرص رکھنے والوں سے ہرگز دوستی اور محبت نہ رکھے۔ بقدرِ ضرورت ملے اور علاحدہ ہو جائے اور ان لوگوں کے افعال سے دل میں نفرت وبغض رکھے۔ نیز عقلمندوں، پابندِ سُنّت، اچھے اخلاق والے، قناعت کرنے والے اور پرہیزگاروں سے محبت اور صحبت رکھے، نجاتِ آخرۃ کا یہ وہ کامیاب نسخہ ہے کہ اگر کسی نے اس کو اختیار کر لیا تو سوفیصدی یقینی کامیابی اس کو حاصل ہوگی۔

رستہ خدا رسول کا بتلائے جاتے ہیں ؎ مانو نہ مانو ہم تمہیں سمجھائے جاتے ہیں

اس کے بعد سمجھیے کہ دوستی اور اخوت کے چند حقوق بھی ہیں، جن کا خیال رکھنا چاہئے۔ وہ حقوق یہ ہیں کہ جان ومال سے بوقتِ حاجت بلا طلب مدد کرنا۔ اس کے ساتھ ایثار برتنا، بُرائیوں سے سکوت، بھلائیوں کو پھیلانا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا، غلطیوں سے درگذر کرنا، زندگی اور مرنے کے بعد بھی دُعائے خیر کرنا، خلوص رکھنا، تعلق کو آخر وقت تک نباہنا، حتی الامکان دوست کو تکلیف نہ دینا۔ اگر کوئی شخص دوستی کے قابل مل جائے تو چاہیے کہ اُسے بڑی نعمت سمجھے اور اس کے ساتھ دوستی کرکے ان حقوق کو ادا کرتا رہے۔ اب دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو اور تمام مسلمانوں کو نیک بنائے۔ نیکوں سے دوستی رکھنے کی توفیق دے۔ کافروں، فاسقوں کی دوستی، محبت اور صحبت سے بچائے اور معاشرتِ اسلامی کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق دے۔ آمین بجاہِ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ؑ

علہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ فَاَعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ الخ

نوٹ:۔ محرم سے جمادی الثانی تک چھ ماہ کے خطبات یہاں ختم ہوئے۔ باقی چھ ماہ کے خطبے جلد ثانی میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲

تبصرہ از ماہر علومِ شرعیہ جناب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت برکاتہم

تبصرہ نگار ماہنامہ "بینات" کراچی (پاکستان)

اسلام نے خاص خاص خطبات کے ذریعہ ذکرِ الٰہی ، تعظیم شعائر اللہ ، تذکیرِ آخرت ، تہذیبِ نفس اور اصلاحِ اُمت کا جو نظام قائم فرمایا ہے، بہت کم خطباء اور سامعین اس کی اہمیت سے عُہدہ برآ ہوتے ہیں، اس لئے ضرورت تھی کہ خطبات و مواعظ کا ایک عُمدہ مجموعہ مرتب کیا جائے، جس سے خطباء اور عامۂ مسلمین مستفید ہوسکیں۔ خدا تعالیٰ مولانا ذاکر حسن صاحب کو جزائے خیر دیں کہ اُنھوں نے "خطبات موعظت" لکھ کر ملّت کی اس ضرورت کو بخوبی پورا فرما دیا ہے۔

اس مجموعہ میں ۶۰ خطباتِ جمعہ اور ۶۰ مواعظ کے علاوہ خطبۂ عیدین مع احکامِ ضروریہ ، خطبۂ نکاح مع مسائل اور خطبۂ استسقاء وغیرہ کو مرتب کیا گیا ہے۔ مواعظ میں ہر ماہ کی مناسبت سے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کے تقریباً تمام اہم مسائل آگئے ہیں۔ زبان شگفتہ، سلیس اور علمی ہے اور اندازِ بیان ناصحانہ، مشفقانہ اور مصلحانہ ہے، شروع میں ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں خطبۂ عربی کی بحث کے علاوہ ائمۂ مساجد، خطباء اور متولیانِ مساجد کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے۔

مولانا محمود حسن صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارن پور اور مولانا محمد شفیع صاحب (سابق) مفتی دار العلوم دیوبند نے پوری کتاب کو حرفاً حرفاً پڑھ کر تقریظ لکھی ہے اور حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرمائی ہے۔ ہمارے خیال میں اس کتاب کا مذاکرہ عقائد و اعمال اور اخلاق و معاشرت کی اصلاح کے لئے بڑا مفید ہوگا۔ واللہ الموفق۔

خطبۂ جمعہ اول ماہِ رجب در آدابِ معاشرۂ اسلامی نمبر ۱۱

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی : **تہذیبِ سفر و تفریح**

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ
مَا لَا یُحْصٰی ○ وَخَلَقَ لَنَا كُلَّ مَا نَحْتَاجُ
اِلَیْهِ مِنَ الْغِذَاءِ وَالْهَوَاءِ ○ لِتَقْوِیَةِ الْجَ
وَتَفْرِیْحِ الْقَلْبِ وَالْقُوٰی ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰ
اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ فِی الذَّاتِ وَالصِّ
وَالْعَطَاءِ ○ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُ
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ الْوَرٰی ○ صَلَّی اللّٰ
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ فَازُوْا بِاللّٰهِ رَ
الْعُلٰی ○ اَمَّا بَعْدُ فَیَا مَعْشَرَ الْاِخْوَانِ ○

مِنْ اٰدَابِ الْمُعَاشَرَةِ الْاِسْلَامِيَّةِ اٰدَابُ التَّنَزُّهِ وَالسَّفَرِ ○ فَاعْلَمُوْا اَنَّ الشَّرِيْعَةَ جَوَّزَتِ التَّفَرُّجَ وَالسَّفَرَ ○ بِشَرْطِ اَنْ لَّا يُفْضِيَ اِلٰى اَمْرٍ مُّنْكَرٍ ○ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1] اَمَرَنِيْ رَبِّيْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ ○ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا[2] يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ الخ

[1] رواہ احمد ۱۲ [2] بیہقی ۱۲

وعظِ جُمعہ اول ماہِ رجب در آدابِ معاشرۂ اسلامی[11]

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی: **تہذیبِ سفر و تفریح**

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْد۔ برادرانِ ملت! اسلامی طریقہ پر زندگی گذارنے کے لئے آدابِ سفر اور آدابِ سیر و تفریح کا جاننا بھی ضروری ہے، لہٰذا عرض ہے کہ اسلام میں جائز مقصد کے لئے ہر قسم کا سفر خواہ وہ خشکی کا ہو یا دریا کا، اور پیدل کا ہو یا ریل، موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ کا ہر طرح اور ہر جگہ کا جائز ہے۔ بشرطیکہ کوئی امرِ شرعی مانع نہ ہو۔ سفر کے لئے اسلام میں کوئی دن یا تاریخ یا ساعت وغیرہ منحوس نہیں۔ سفر کرتے وقت کسی بدشگونی کا اثر لینا جائز نہیں۔ سفر پر روانگی گو ہر دن اور ہر وقت جائز ہے، لیکن اچھا یہ ہے کہ جمعرات کے دن کیا جائے یا اگر جمعہ کو کیا جائے تو بعد نمازِ جمعہ اختیار کیا جائے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کو سفر کرنا پسند فرمایا کرتے تھے (بخاری) اور صبح کے وقت سفر کرنا بہتر ہے، کیونکہ آپ نے صبح کے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ میری اُمت کی صبح میں برکت عطا فرما (ابوداؤد) خطرات کے موقعہ پر رات کو تنہا سفر نہ کرے تو بہتر ہے۔ حضورؐ نے اس سے منع فرمایا ہے، کیونکہ خطرہ ہے (بخاری) اور مناسب ہے کہ رفیقِ سفر تلاش کرے۔ مل جائے تو بہتر ہے۔ اگر تین کا ساتھ ہو جائے تو اُن میں سے ایک کو امیرِ سفر بنالیں (ابوداؤد) اگر سفر میں کہیں قیام کرنا پڑے تو ایک ساتھ سب ٹھہریں (ابوداؤد) سفر میں ہوشیاری سے سوئیں کہ حضورؐ سفر میں بہت ہوشیاری سے استراحت فرماتے تھے (مسلم) سفر میں کُتّا اور گھنٹی اپنے ساتھ نہ لیں۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ (مسلم) سفر میں فرض نماز کا

خاص خیال رکھیں اور سستی نہ کریں۔ اہتمام کرنے سے سب کچھ آسان ہو جاتا ہے، اور ذکر اللہ کی کثرت رکھیں کہ اس سے فرشتہ کی مصاحبت نصیب ہوتی ہے (طبرانی کبیر) سفر پر جاتے وقت اپنے اعزا و اقربا کو سلام کر کے جائیں تاکہ ان کی سلامتی کی دعائیں شاملِ حال ہوں (طبرانی اوسط) جب سفر کا مقصد حاصل ہو جائے تو جلد واپس ہوں۔ بلاوجہ دیر نہ لگائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ وہ تمہیں (باطمینان) کھانے پینے سونے سے روکتا ہے، اس لئے جب کام پورا ہو جائے تو جلد واپس آجانا چاہئے (متفق علیہ) واپسی پر اپنے محلہ کی یا بستی کی مسجد میں اول دو رکعت نفل نماز پڑھ کر پھر گھر جانا بہتر ہے (ابوداؤد) وطن واپس ہوتے وقت بچوں اور اقربا کے لئے بشرطِ وسعت کچھ سوغات لانا بہتر ہے۔ اس سے ان کی خوشی زیادہ ہوتی ہے (احیاء) رات کو ایکدم گھر نہ پہنچے بلکہ دن میں پہنچے۔ اور اگر ممکن ہو تو پہلے خبر پہنچا دے (جمع الفوائد) اگر سفر تین منزل یا زائد کا ہو تو نماز میں قصر کرنا چاہئے۔ تین منزل سفر کا اندازہ علماء نے ۴۸ میل، بعض نے ۵۰ میل کیا ہے۔ سفر خواہ ریل کا ہو یا موٹر و ہوائی جہاز کا، تکلیف دہ ہو یا آرام کے ساتھ ہو، بہرحال حنفیہ کے نزدیک قصر ہی کرنا واجب ہے۔ جہاں پہنچنا ہے وہاں اگر پندرہ روز یا زائد ٹھہرنا یا ٹھہرنے کی نیت ہو تو اب قصر نہ کریں بلکہ پوری نمازیں پڑھیں اور اگر اس سے کم قیام کی امید ہو تو قصر واجب ہے۔ اگر جماعت سے مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو پوری پڑھی جائے۔ قصر صرف ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعت فرض میں ہوگا کہ چار کی جگہ دو پڑھے۔ باقی نمازیں فجر و مغرب کی پوری پڑھے۔ سنتیں اگر بسہولت پڑھ سکتا ہے تو ہرگز نہ چھوڑے، لیکن اگر موقعہ نہ ملے تو چھوڑ دے اور ان کی قضا بھی نہیں۔ عورة کو بغیر محرم کے سفر کرنا ایک دن رات کا ناجائز ہے (اللمعۃ) اور آج کل تو اس سے چھوٹا سفر بھی بغیر محرم کے نہ کیا جانا بہتر ہے۔ یہ سب مسائل و آداب، حدیث شریف

اور فقہ سے بیان کئے گئے ہیں۔ زیادہ تفصیل دینی کتابیں پڑھ کر معلوم کریں۔

اب میں آدابِ سیر و تفریح بیان کرتا ہوں۔ قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمان کی زندگی کا اصل مقصد اور نصب العین صرف یہ ہے کہ وہ خدا کی عبادت و اطاعت میں اپنی زندگی گذارتے ہوئے اس کی رضا حاصل کرے۔ اگر آپ مسلمان ہیں اور آپ نے اپنی زندگی کا آخری مقصد یہ نہیں بنایا یا نہیں سمجھا تو یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔ اس کی فوراً اصلاح کیجئے اور اس کے بعد سمجھئے کہ اسلام نے سیر و تفریح کو مطلقاً منع نہیں کیا بلکہ بعض اوقات حکم بھی دیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اُن کو (یعنی مومنین کو) اللہ کے فضل پر فرحت محسوس کرنی چاہئے (قرآن) ایک جگہ ارشاد ہے کہ پس سیر کرو زمین کی۔ پس دیکھو کہ (انبیاء علیہم السلام کے) جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا (قرآن) ان دونوں آیتوں میں فرحت حاصل کرنے اور سیر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی شریعت نے سیر و تفریح کا ایک ضابطہ بھی مقرر کیا ہے اور کلی قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ سیر و تفریح جس سے مسلمان کے مذکورہ بالا اصل مقصدِ زندگی میں مدد ملتی ہو اُس میں اجر و ثواب ملے گا اور عبادۃ میں شمار ہوگی، بشرطیکہ ثواب کی نیت نہ کی جائے اور ہر وہ سیر و تفریح جس سے اُس مقصدِ اصلی میں مدد نہ ملتی ہو، لیکن اُس کے خلاف بھی کوئی اثر پیدا نہ کرے تو ایسی سیر و تفریح جائز ہوگی، مگر ثواب نہ ملے گا، اور ہر وہ سیر و تفریح جو اصل مقصد کو مُضر ہو وہ ناجائز ہوگی۔ مختصر طور پر یوں سمجھئے کہ ہر وہ سیر و تفریح جس سے تکمیلِ دین میں خرابی واقع ہوتی ہو جائز نہ ہوگی۔ بس اس قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے ہر قسم کی سیر و تفریح کا حکم آپ معلوم کر سکتے ہیں۔ میں صرف بطورِ مثال چند سیر و تفریح کے احکام بیان کرتا ہوں۔

تفریح کا ایک طریقہ عید منا کر فرحت حاصل کرنا ہے۔ اسلامی عید صرف

ع فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین

وہ ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ ان عیدوں میں خوشی منانا اور فرحت حاصل کرنا جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں، لیکن ان کے علاوہ اور عیدیں ایجاد کرنا یا مشرکوں کی عیدوں میں شریک ہو کر تفریح کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے (درمختار) نیز وہ باتیں جو دوسرے دنوں میں ناجائز ہیں وہ ان عیدوں میں بھی ناجائز ہیں۔ عید کی وجہ سے حرام باتیں حلال نہیں ہو جاتیں۔

تفریح کا ایک طریقہ مجمع لگانا اور اس میں شرکت کرنا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ مجمع کسی شرعی یا جائز مقصد کے لئے لگائے گئے ہوں جیسے تبلیغی جلسہ وغیرہ یا تقریب نکاح وغیرہ کے اور ان میں ناجائز کام نہ ہو تو ان سے تفریح کرنا جائز ہے۔ اگر ان کا مقصد خلافِ شرع ہو یا ان میں خلافِ شرع کام کئے جاتے ہوں تو اب شرکت کر کے تفریح حاصل کرنا ناجائز ہو جائے گا، مثلاً میلے ٹھیلے، نمائش، تماشے اور ایسے عرس کہ جن میں خلافِ شرع کام کئے جائیں[۲] ان سب میں جانا شریک ہونا وغیرہ ناجائز ہے۔

تفریح کا ایک طریقہ قدرتی مناظر کا دیکھنا، پہاڑوں اور سرسبز زمینوں میں چلنا پھرنا ہے۔ یہ بالکل جائز ہے جبکہ کسی ناجائز کام کا ان میں ارتکاب نہ کیا جاوے۔ — تفریح کا ایک طریقہ خوشبوؤں کا استعمال کرنا ہے۔ یہ شریعت میں پسندیدہ تفریح ہے جبکہ خوشبو پاک ہو اور اس کے استعمال میں کوئی ناجائز نہ کیا گیا ہو۔

تفریح کا ایک طریقہ اشعار سننا یا بنانا یا پڑھنا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اشعار سے کسی کی مدح میں مبالغہ نہ ہو، کسی کی ہجو یا مذمت نہ ہو، کسی معین عورۃ کے حسن و اعضاء کی تعریف نہ ہو اور مضمون ایسا نہ ہو جن سے جذباتِ شہوۃ بھڑکیں اور شعر کہنے بنانے اور پڑھنے میں کسی اور ناجائز کام کا ارتکاب نہ کیا جائے تو اب اشعار سے

[۱] اشارۃ الی امصد [۲] اعیاد بہ عید

تفریح حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں (درمختار وغیرہ) علم و حکمت اور نصیحت کے اشعار پڑھنا بہتر ہے، لیکن موجودہ زمانہ کی شعر و شاعری اور مشاعرے جو عموماً منہیات شرعیہ سے خالی نہیں ہوتے ناجائز ہیں مسلمانوں کو ان میں شرکت نہیں کرنا چاہیئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچ لہو اور پیپ بھرلے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ اپنے پیٹ میں شعر بھرے (متفق علیہ) ایک بار حضورؐ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک شاعر ملا جو شعر پڑھ رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا پکڑو اس شیطان کو اور روکو۔ تم میں سے کسی کا پیپ سے پیٹ بھر لینا بہتر ہے شعر کے بھرنے سے (مسلم) غالباً وہ خراب قسم کے اشعار پڑھ رہا ہوگا۔ بعض شاعروں اور اشعار کی آپ نے تعریف بھی فرمائی ہے جنھوں نے نصیحت کی باتیں شعر میں بیان کی تھیں۔

تفریح طبع کا ایک طریقہ مزاح یعنی مذاق کرنا بھی ہے۔ یہ بھی جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ مذاق سے کسی کی دل شکنی نہ ہو، مذمت نہ ہو، غیبت نہ ہو۔ جس سے مذاق کیا جائے اُسے ناگوار نہ ہو، کذبِ صریح نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی پائی گئی تو ایسا مذاق حرام ہوگا، مثلاً مذاق میں ناگوار نام رکھنا جیسے پستہ قد کو گٹا یا ٹھنگنا، نابینا کو اندھا کہ کر پکارنا، کسی کو بھینس، بانس، بلی کہہ کر پکارنا اور اس قسم کے الفاظ سے خطاب کرنا، اگر ایسے بیہودہ الفاظ بحالتِ غصہ کوئی کہے تو یہ غیبت میں یا ہتکِ عزت کے جرم میں داخل ہوں گے۔ اور اگر بطورِ ہنسی کے بولے تو اب یہ ناجائز مذاق میں داخل ہوں گے اور ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہوگا، کیونکہ توہینِ مسلم حرام ہے۔ اسی طرح تمام ایسے مذاق جن سے شریعت یا اس کے کسی ادنیٰ حکم کی توہین ہو، مثلاً نماز کی، یا داڑھی کی یا عالم دین یا علماء کی توہین ہو تو اگر ناواقفی میں کیا تو حرام ہوا اور اگر مسئلہ جان قصداً ایسا کیا تو کفر ہو جائے گا۔

تفریح کا ایک طریقہ لہو و لعب اور کھیل ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان

سے کسی مقصد شرعی میں مثلاً فریضۂ جہاد میں مدد ملتی ہو اور کوئی دوسری ناجائز بات اس میں شامل نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں، مثلاً گھوڑے دوڑانا، یا کشتی لڑنا، یا کبڈی کھیلنا، لکڑی کھیلنا یا فٹ بال ہاکی وغیرہ کھیلنا، یہ سب کھیل جائز ہیں اور اگر ان سے کوئی خاص شرعی فائدہ مقصود نہ ہو تو اب ایسے کھیل ناجائز ہوں گے۔ مثلاً بٹیر بازی، تیر بازی، کبوتر بازی وغیرہ۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص ایک کبوتری کے پیچھے بھاگا جا رہا تھا تو آپؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ شیطان شیطانہ کا پیچھا کر رہا ہے (ابوداؤد) اسی طرح تمام جانوروں کی بازی اور ان کو لڑانا ناجائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو بھڑکا کر آپس میں لڑانے سے صاف طور پر منع فرمایا ہے (ابوداؤد) اور جب ان میں ہار جیت بھی ہو تو اب بالکل حرام ہوں گے، کیونکہ اب یہ قمار (جوئے) میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح نرد بازی شطرنج بازی بھی حرام ہے۔ حدیث میں ہے جس نے نرد بازی کی اس نے گویا خنزیر کے خون میں اپنے ہاتھ بھرے (مسلم) یہی حکم شطرنج کا بھی ہے۔ جبکہ اس میں انہماک ہو جائے اور واجبات سے غفلت پیدا ہو۔

تفریح کا ایک طریقہ گانا بھی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب اشعار کا مضمون جائز قسم کا ہو، باجہ ساتھ نہ ہو، تنہائی ہو تو گانا جائز ہے (قاضی خان) عورتوں کو مرد کا اور مرد کو عورۃ کا گانا سننا ناجائز ہے (شامی) اور یہی احکام گراموفون کے لئے بھی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گانا قلب میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسے کہ پانی کھیتی اگاتا ہے (احیاء) اسی طرح سوائے اس دف کے جس میں جھانجھ نہ ہو باقی تمام باجے، ڈھول، طبلہ، سارنگی وغیرہ بجانا اور ان کا قصداً سننا سب حرام ہے اور گانا سن کر وجد لانا خلافِ شریعت ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ وہ (یعنی وجد لانا) مکروہ تحریمی ہے اور اس کی دین میں کوئی اصل

نہیں (ص۲۵۱ ج۵ شامی مصری) اور جوہر نیرہ میں ہے کہ ہمارے زمانے کے بناوٹی صوفی جو کچھ (سماع وجد وغیرہ) کرتے ہیں، یہ سب حرام ہے۔ اس کا قصد کرنا اس میں بیٹھنا بھی جائز نہیں اور وجد کے بارے میں جو حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجد لانے کی بیان کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں اور تتارخانیہ میں عیون سے نقل کیا ہے کہ سماع اگر قرآن و وعظ کا ہو تو جائز ہے اور اگر سماع غنا (یعنی گانا سننا) ہو تو بالاجماع حرام ہے اور جن صوفیاء کرام نے اس کو مباح کہا ہے تو وہ اس شخص کے لئے ہے جس کا دل لہو ولعب سے پاک ہو اور تقویٰ و پرہیزگاری سے مزین ہو (اور بہت سی شرطیں ہیں) حاصل یہ کہ ہمارے زمانے میں سماع کی رخصت نہیں ہے اور حضرت جنیدؒ نے اپنے زمانے میں سماع سے توبہ کر لی تھی (کذا از شامی ص۳۰۶ ج۵ مصری) اور بزازیہ میں ہے کہ ملاہی (یعنی باجے) کی آواز سننا (قصداً) حرام ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملاہی (یعنی باجے وغیرہ) کی آواز سننا گناہ ہے اور اس میں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذۃ حاصل کرنا کفر ہے، یعنی کفرانِ نعمت ہے کہ اس نے اعضاء کو ایسے کام میں صرف کیا، جس کے لئے وہ پیدا نہیں کئے گئے۔ پس واجب ہے اور پوری طرح واجب ہے کہ ایسی آوازیں سننے سے بچے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے مزامیر کی آواز سن کر اپنے کانِ مبارک میں انگلی دے لی تھی۔ (کذا از شامی ص۳۰۶ ج۵ مصری)

جس طرح ناجائز گانا اور باجے سننا حرام ہے، اسی طرح گانے بجانے کے بارہ میں روپیہ صرف کرنا بھی حرام ہے (شامی) کیونکہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گانے والی لونڈیاں نہ فروخت کرو نہ خریدو۔ ان کی تجارۃ میں خیر نہیں ہے اور ان کا روپیہ حرام ہے اور ایسے کاموں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ

الایہ (ترمذی) اور آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے ہدایت و رحمت بناکر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے آلاتِ لہو (طبلہ و ڈھول وغیرہ) اور باجے اور بُتکدے اور صلیب اور جاہلیت کی رسمیں مٹانے کا اور میرے رب نے قسم کھائی ہے اپنی عزّت کی کہ جو کوئی بندہ ایک گھونٹ شراب پئے گا تو میں اُس کو ضرور اُتنا ہی پیپ پلاؤں گا اور جو میرے خوف سے شراب نہ پئے گا تو اپنے قُدس کے حوضوں سے اس کو پلاؤں گا (احمد)

ہائے افسوس مسلمانو غور کرو کہ جن چیزوں کو حضورؐ مٹانے تشریف لائے تھے ہم آج اُنھیں چیزوں کو اپنے ہاتھوں، مالوں اور دماغوں سے قائم کر رہے ہیں۔ کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلی دشمنی نہیں ہے اور حضورؐ کے دشمنوں کا کیا انجام ہوگا یہ آپ کو معلوم ہے۔ اس لئے جلد از جلد ایسے گناہوں سے توبہ کرو، اور اپنے گھروں، محلوں سے ایسی چیزوں کو مٹا دو۔

آج کل تفریح کا ایک طریقہ تصویر یا فوٹو اُتارنا بھی ہے۔ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے، لیکن جاندار چیزوں کی تصویر بنانا، بنوانا حرام ہے اور خریدنا اور بیچنا اور تصاویر گھر میں رکھنا یہ سب مکروہِ تحریمی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں کُتّا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (متفق علیہ) اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ عذاب (کے مستحق) لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک تصویر بنانے والے ہیں (متفق علیہ) اور قیامت میں مُصوّر سے روح ڈالنے کو کہا جائے گا (بخاری) نہ ڈال سکے گا تو عذاب دیا جائے گا اور ایک حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ عذاب (کے مستحق) لوگوں میں سے وہ ہوگا جو نبی کا قاتل ہو اور وہ جو نبی کے ہاتھ سے قتل ہُوا اور وہ جو اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کر دے اور تصویر بنانے والا اور وہ عالم جو اپنے علم پر عمل نہ کرے (مشکوٰۃ) مسلمانو خدا کے لئے

ذرا سوچو کہ مُصوّر اور قاتلِ نبی کا ایک ہی درجہ ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہُوا، لہٰذا ایسے بُرے عمل سے فوراً توبہ کرو۔

تفریح کا ایک طریقہ سینما اور تھیٹر وغیرہ قسم کے تماشے دیکھنا ہے۔

یہ بھی علماءِ محققین اور باعمل متقی علماء کے نزدیک قطعاً حرام ہے، اس لئے کہ سینما وغیرہ تو تمام خبائث اور بُرے کاموں کی جڑ ہے۔ ہندوستان میں سینمابینی سے ۹۵ فیصدی بُرے نتائج ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مسلمانو! خوب کان کھول کر سن لو کہ سینما حرام ہے اس لئے کہ اس کے دیکھنے سے شہوت کے جذبات بھڑکتے ہیں۔ سینما حرام ہے اس لئے کہ اس سے عموماً ناجائز عشق کی تعلیم ملتی ہے۔ سینما حرام ہے۔ اس لئے کہ اس میں غیر محرم عورتوں کی تصویریں نیم عُریاں حالت میں اور بوسہ بازی وغیرہ دکھائی جاتی ہے جس سے حیا و شرم اور مروّت جاتی رہتی ہے اور یہ سب افعال شیطانی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان[عه] کے قدم بقدم نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ سینما اس لئے بھی حرام ہے کہ اس میں ناچ ہوتا ہے اور ناچ کرنا اور اس کا دیکھنا سب حرام ہے۔ سینما دیکھنا اس لئے بھی منع ہے کہ اس میں عموماً فاسق فاجر لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور ان کی صحبت ہوتی ہے جو ممنوع ہے۔ سینما اس لئے بھی منع ہے کہ اس میں تصاویر ہوتی ہیں جو اللہ و رسولؐ کے نزدیک مبغوض ہیں اس لئے ان سے بچنا اور قلب کو اُن کی چاہت سے پاک رکھنا ضروری ہے۔ نیز سینما دیکھنا اس لئے بھی حرام ہے کہ اس کے دیکھنے میں اور اس کے متعلق مال خرچ کرنے میں اور اس کو پسند کرنے میں ان چیزوں کی عزت و شہرت بڑھتی ہے حالانکہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ حرام چیزوں کی توہین و تذلیل کی جائے اور اُن کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ سینمابینی اس لئے بھی حرام ہے کہ اس میں وقت

عه ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انه لکم عدو مبین

نعوذ مخلوقِ خدا کے ساتھ تصاویر کو زیادہ سے زیادہ مشابہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ تشابہ بخلق اللہ حرام اور مبغوض ہے جیساکہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ سخت عذاب کے مستحق وہ لوگ ہیں جو خلق اللہ کی مشابہت کرتے ہیں (یعنی تصویر گری میں) (للتہ) پس اس کا دیکھنا، اس کا شوق رکھنا اور اس کے لئے مال خرچ کرنے میں اس صنعت کی امداد و معاونت ہے اور حرام کام کی مدد بھی حرام[10] ہے۔ سینما بینی اس لئے بھی حرام ہے کہ اس کا بار بار دیکھنا، اس کا رواج دینا، اس میں مال خرچ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصدِ بعثت سے دشمنی کرنا ہے کہ آپؐ ایسی چیزوں کو مٹانے کے لئے تشریف لائے تھے جیساکہ اوپر کی حدیث میں گذرا۔ سینما اس لئے بھی حرام ہے کہ اس میں گانا بھی ہوتا ہے جو حرام ہے (کمامر) نیز[11] سینما اس لئے بھی حرام ہے کہ اس میں گانے کے ساتھ باجے وغیرہ بھی ہوتے ہیں، جن کا حرام ہونا اوپر بیان ہو چکا۔ سینما[12] بینی اس لئے بھی حرام ہے کہ یہ محض لہو ہے اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے سوائے اپنی بیوی سے دل لگی کرنے اور گھوڑے کو سدھانے اور تیر بازی کرنے کے (درمختار) نیز سینما بینی اس لئے بھی حرام[13] ہے کہ یہ لہو ہے جس میں مال خرچ کرنا اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ نیز[14] اس لئے بھی حرام ہے کہ اس کے دیکھنے سے فاسقوں، فاجروں، کافروں کی مدد ہوتی ہے جو اس کا پیشہ کرتے ہیں اور حرام کاموں، گانے بجانے اور ناچنے وغیرہ کی مدد ہوتی ہے۔ یہ بھی حرام ہے۔

اور عورتوں اور بچوں کو سینما دکھانا سخت در سخت حرام ہے کیونکہ ان کی طبیعت میں دوسرے کے اثر کو قبول کرنے کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے پس وہ ان محرمات کا اثر قبول کریں گے، جس سے ان کا اخلاقِ اسلامی خراب ہوگا اور

[10] لقولہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

اس خرابی کی وجہ سے مدۃ العمر بچے جس قدر سینما دیکھیں گے اور اُس کو دیکھ کر جو بُرے افعال ظاہرًا یا باطنًا کریں گے ان سب کا گناہ ان لوگوں کو ہوگا جنھوں نے ابتداءً اُن کو سینما دیکھنا سکھایا۔ جیساکہ حدیث میں ہے کہ جس نے کبھی گمراہی کی دعوت دی اُس پر تمام عمل کرنے والوں کے گناہ ہوں گے (مُسلم) پس ہمیں چاہیے کہ میر و سفر شریعت کے مُطابق کریں اور جائز تفریحات پر اکتفا کرتے ہُوئے تمام ناجائز اور حرام تفریحات سے توبہ کریں۔ دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور تمام مُسلمانوں کو اسلامی طریقے پر زندگی گذارنے کی توفیق دے اور تمام گناہوں اور حرام تفریحوں اور کاموں سے بچائے۔ آمین یارب العالمین۔ و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہ سیّدنا محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

ع أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۞ بَارَكَ اللّٰهُ الخ

خُطبہ جُمعہ دُوم ماہِ رجب درآدابِ معاشرۃ اسلامیہ ۱۲

بسلسلۂ تہذیب اسلامی: تہذیب اکل و شرب و نوم و یقظہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَفَّلَ أَرْزَاقَ الْأَنَامِ ۞ وَفَصَّلَ أَنْفَعَهَا بِحَلَالٍ وَأَضَرَّهَا بِحَرَامٍ ۞ وَهُوَ الْعَلِيْمُ بِمَصَالِحِ الْأَحْكَامِ ۞ أَشْهَدُ

خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ ○ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَکُمْ الخ

وعظ جمعہ دوم ماہ رجب در آدابِ معاشرۂ اسلامی نمبر ۱۲

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی: **تہذیبِ اکل و شرب و نوم و یقظہ**

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

برادرانِ ملّت! تہذیبِ معاشرۂ اسلامی کا ایک اہم جز تہذیبِ اخلاق ہے اور تہذیبِ اخلاق کا ایک اہم حصہ تہذیبِ اکل و شرب و نوم و یقظ یعنی کھانے پینے، سونے جاگنے کو مُہذّب بنانا بھی ہے۔ آج کے وعظ میں اسلامی تہذیب کے اس حصہ کے متعلق بعض آداب مختصراً پیش کرتا ہوں۔

چنانچہ عرض ہے کہ کھانے پینے کے آداب میں پہلا ادب یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی غذا کھائے پئے جو حلال طریقہ سے حاصل کی گئی ہو، کیونکہ حرام غذا قلب میں سختی اور ظلمت پیدا کرتی ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو جسم ولم غذا سے پلا ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا (جمع الفوائد) یعنی ابتداءً اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اُس کی دُعا قبول نہ ہوگی (مسلم)، پس اسلامی معاشرہ میں ضروری ہے کہ جب مسلمان کچھ کھائے پئے یا کوئی شے استعمال کرے تو اول یہ ضرور غور کرلے کہ وہ چیز حرام طریقہ سے حاصل ہوئی ہے یا حلال طریقہ سے۔ ہم اکثر نمازیں پڑھ پڑھ کر دعایئں کرتے ہیں، لیکن ان کی قبولیت کا اثر نہیں دیکھتے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کی ایک زبردست وجہ یہ بھی ہو کہ ہم کمانے کھانے

میں حلال و حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو کسی نے لاعلمی میں غلط طریقہ سے حاصل کی ہوئی غذا کھلادی تھی۔ معلوم ہونے پر دونوں نے انگلی ڈال کر قے کردی اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔ (احیاء) دوسرا ادب یہ ہے کہ مسلمان جو غذا کھائے یا پئے وہ قانونِ حکومتِ الٰہیہ میں منع نہ ہو، مثلاً مُردہ جانور جو اس قانون میں حرام ہے، شاید اس لئے کہ وہ صحتِ انسانی کے لئے مُضر ہے۔ خون پینا بھی حرام ہے۔ شاید اس لئے کہ اس سے درندگی پیدا ہوتی ہے۔ خنزیر کا گوشت بھی حرام ہے۔ شاید اس کے کھانے سے بے حیائی بے غیرتی پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ خنزیر کھانے والی قوموں میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ نیز شاید اس لئے بھی کہ وہ صحتِ انسانی کے لئے سخت مُضر ہے، جیسا کہ بڑے بڑے ڈاکٹروں نے اسکے متعلق یہ رائے قائم کی ہے۔ نیز کُتّا بھی حرام ہے۔ شاید اس لئے کہ اس سے قلب میں قوم پروری کے جذبات فنا ہوکر قوم دشمنی، قبولیتِ غلامی اور اپنے ہم جنس سے حسد و بغض، کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مختلف حیوانات کے گوشت کھانے سے انسان کی طبیعت میں حیوانات کے خواص پیدا ہو جانا، اب ایک مُسلّمہ نظریہ بن چکا ہے۔ جس کا اِس زمانہ میں انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح ہر وہ جانور یا وہ چیز جو کسی غیر اللہ کے نام پر ذبح کی جائے یا تیار کی جائے یا کسی غیر کی خوشنودی کے لئے چڑھائی جاوے حرام ہے، مثلاً شیخ سدو کے نام کا بکرا یا جو جانور کسی بزرگ کے مزار پر چڑھایا گیا ہو یا جو ناریل وغیرہ کسی مزار پر بطور چڑھاوے کے چڑھایا گیا ہو یہ سب حرام ہے۔ کسی غیر اللہ پر نامزد کرنے کی صورتیں دو ہیں۔ ایک یہ کہ نامزد کرنے والے نے زبان یا دل سے یوں کہا ہو کہ یہ بکرا یا یہ کھانا یا مٹھائی فلاں بزرگ کی خوشنودی کے لئے ذبح کرتا ہوں یا دیتا ہوں تو اب یہ قطعاً حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ یوں کہا ہو کہ یہ بکرا یا کھانا یا مٹھائی وغیرہ خُدا کے نام پر دیتا ہوں اور اس کا

ثواب فلاں بزرگ کو پہنچاؤں گا تو ایسا کھانا وغیرہ کھانا دوسروں کو حلال ہے۔ اسی طرح گدھے، خچر اور تمام وہ درندے جن کے کیلے ہوتے ہیں اور تمام وہ پرندے جو پنجہ والے ہیں ان سب کا گوشت حرام ہے۔ اسی طرح ہر وہ حلال جانور جس پر ذبح میں قصداً اللہ کا نام نہ لیا جاوے کھانا حرام ہے۔ نباتاتی چیزوں میں ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے، جیسے افیون، گانجہ، چرس، شراب، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نشہ کرنے والی چیز حرام ہے (الستہ) ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ہر وہ شئے جس کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے (ترمذی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے شراب پی اور اسے نشہ نہ ہوا تو جب تک اس کے پیٹ میں یا رگوں میں رہے گی اس وقت تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی اور اگر وہ مرا تو گویا کافر کی موت مرا اور اگر نشہ ہو گیا تو چالیس روز تک اسکی نماز قبول نہ ہوگی اور اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو کافر کی موت مرا (نسائی) نیز آپؐ نے فرمایا کہ شراب سے بچو اس لئے کہ وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے (نسائی) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لعنت فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے بارہ میں دس شخصوں پر شراب بنانے والے، بنوانے والے، پینے والے، پلانے والے، اٹھانے والے، اٹھوانے والے، بیچنے والے، بکوانے والے، دینے والے اور شراب کی قیمت کھانے والے پر (ترمذی) آدابِ اکل وشرب میں سے یہ دو ادب ایسے اہم ہیں کہ ان کا خیال رکھنا ہر مسلمان کو ہر وقت ضروری ہے۔ ان کے علاوہ دیگر آداب بھی ہیں، جن کا خیال رکھنا مستحب ہے۔ جس طرح عبادات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا باعثِ سعادۃ ہے، اسی طرح عادات واخلاق اور کھانے پینے کے طریقوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسند فرمودہ طریقوں اور غذاؤں کا اتباع

کرنا باعثِ برکت اور ثواب ہے۔ چنانچہ آدابِ مسنونہ میں سے ایک یہ ہے کہ کھانا زیادہ پیٹ بھر کر نہ کھائے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر اور منافق سات آنتوں میں کھاتا ہے (شیخین) یعنی کافر مسلمان کی بہ نسبت سات حصے زیادہ کھاتا ہے اور مسلمان کافر سے اسی قدر کم کھاتا ہے، کیونکہ کافر کھانے کے لئے جیتا ہے اور مسلمان عبادۃِ خدا اور رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے کھاتا ہے۔ یہ ان مسلمانوں کا ذکر ہے جو واقعی مسلمان ہیں اور نام کے مسلمانوں کا حال تو بہت ہی بدتر ہے۔ نیز حضورؐ نے فرمایا کہ دو کا کھانا تین کو اور تین کا چار کو کافی ہوتا ہے (شیخین) یعنی کافی ہونا چاہئے۔ حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ڈکار لی تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنی ڈکار ہم سے روک۔ یقیناً دنیا میں زیادہ پیٹ بھرنے والے قیامت کے دن زیادہ عرصہ تک بھوکے رہنے والے ہوں گے (ترمذی) دوسرا ادب یہ ہے کہ کھانا دسترخوان پر کھائے، میز وغیرہ پر نہ کھائے۔ حضورؐ نے کبھی ایسی چیزوں پر کھانا نہیں کھایا (بخاری) بلکہ آپؐ دسترخوان پر تناول فرمایا کرتے تھے (بخاری) میز وغیرہ پر کھانا کھانا مالدار متکبروں کا طریقہ ہے نیز اس میں مشابہت بالکفار بھی ہے۔ اکثر دعوتوں میں جو میز کرسیوں پر کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے، یہ طریقہ اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس میں غیر ضروری تکلف اور مشابہت بالکفار ہے۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ بیٹھ کر کھائے پئے، کھڑے ہو کر نہ کھاوے پیوے۔ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ لوگوں نے حضرت انسؓ (راوی حدیث) سے پوچھا کہ اور کھانا؟ تو کہا یہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے (مسلم) چوتھا ادب یہ ہے کہ تکیہ لگا کر نہ کھائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی تکیہ لگا کر کھاتے ہوئے

نہیں دیکھا گیا (ابوداؤد) آپؐ کبھی ایک پیر کھڑا کر کے اور دوسرا بچھا کر اور کبھی دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے قدموں کے بل بیٹھ کر کھاتے اور فرماتے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے (احیاء) سبحان اللہ قربان جایئے ایسے رسولؐ کے جو تمام کائنات کے سردار و آقا ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غلام تصور فرما رہے ہیں۔ اسی لئے آپؐ نے متکبرین کی کوئی چال وضع و ہیئت اختیار نہیں فرمائی۔ پانچواں ادب یہ ہے کہ ایسے دستر خوان پر کھانا نہ کھائے جس پر شراب پی جاتی ہو (اگرچہ خود نہ پیئے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے شراب کے دستر خوان پر بیٹھنے سے اور پیٹ کے بل لیٹ کر کھانے پینے سے، اور دانے وغیرہ تکیہ لگا کر کھانے کی اجازت دی (جمع الفوائد) چھٹا ادب یہ ہے کہ چھری کانٹے سے نہ کھائے بلکہ ہاتھ سے کھائے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ (پکا ہوا) گوشت چھری سے کاٹ کر مت کھاؤ۔ یہ عجمیوں (یعنی کفار) کا طریقہ ہے، دانت سے توڑ کر کھاؤ (ابوداؤد) ساتواں ادب یہ ہے کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوئے اور کلی کرے۔ آٹھواں ادب یہ ہے کہ گرم گرم نہ کھائے، لیکن جن چیزوں سے گرمی ہی پہنچانا مقصود ہو، وہ مستثنیٰ ہیں، جیسے چائے وغیرہ۔ نواں ادب یہ ہے کہ اگر مجمع میں ہو تو جو شخص مجمع میں سب سے بزرگ ہو پہلے وہ ہاتھ بڑھائے۔ پھر سب شروع کریں۔ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ جب ہم کھانے میں حضورؐ کے ساتھ ہوتے تو اپنے ہاتھ کھانے میں نہ رکھتے یہاں تک کہ حضورؐ شروع فرماتے اور اپنا دستِ مبارک رکھتے (مسلم) دسواں ادب یہ ہے کھانے میں جو چیز پسند آئے کھائے۔ ناپسند ہو تو چھوڑ دے! مگر کھانے کو برا نہ کہے۔ آنحضرتؐ کی عادۃِ مبارکہ یہی تھی (شیخین) گیارھواں ادب یہ ہے کہ بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرے۔ بارھواں ادب یہ ہے کہ سب

الگ الگ پلیٹوں میں نہ کھائیں بلکہ کئی کئی آدمی ایک ایک برتن میں اکٹھے کھائیں۔ اس میں بڑی برکت ہے اور یہی سنت طریقہ ہے۔ آج کل جو ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ ہر شخص علاحدہ رکابی میں کھاتا ہے۔ یہ اسلامی تہذیب کے خلاف ہے اور در اصل ہندوؤں یا نصاریٰ سے ہم میں آیا ہے کیونکہ یہ قومیں بہت وہم پرست ہیں۔ ان کو کسی کا جھوٹا کھانے سے بیماری کا ڈر رہتا ہے۔ اس بیہودہ خیال کی بنا پر وہ سب الگ کھاتے ہیں۔ اسلام نے ان تمام توہم پرستیوں کو اٹھا دیا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اہتمام سے اپنے گھروں سے اس بیہودہ طریقے کو نکالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام کے ساتھ کھانا کھلانے کے طریقہ کو رائج فرمایا تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپؐ کے پاس ایک بڑا قصعہ تھال یا پیالہ تھا، جس میں بہت سے آدمی مل کر کھاتے تھے۔ (جمع الفوائد) نیز حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کھاتے ہیں، مگر پیٹ نہیں بھرتا۔ فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تم سب اکھٹے ہو کر کھانا کھاؤ اور بسم اللہ پڑھا کرو۔ تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔ نیز آپؐ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ کھانا وہ ہے جس میں بہت سے ہاتھ پڑیں (جمع ج۱) نیز حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک مجذوم (کوڑھی) کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ پیالہ میں رکھا اور فرمایا کھاؤ خدا پر اعتماد اور اس پر بھروسہ کر کے (ترمذی) ظاہر ہے کہ قصداً کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر ساتھ کھلانے سے یہی مقصود تھا کہ کسی بیماری میں ذاتی طور پر اثر نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو لگ جائے جب تک کہ خدا نہ چاہے کسی کو کوئی بیماری نہیں لگ سکتی۔ لہٰذا اس وہم سے جدا جدا کھانا غلطی ہے۔ ہاں اگر کسی کو واقعی کوڑھ کی بیماری ہو اور خود ضعیف الایمان ہو تو ایسی صورت میں اگر اس کو علیحدہ کھلائے تو کچھ حرج نہیں۔ مجذوم سے علیحدگی اختیار کرنا

بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے، لیکن صرف وہم کی وجہ سے علاحدہ کھانے کا رواج ڈال لینا اور ساتھ کھانے کو مکروہ سمجھنا محض غلط ہے، مگر افسوس آج مسلمان بکثرت اسی وہم میں مبتلا ہیں. کوئی کسی کا جھوٹا کھانا نہیں کھاتا. پانی نہیں پیتا اور اس وجہ اللہ کی یہ بڑی نعمتیں کثیر مقدار میں ضائع کردی جاتی ہیں. مسلمانو! خدا سے ڈرو اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی طریقہ اختیار نکرو - بہترین طریقہ کھانے کا یہ ہے کہ ایک بڑی سینی یا تھال میں کھانا نکال کر حسب ضرورۃ سالن ڈال کر سب ساتھ کھائیں مگر کھانے میں روٹی ہے تو بڑے پیالہ میں سالن نکال کر سب اس میں سے لقمہ لگا لگا کر کھائیں. جو سچا مسلمان بننا چاہے اس کو چاہئے کہ اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا طریقہ اختیار کرے اور یاد رکھو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طریقہ یا سنت کو برا کہنا یا برا سمجھنا کفر ہے. پس اے مسلمانو! اپنے ایمان کی حفاظت کرو. تیرھواں ادب یہ ہے: کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہ مارے. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے (طبرانی کبیر)، چودھواں ادب یہ ہے کہ پینے کی چیز تین سانس میں پئے اور برتن میں سانس نہ لے. حضورؐ نے اس سے منع فرمایا ہے (شیخین)، پندرھواں ادب یہ ہے کہ اگر لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھالیں. ہمارا حال یہ ہے کہ اگر صاف دسترخوان پر بھی کچھ گر جائے تو اٹھا کر کھانا معیوب سمجھتے ہیں. یہ ہماری بناوٹی تہذیب اسلامی تہذیب میں انتہائی بدتمیزی ہے. اس بدتمیزی کا کھاتے وقت ضرور خیال رکھو، کیونکہ اس میں سنت کا خلاف ہے اور کھانا بھی ضائع ہوتا ہے. سولھواں ادب یہ ہے کہ اگر کھانے وغیرہ میں مکھی گر جائے تو اسے پوری طرح ڈبو کر نکال کر پھینک دے. حضورؐ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہارے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے ڈبو دو. کیونکہ اسکے

ایک بازو میں مرض اور دوسرے میں شفا ہے (بخاری) سترھواں ادب یہ ہے کہ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لے. چاٹنے سے پہلے کپڑے سے نہ پونچھے. بعض جگہ یہ بدتمیزی بھی دیکھی گئی. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے انگلیوں کو چاٹنے اور رکابی کو صاف کرنے کا (مسلم) نیز فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہئے کہ اسے اٹھالے اور صاف کر کے کھالے اور شیطان کے لئے اسے نہ چھوڑے اور کوئی شخص رومال (وغیرہ) سے ہاتھ نہ پونچھے یہاں تک کہ انگلیاں چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کونسے حصے میں برکت ہے (مسلم)، اٹھارواں ادب یہ ہے کہ جب تک سب نہ کھا چکیں کوئی نہ اٹھے. حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جب دسترخوان لگایا جائے تو جب تک وہ نہ اٹھایا جائے کوئی نہ اٹھے اور کوئی اپنا ہاتھ نہ اٹھائے اگرچہ فارغ ہو چکا ہو، یہاں تک کہ قوم فارغ ہو جائے اور چاہئے کہ (کھانے والے کو) معذور سمجھے. پس تحقیق آدمی اپنے ہمنشیں سے شرمندہ ہو کر ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور بسا اوقات اسے کھانے کی ضرورت باقی رہتی ہے. اس قدر آدابِ طعام بیان کر دینا کافی ہے.

سونے کے آداب یہ ہیں کہ باوضو سوئے. حدیث میں اس کی فضیلت آئی ہے اور بسم اللہ کہہ کر دروازہ بند کرے. شیطان اسے کھول نہ سکے گا اور برتن ڈھانک دو. سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وباء نازل ہوتی ہے اور جس کھلے ہوئے برتن سے ہو کر گزرتی ہے اس میں داخل ہو جاتی ہے (یعنی اس میں وبائی جراثیم کا اثر ہو جاتا ہے) اور چراغ اگر دیسی ہو تو بجھا دو تاکہ چوہے وغیرہ کے گرانے سے آگ لگنے کا اندیشہ نہ رہے اور چولہے کی آگ بجھا دو. یہ سب مضمون احادیث سے ثابت ہے. عشاء کی نماز کے بعد جلدی سو جائے تاکہ صبح کو نماز کے لئے اٹھنے میں تکلیف نہ ہو. حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد (دنیوی) باتوں کو مکروہ سمجھتے

بھے۔ آج کل جو ہم میں یہ عادت ہو گئی ہے کہ ہم نمازِ عشا کے بعد جمع ہو کر گپ شپ اُڑایا کرتے ہیں۔ یہ اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہے۔ البتہ علمِ دین کی ضروری گفتگو کرنے میں حرج نہیں۔ جب سوئے تو چاروں قُل اور الحمد اور آیۃ الکرسی پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دَم کر کے جہاں تک پہنچے بدن پر پھیر لے۔ جب جاگے تو یہ دُعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (بخاری) سورۂ حشر کی آخری آیات هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ سے آخر تک پڑھے (حصن حصین) اور بھی دُعائیں آئی ہیں چاہے اُن کو پڑھے پھر اُٹھ کر اول اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ بغیر ہاتھ دھوئے کسی برتن میں نہ ڈالے۔ پھر استنجے سے فارغ ہو کر وضو کرے اور نمازِ فجر ادا کرے۔ اب دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو کھانے پینے سونے جاگنے اور تمام اعمالِ زندگی میں اسلامی تہذیب اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری گذشتہ غلطیوں اور خطاؤں کو معاف کرے اور آئندہ گناہوں، غلطیوں سے بچنے کی ہمت عطا فرمائے۔ کافروں کی تہذیب سے محفوظ رکھ کر اسلامی تہذیب کا پابند بنائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین ہ

عہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ہ بَارَکَ اللّٰهُ لَنَا الخ

خطبۂ جمعہ سوم ماہِ رجب در آدابِ معاشرۂ اسلامیہ ۱۳

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی

تہذیبِ خواہشاتِ نفس و آدابِ نکاح

اَلشَّبَابِ ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ
فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْسَنُ
لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ
فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ○ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ
السَّلَامُ ، تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا
وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ
تَرِبَتْ يَدَاكَ ○ وَعَنْ عُمَرَ رضؓ اَنَّهُ قَالَ
فِيْ خُطْبَةٍ لَا تُغَالُوْا فِيْ صَدُقَاتِ النِّسَاءِ
فَإِنَّ ذَالِكَ لَوْكَانَ مَكْرِمَةً فِي الدُّنْيَا وَ
تَقْوٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَانَ اَوْلَاكُمْ بِهِ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الحدیث) اعوذ باللہ الخ

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ○ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا الخ

وعظ جمعہ سوم ماہ رجب دربیانِ آداب معاشرۂ اسلامیہ ۱۲

بسلسلۂ تہذیب اسلامی

تہذیبِ خواہشاتِ نفس و آدابِ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى . اَمَّا بَعْد

برادرانِ حق! اسلامی تہذیب اور آدابِ معاشرۃ کا ایک اہم جز تہذیبِ خواہشاتِ نفس اور آدابِ نکاح بھی ہے، لہٰذا ان کا جاننا بہت ضروری ہے۔ بندگو! شریعت اسلامیہ نے تہذیب قوۃ شہوانیہ میں ایسا اعتدال مدنظر رکھا ہے کہ جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ نہ جانوروں کی طرح آزاد شہوۃ رانی کی اجازت دی گئی ہے اور نہ ہمارے فطری جذباتِ شہوانیہ کو بالکل مٹا دینے کا حکم دیا ہے، بلکہ مناسب شرائط و قیود کے ساتھ تقاضائے شہوۃ پورا کرنے کی اجازۃ دی گئی ہے۔ ایک طرف زنا و سفاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ دوسری طرف لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ کا اعلان فرما کر ایک سے چار بیویاں تک کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ لہٰذا ہمیں ضروری ہے کہ ہم غلط طریقہ پر اپنی اس قوۃ کو برباد نہ کریں اور نکاح کا مناسب و مفید طریقہ چھوڑ کر ہرگز زنا کاری میں مبتلا نہوں۔ یاد رکھیے کہ زنا حرام اور سخت گناہِ کبیرہ ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "زنا کے قریب (بھی) مت جاؤ وہ بے حیائی (کی بات) ہے اور بہت برا طریقہ ہے" اتنا برا کہ اکثر کبیرہ گناہوں کی سزا تو آخرۃ میں دی جائے گی، مگر چند گناہوں میں سے

اس کی سزا بھی دُنیا ہی میں دی جانی مقرر ہے اور سزا بھی کتنی سخت کہ اگر ایک دفعہ کسی کو دے دی جائے تو عُمر بھر زِنا کا نام بھی نہ لے۔ چنانچہ قرآن کریم میں غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا سَو۱ کوڑے مارنا مقرر ہے اور شادی شدہ زانی و زانیہ کی سزا شریعت میں یہ ہے کہ مسلمانوں کے بھرے مجمع میں پتھروں سے اس قدر مارا جائے کہ اُن کی زندگی ہی ختم ہو جائے (اللہ ہم سب کو اس گناہ سے بچائے) اور جس طرح زِنا حرام ہے اسی طرح لواطت بھی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو قومِ لوط کی سی بدفعلی کرے (جمع الفوائد) اور فرمایا کہ جسے قومِ لُوط کا سا عمل کرتے دیکھو تو فاعل و مفعول کو قتل کر دو۔ (ترمذی) اسی طرح استمناء بالید یعنی جلق لگانا بھی حرام ہے۔ نیز اپنی منکوحہ عورۃ سے فطری طریقہ کے خلاف صحبت کرنا بھی حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ (رحمت کی) نظر نہ فرمائے گا، اُس شخص کی طرف جس نے کسی مرد یا عورۃ کے ساتھ پیچھے کی راہ سے صحبت کی۔ (جمع الفوائد ص ۲۸۹ ج ۱) اسی طرح عورتوں کی تصویر کے ذریعہ اُن کا تصوّر (خیال) قائم کر کے جماع کی لذۃ حاصل کرنا یا بلا تصویر کسی عورۃ کا صرف تصوّر قائم کر کے لذۃ حاصل کرنا بھی سخت گناہ اور حرام ہے، کیونکہ بتصریحِ حدیث یہ قلب کا زِنا ہے۔ نیز یہ عادۃ مفضی الی الزّنا ہے اور زِنا انسانی زندگی کی تباہی کا زبردست پیش خیمہ ہے۔ ہزارہا فسادات، نا اتفاقیوں اور جان و مال کی بربادی کا باعث ہے۔ اس کے برخلاف نکاح جذباتِ شہوت کو سرد کرنے کا بہترین طریقہ، ہزارہا تعلقات وابستہ ہونے کا وسیلہ اور بقاءِ نسلِ انسانی کا عُمدہ ذریعہ ہے۔ اسی لئے احادیث میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ "اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھے اُسے چاہیے کہ وہ نکاح کرے، کیونکہ وہ

نگاہ نیچی رہنے، شرمگاہ کی حفاظت کرنے میں بہت مفید ہے اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ شہوت کے لئے توڑ ہے۱۔" (متفق علیہ) نیز آپؐ نے فرمایا کہ "محبّت کرنے والی اور بچّے جننے والیوں سے نکاح کرو، کیونکہ میں دوسری اُمتوں کے مقابلے میں تمھاری زیادتی پر فخر کروں گا۔ (ابوداؤد) نیز نکاح کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اگر وہ۲ فقیر ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔" معلوم ہُوا کہ نکاح بڑی بابرکت چیز ہے جس سے انسان کی دُنیا اور دین دونوں درست ہوتے ہیں، لیکن نکاح کے کچھ قواعد و آداب ہیں جن کا خیال رکھنا ہر مسلمان کو ضروری ہے۔ چنانچہ سُنئے کہ محرمات سے نکاح نہیں ہو سکتا محرمات یعنی وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے، یہ ہیں:- اپنے والد کی منکوحہ، اپنی والدہ، دادی، نانی وغیرہ اُوپر تک۔ اپنی بیٹی، پوتی، نواسی نیچے تک۔ اپنی بہن، حقیقی یا باپ شریک یا ماں شریک، اپنی پھوپی، خالہ، بھتیجی۔ اس میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد در اولاد سب داخل ہیں۔ اپنی بھانجی، اس میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد در اولاد سب داخل ہیں۔ یہ سب حرام ہیں اور جس طرح یہ سب عورتیں نسب کے رشتہ سے حرام ہیں، اسی طرح یہ سب دُودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہو جاتی ہیں۔ نیز اپنی خوشدامن (ساس) اور اپنی زوجہ کی بیٹی جس زوجہ سے تم نے صحبت کر لی ہے اور اپنے بیٹوں، پوتوں، نواسوں کی عورتیں، ان سب سے بھی نکاح حرام ہے اور اپنی سالی سے جب تک کہ اُس کی بہن تمھارے نکاح میں ہے اور اپنی زوجہ کی پھوپی، خالہ، بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں جب تک کہ وہ زوجہ تمھارے نکاح میں ہے اور دوسرے کی منکوحہ جب تک کہ وہ کسی کے نکاح میں ہے۔ ان سب سے نکاح کرنا حرام ہے اور

۱ وجاء بمعنی الاختصاء والمراد کاسر الشہوۃ ۱۲ ۲ ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ ۱۲

بغیر نکاح صحبت کرنا تو سخت در سخت گناہ اور حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو محرم عورۃ سے زنا کرے اُسے قتل کر ڈالو۔ (ترمذی از جمع الفوائد ص ۳۸۹/۱) آج کل سُنا گیا ہے کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کا گناہ پھیلتا جا رہا ہے۔ جس شہر یا بستی میں ایسا کوئی واقعہ پیش آئے وہاں کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ پر ایسے خبیث النفس لوگوں کو ایسی حرکت شنیعہ سے سختی کے ساتھ روکیں ورنہ سب مُسلمان سخت گنہ گار اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کے مستحق ہوں گے۔

نکاح سے قبل منگنی کی جاتی ہے۔ اس میں دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ لڑکی اور لڑکے میں سب سے پہلے دینداری کی تحقیق کی جاوے۔ اس لئے کہ اگر لڑکا دیندار نہ ہوگا تو بیوی کے حقوق ہرگز ادا نہ کر سکے گا، جس سے آپ کی پیاری بیٹی کی زندگی برباد ہو جائے گی۔ آج کل عموماً یہی ہو رہا ہے کہ لڑکے کی صرف مالی حیثیت اور خاندان دیکھتے ہیں، مگر دینداری کا ذرا خیال نہیں کرتے اسی وجہ سے طلاق، خلع اور معلق لٹکا دینے کے واقعات بکثرۃ پیش آ رہے ہیں۔ کتنی بیٹیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے ظلموں سے زندہ در گور ہو رہی ہیں۔ نہ مر سکتی ہیں اور نہ زندوں میں اُن کا شمار ہے اور اگر بیوی دیندار نہ ہوگی تو وہ بھی اپنے شوہر کے حقوق ادا نہیں کر سکتی، جس سے آپ کا گھر آباد ہونے کی جگہ برباد ہو جائے گا۔ یہ واقعات بھی بکثرۃ پیش آ رہے ہیں۔ ذرا اپنے اپنے گھروں کی حالت پر غور فرمایئے کہ آپ کی بیویوں کی جہالت اور بے دینی، بے تمیزی کی وجہ سے آپ کو کس قدر تکلیف اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "عورۃ سے اُس کے مال، خوبصورتی، شرافت خاندانی اور دینداری کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ پس (اے ابو ہریرہ) تم دیندار عورۃ سے

کامیابی حاصل کرو۔" (متفق علیہ) افسوس کہ ہم دین سے اتنے دُور ہو گئے ہیں کہ اچھے اچھے نمازیوں کو بھی منگنی کرتے وقت لڑکے لڑکی کی دینداری کے متعلق تحقیق کرنے کا خیال تک نہیں آتا۔ منگنی کے وقت دوسری بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ لڑکی کا رشتہ کرتے وقت لڑکے میں کفو کا خیال بھی کیا جائے۔ عورۃ کی جانب سے کفو کا اعتبار نہیں۔ کفو کا لحاظ عرب کے سوا باقی تمام دُنیا کے عجمی مسلمانوں کے لئے صرف چند امور میں شرعاً معتبر ہے۔ حریت میں، قدیم الاسلام ہونے میں، پیشہ میں، مالی حیثیت میں، دینداری میں، لیکن نسب میں کفاۃ کا لحاظ عجمیوں کے لئے معتبر نہیں، کیونکہ اُنھوں نے اپنے انساب کو ضائع کر دیا ہے البتہ عربوں اور اُن عجمی مسلمانوں کے لئے جن کا نسب کسی عرب قبیلہ سے ملتا ہے۔ نسب میں کفاۃ معتبر ہے۔ (از رد المحتار ص ۳۱۹/۲) منگنی کے بعد تاریخ مقرر کرتے وقت یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ شریعت میں نکاح کے لئے کوئی ماہ یا تاریخ یا دن نہ مقرر ہے نہ منحوس ہے۔ اکثر جاہل لوگ شوال، ذیقعدہ، صفر اور جمادی الاول و آخر کو نکاح کے لئے منحوس سمجھتے ہیں۔ یہ قطعاً غلط اور بالکل بے اصل ہے۔ بعض لوگ میت کے گھر یا خاندان میں سال بھر تک کوئی تقریب خلوی وغیرہ کرنا معیوب سمجھتے ہیں، یہ بھی غلط ہے۔ میت کی بیوہ کو عدۃ تک، دیگر اقربا کو صرف تین دن تک سوگ کرنا جائز ہے۔ اس سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں۔ بعض حالتوں میں اس بیہودہ رسم کی وجہ سے بڑے بڑے گناہ اور نقصانات ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ لہٰذا اس غلط رواج کو مٹانا بھی بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد مہر اور جہیز کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ بعض شہروں میں یہ رواج ہے کہ دولہا والے لڑکی والوں سے زیادہ سے زیادہ جہیز متعین کراتے ہیں کہ کیا کیا دو گے۔ یہ طریقہ مردوں کے لئے بڑا شرمناک ہے۔ جہیز کی فرمائش کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے

کہ یہ نکاح عورۃ کی دینداری کی وجہ سے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ مال کی وجہ سے کیا جا رہا ہے، حالانکہ حضورؐ نے دین کی وجہ سے نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے۔ نیز اخلاقاً بھی ایسی فرمائشات کرنا انتہائی بے غیرتی کی بات ہے، کیونکہ انسان مرد اسی لئے بنایا گیا ہے تاکہ وہ اپنی قوۃ بازو سے کما کر کمزور عورۃ کی پرورش کرے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں بیوی کا خرچہ شوہر کے ذمہ قرار دیا گیا ہے۔ مرد کو قوۃ اس لئے نہیں دی گئی ہے کہ وہ کمزور عورۃ پر اپنا بار ڈالے اور جورو کے ٹکڑوں کا اُمیدوار رہے۔ مرد حاکم ہے اور عورۃ محکوم، لیکن جس مرد کا گذارہ عورت کے مال پر ہوگا، اُسے اپنی جورو کا غلام بننا پڑے گا، کیونکہ شریف انسان احسان کا غلام ہوتا ہے اور زن مُرید انسان دین و دُنیا میں کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ اس میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ غریب لڑکیوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوتا اور بعض کنجوس بخیل مالداروں کی لڑکیاں باپ کے بخل کا شکار ہو کر جذباتِ جوانی کو پامال کرتے کرتے بیمار ہو جاتی ہیں اور یا اپنی ناجائز حرکتوں کے ذریعہ اپنے خاندان کی آبرو برباد کر دینے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ آج کل بکثرۃ ناجائز حمل گرانے کے واقعات پیش آنے کا ایک بڑا سبب یہ غلط اور شرمناک رواج بھی ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کو توڑنے اور مٹانے کی کوشش کریں۔ اسی طرح لڑکی والوں کی جانب سے مہر کے زیادہ مقرر کئے جانے پر اصرار کرنا بھی سخت غلط ہے۔ زیادتیٔ مہر عزۃ کی بات سمجھی جاتی ہے، حالانکہ حضرت عمرؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ عورتوں کے مہروں میں زیادتی نہ کرو۔ اگر مہر کی زیادتی کوئی عزۃ کی یا عند اللہ تقویٰ کی بات ہوتی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے لیکن آپ نے بارہ اوقیہ ذہب سے زیادہ کسی کا مہر مقرر نہیں فرمایا (مشکوٰۃ) حضورؐ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ زہراؓ کا مہر تو کُل ایک سو چار تولہ ۲ ماشہ چاندی تھی (علم الفقہ)

کیا ہماری بیٹیاں حضورؐ کی صاحبزادی سے بھی زیادہ باعزۃ ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ گو شریعت نے مہر کی تحدید نہیں کی، تاہم ہمیں خود غور کرنا چاہئے کہ دولھا کی کیا حیثیت ہے۔ وہ کس قدر ادا کر سکتا ہے۔ اس کی حیثیت سے زیادہ مہر کا اصرار نہیں کرنا چاہئے۔ یاد رکھو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تھوڑے یا زیادہ مہر پر کسی عورۃ سے نکاح کرے اور اُس کے جی میں مہر ادا کرنے کی نیّت نہ ہو تو وہ زانی شمار ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا۔ (احیاء) یہ کتنی سخت وعید ہے جس کو مہر مقرر کرتے وقت ہرگز نہ بھولنا چاہئے۔

تاریخِ نکاح کی اطلاع کے لئے معمولی اور سادہ خطوط طبع کرانے میں مضائقہ نہیں، لیکن ان خطوط کی چھپائی میں تکلّف کرنا، قیمتی کارڈ طبع کرانا، پھر لفافوں میں رکھ کر بھیجنا محض اسراف ہے بلکہ ان فضول خرچیوں سے روپیہ بچا کر غریبوں میں تقسیم کر دو تو سینکڑوں ٹوٹے ہُوئے دل آپ کی سلامتی اور ترقی کی دُعائیں دیں گے، جس سے آپ دین و دُنیا میں پھُولے پھلیں گے۔ تنگدستی کی حالت میں نکاح سے قبل دُولھا کے یہاں ضیافت ہونا یا بعدِ نکاح بِلاضرورۃ دُلھن کے گھر کی ضیافت بالکل غیر ضروری اور اکثر حالات میں ناجائز ہے۔ دولھا کے گھر نکاح سے قبل ضیافت ہونا اور زفاف کے بعد ولیمہ نہ کرنا انتہائی جہالت وحماقت ہے، کیونکہ قبل کی ضیافت کوئی شرعی چیز نہیں اور ولیمہ شرعی اور مسنون چیز ہے۔ اب مَیں نکاح کی حقیقت عرض کرتا ہُوں۔ سُنئے نکاح نام ہے صرف ایجاب وقبول کا، یعنی دو گواہوں کے سامنے عورۃ یا اُس کا وکیل یا ولی یا نائب وکیل مرد سے کہے کہ میں نے اپنا یا فلاں مسماۃ کا نکاح اس قدر مہر کے عوض تمہارے ساتھ کر دیا اور مرد کہہ دے کہ مَیں نے قبول کیا تو بس نکاح ہو گیا۔ البتہ اعلان کے ساتھ نکاح ہونا مسنون ہے۔ نکاح کا خطبہ فرض نہیں بلکہ سُنّت ہے۔ اس لئے خطبہ پڑھا جانا چاہئے۔

خطبہ کے علاوہ اور جو کلمے وغیرہ اور بعض دعائیں ضروری سمجھی جاتی ہیں، انکا ضروری سمجھنا غلط ہے، کیونکہ وہ کتاب و سنّت سے ثابت نہیں ہیں۔ جو لباس علم علامات

عہ ضمیمہ۔ خطبہ کے بعد دولھا کو بلا ضرورۃ کلمے اور استغفار پڑھوانا کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔ اس کا ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ ہاں ضرورۃ کے وقت پڑھا لینے میں مضائقہ نہیں۔ اسی طرح دولھا سے عربی میں نکاح کا قبول کرانا بھی بے اصل بات ہے، بلکہ مادری زبان میں جس کو وہ سمجھتا ہو قبول کرانا ضروری ہے، گواہوں اور دولھا کو لڑکی کا نام مع ولدیت، تعدادِ مہر سنانا ضروری ہے۔ اس میں کوئی بات قابلِ شرم نہیں لیکن سارے مجمع کو ایجاب و قبول کی آواز سنانا غیر ضروری ہے۔ اسی طرح خطبۂ نکاح سب کو سنانے کی کوشش کرنا اور اس کے لئے لاؤڈ سپیکر لگوانا، گلا پھاڑ پھاڑ کر خطبہ پڑھنا یا دولہن اور مستورات کے مجمع کو خطبہ کی آواز پہنچانا غیر ضروری باتیں ہیں دینی ضرورۃ سمجھ کر یا اظہارِ فخر و شان کے لئے آلۂ مکبّر الصوت لگوانا، اس میں روپیہ خرچ کرنا اسراف ہے۔ ایجاب قبول کے بعد دعائے ماثورہ کے صیغے مثلاً بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ پڑھنا چاہئے اور رواجی دعا اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَهُمَا كَمَا اَلَّفْتَ بَيْنَ اٰدَمَ وَحَوَّاءَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ الخ محض رواجی ہے۔ کتبِ حدیث و فقہ میں اس کا غالباً کہیں وجود نہیں اور اگر بالفرض ہو تب بھی اس کو ضروری سمجھنا محض بدعت ہے۔ اسی طرح رسمی الفاتحہ بدعت ہے۔ اعلانِ نکاح کے لئے دف بجانا گو چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، مگر ضروری نہیں ہے اور بینڈ باجہ و دیگر باجوں کو دف کے قائم مقام سمجھ کر سُنّت قرار دینا انتہائی جہالت و حماقت اور علومِ شرعیہ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ دف کے علاوہ باقی تمام قسم کے باجے شریعت میں حرام ہیں ۱۲

میں حرام ہیں، وہ شادی کے وقت بھی حرام ہیں، مثلاً خالص مسلک یا ریشم کا لباس زری کی ایسی پگڑی جس میں کپڑا بالکل نظر نہ آوے، سہرا باندھنا، ہار پھول پہننا بازو بند اور شیخ ضامن کے نام کا روپیہ باندھنا یہ سب ناجائز کام ہیں اور جو روپیہ ان میں خرچ کیا جاتا ہے وہ اسراف میں داخل ہے۔ نکاح کے بعد اعلان کر کے نوشاہ کو تحفے دینا اظہارِ احسان اور فخر و شان جتاتے ہوئے ناجائز ہے۔ تحفہ میں ایسی چیز دینا جن کا استعمال حرام ہو بیکار اور اضاعتِ مال ہے۔ جہیز کا برادری میں دکھلا کر دینا بھی بُری رسم ہے۔ لڑکیوں کو مایوں دیا مانجھے بٹھانا، آرسی مصحف کی رسم کرنا، جلوہ کرنا، چار جمعگی یا چوتھی بھوڑے کی رسوم کرنا یہ سب ناجائز ہیں۔ اسی طرح تمام وہ رسوم جن میں کوئی شرعی خرابی لازم آتی ہو سب ناجائز ہیں۔ ان سب کو ترک کرنا چاہئے اور نہایت سادگی سے عقدِ نکاح کی سُنّت ادا کرنی چاہئے۔ نکاح کے پورے مسائل کے لئے کسی اردو کی معتبر کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے اور نکاح کے بعد اُن حقوق کو جاننا بھی ضروری ہے جو نکاح کے بعد مسلمان پر عائد ہوتے ہیں۔ اب دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور تمام مسلمانوں کو کافرانہ رسوم و رواج سے بچائے اور طریقۂ سُنّت پر چلنے کی توفیق دے۔ ہماری گذشتہ غلطیوں، گناہوں کو معاف فرما کر آئندہ اسلامی طریقۂ معاشرہ کے مطابق زندگی گذارنے کی ہمّت و جرأت عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین عہ

عہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الخ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ الخ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ ۝ بَارَكَ اللّٰهُ الخ

وعظِ جمعۂ چہارم ماہِ رجب در آدابِ معاشرۂ اسلامیہ ۱۴

بسلسلۂ تہذیب اسلامی

بیان تہذیبِ کلام و ذمِ کذب وغیرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بَعْد

برادرانِ ملت! آدابِ معاشرۂ اسلامیہ میں سے ایک ضروری ادب حسنِ اخلاق ہے۔ جب تک کسی قوم کی اکثریت کے اخلاق عمدہ نہ ہوں گے۔ ان میں اتفاق و اتحاد پیدا نہ ہو سکے گا اور ہو گا بھی تو دیرپا نہ ہو گا۔ بداخلاقی بکثرت پھیل جانا ہی جڑ ہے نااتفاقی کی۔ اتفاق پر وعظ اور لیکچر دینے سے اتحاد پیدا نہیں ہوتا بلکہ اتفاق و اتحاد ایک قدرتی نتیجہ یا ثمرہ ہے حسنِ اخلاق کا۔ جب کسی قوم کے افراد میں عمدہ اخلاق رواج پا جائیں گے تو یقیناً وہ خود بخود متفق و متحد ہو جائیں گے اور یہ اتحاد بھی پائیدار ہو گا جو اس قوم کے عروج و ترقی کا سبب بن جائیگا۔ پس نااتفاقی کا دکھڑا رونے سے پہلے ہمیں اپنے اور اپنے متعلقین کے اخلاق درست کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی لئے اب میں قسط وار تہذیبِ اخلاق کے سلسلہ میں شرعی نقطۂ نظر سے اولاً برے اخلاق و عادات کو بیان کروں گا پھر عمدہ اخلاق کی تفصیل کروں گا تاکہ میں اور آپ برے اخلاق سے بچنے بچانے اور عمدہ اخلاق اختیار کرنے اور کرانے میں مصروف ہو کر اپنے آپ کو مہذب بنا سکیں اور پھر پوری قوم مسلم مہذب ہو کر متحد ہو جائے جس سے مسلمانوں کے روشن مستقبل اور عروج

و ترقی کے خواب کی تعبیر ظاہر ہو سکے، ورنہ اس طریقۂ کار کو اختیار کئے بغیر ترقی کے خواب دیکھنا بازیچۂ اطفال سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اب سنئے کہ تہذیبِ اخلاق کے سلسلہ میں سب سے بڑی کڑی تہذیبِ لسان و زبان یا تہذیبِ کلام ہے۔ بدتہذیبی کی گفتگو ہی تمام فسادات اور نااتفاقیوں کی جڑ ہے۔ اگر ایک گھر کا ہر شخص اپنی زبان کو مہذب بنا لے تو پورے گھر میں اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ پھر اگر ایک محلہ کے تمام گھر والے ایسا کر لیں تو پورے محلہ میں اور سب محلہ والے ایسا کر لیں تو پورے شہر میں اتفاق پیدا ہو جانا یقینی ہے۔ زبان یا کلام کو مہذب بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس جس قسم کی گفتگو اور کلام سے شریعتِ الٰہیہ میں منع کیا گیا ہے، اُن سے اپنی زبان کو ہر ہر شخص محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ غلط گفتگو کرنے کے چونکہ ہم عادی ہو گئے ہیں، اس لئے اولاً کچھ دشواری پیش آئے گی، لیکن میں اکابر کے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ اگر ہم صرف چالیس روز اپنی زبان کو غلط گفتگو کرنے سے بچانے کی کوشش اور مشق کر لیں گے تو پھر یہ کام بالکل آسان ہو جائیگا اور پھر ہماری گفتگو مہذب ہو جائے گی۔ اب سنئے کہ ناجائز کلام کی ایک قسم لعن طعن گالی گلوچ والی گفتگو ہے۔ ایسی گفتگو کا نتیجہ اکثر برا ہی ہوتا ہے کہ سننے والے کی طبیعت میں ضد پیدا ہو جاتی ہے۔ نرم کلام سے ممکن تھا کہ وہ آپ کی بات مان جاتا، لیکن اس سخت گفتگو سے اور زیادہ انکار پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ غیر مہذب لوگوں میں تو یہ مرض بکثرت پایا ہی جاتا ہے، جس سے ہزارہا جھگڑے آئے دن پیدا ہوتے رہتے ہیں، لیکن مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں میں بھی یہ بری خصلت موجود ہے۔ عام حالات میں اگرچہ وہ گالیاں نہیں بکتے، مگر غصہ کی حالت میں انکی زبان بھی نہیں رکتی۔ اسلامی تہذیب یہ ہے کہ مسلمان تمام حالات میں کسی درجہ کے آدمی سے بھی ایسی بدتہذیبی کے ساتھ گفتگو نہ کرے۔ چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت طعن و تشنیع کرنے والا اور بہت لعنت کرنے والا اور بہت فحش بکنے والا اور بہت بیہودہ گفتگو کرنے والا مومن نہیں ہے۔ (احیاء) نیز آپ نے فرمایا کہ ہر فحش بکنے والے پر جنّت میں داخل ہونا حرام ہے (یعنی ابتداءً) (احیاء) نیز آپ نے فرمایا کہ مومن کو گالیاں دینا فسق اور اس کو قتل کرنا کُفر ہے۔ (یعنی عملی) (شیخین) کسی سبب سے یا بلا سبب کسی کو گالیاں دینا دونوں صُورۃ میں یہ فعل گناہِ کبیرہ ہے، جس سے فوراً توبہ کرنی چاہیئے۔ ناجائز کلام کی ایک قسم جھُوٹ بولنا ہے۔ یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ آج کل کی مروجہ تہذیب تو یہ ہے کہ عام حالات میں سچ سے کام لیا جائے اور ضرورۃ یا نفع کے وقت جس قدر بھی بول دیا جائے تو مضائقہ نہیں، مگر مُسلمانو تمھاری تہذیبِ اسلامی میں جھوٹ بولنا حرام ہے۔ قرآنِ کریم نے جھُوٹ بولنے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور اس بدخصلت سے دُنیا کا بھی نقصان ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جھوٹ رزق کو کم کر دیتا ہے (احیاء) یعنی اس سے نقصان کی صُورتیں پیش آتی رہتی ہیں، جس کی وجہ سے جھُوٹ سے کمایا ہُوا سب مال برباد ہو جاتا ہے۔ اس جھوٹ کی وجہ سے بھی ہم میں ہزاروں نااتفاقیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ پس عروجِ ملّت کی صُورت یہی ہے کہ نااتفاقی کی ان جڑوں کو بالکل کاٹ دیا جائے۔ ناجائز کلام کی ایک قسم چغلی کرنا ہے۔ یہ بدتہذیبی انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لئے زہرِ قاتل ہے۔ اُس قوم میں ہرگز ہرگز اتفاق نہیں رہ سکتا، جس قوم کے اکثر افراد میں چغل خوری کی عادت موجود ہو۔ قومِ مسلم میں عموماً یہ مہلک مرض موجود ہے۔ اسی لئے اُس کا شیرازۂ ملّت اس قدر بکھرا ہُوا ہے کہ کسی طرح بھی اتحاد پیدا نہیں ہونے پاتا۔ تہذیبِ اسلامی میں چغلخوری گناہِ کبیرہ اور حرام ہے۔ اس پر بھی سخت وعید آئی ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چغلخور جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ (احیاء) یعنی ابتداءً۔ نیز

آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دُنیا میں دو مُنہ ہوں (کہ ایک سے ایک طرح بات کرے دوسرے سے اور طرح) تو اس کی قیامت میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (احیاء) ناجائز کلام کی ایک اور قسم غیبت ہے۔ یہ گفتگو تمام فسادات کی بنیاد ہے، اور اس میں ہر چھوٹا بڑا تعلیم یافتہ اور جاہل مبتلا ہے۔ اسلامی معاشرہ کی تہذیب میں یہ بھی زبردست جرم اور گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حکم دیا ہے کہ تم میں[1] سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ "کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی (کی نعش) کا گوشت کھائے"۔ یعنی غیبت کرنا ایسا ہے جیسا کہ مُردہ کی لاش کا گوشت کھانا خصوصاً بھائی کی نعش کا۔ ظاہر ہے کہ انسان کو مُردہ کی، پھر وہ بھی بھائی کی نعش کا گوشت کھانا نہایت ناپسند ہے۔ پس اس طرح غیبت کو ناپسند کرنا چاہیئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معراج میں مَیں ایک ایسی قوم کے پاس سے ہو کر گذرا جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہروں کو کھرچ رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیلؑ یہ کون ہیں۔ اُنھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور اُن کی آبروریزی (غیبت) کرتے تھے (ابوداؤد) نیز حضورؐ نے فرمایا کہ "کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا "اللہ اور اس کے رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا: "اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرنا کہ اُسے بُرا لگے"۔ (یہی غیبت ہے) کسی شخص نے عرض کیا کہ "اگر میرے بھائی میں وہ بات ہے (جس کو مَیں بیان کروں) تب کیا ارشاد ہے"۔ فرمایا "اگر اُس میں وہ بات ہے (اور تم ذکر کرو) تو یہی غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے (جو تم نے کہی تو) یہ تو بہتان ہُوا"۔ (ترمذی) غرضیکہ غیبت کرنا اکثر حالات میں حرام ہے۔ البتہ نو صُورتوں

[1] ولا یغتب بعضکم الخ ۱۲

میں جائز ہے (۱) مظلوم کو ظالم کی غیبت کرنا ظلم دفع کرنے کی نیت سے (احیاء) (۲) کسی کے گناہ کا ذکر ایسے شخص سے کر دینا جو گنہگار کی اصلاح کر سکے اور اس گناہ کو مٹا سکے سمجھا کر یا تنبیہ سے (احیاء) (۳) ایسے شخص کی غیبت کرنا بھی جائز ہے جس کا ظاہر اچھا ہو مگر اُس سے کسی فتنہ کے کھڑا کر دینے کا قوی احتمال ہو، جیسے ایک شخص پیر بنا ہوا ہے یا عالم نما ہے یا حکیم بنا ہے، مگر درحقیقت وہ چور ڈاکو ہے یا نیم مُلّا یا نیم حکیم ہے، جس سے لوگ دھوکا کھا رہے ہوں (درمختار) (۴) مسئلہ دریافت کرنے کے لئے غیبت جائز ہے (احیاء) (۵) کوئی کسی کے متعلق مشورہ چاہتا ہو کہ مثلاً میں اس کو شریکِ تجارۃ کرنا چاہتا ہوں تو مشورہ دینے والے کو اگر ضرورۃ پڑے تو غیبت جائز ہے (احیاء) (۶) اگر کسی کی غیبت سے مقصود اظہارِ غصہ وغیرہ نہ ہو بلکہ کسی دوسرے مسلمان کی خیر خواہی یا دفعِ ضرر مقصود ہو تو اب بھی جائز ہے (احیاء) (۷) اگر کسی کا لقب اس کے کسی عیب پر دلالت کرتا ہو اور وہ اسی لقب سے مشہور ہو تو اب اُس کو اس لقب سے پکارنا یا ذکر کرنا جائز ہے۔ (۸) فاسق معلن یعنی وہ شخص جو کھلم کھلا کسی گناہِ کبیرہ میں مبتلا ہو شراب پیتا ہو یا زنا کرتا ہو تو اس کی غیبت کرنا بھی جائز ہے یعنی جن عیبوں، گناہوں کو وہ برملا ظاہر کرتا ہو اگر اس کے پیچھے ان عیوب کا کوئی ذکر کرے تو گنہ گار نہ ہوگا (احیاء) (۹) اگر کوئی شخص بدعتی یا بدعقیدہ ہو مثلاً قادیانی، نیچری، رافضی وغیرہ تو اُس کے پیچھے اس کے ایسے عقائد کا ذکر کرنا گناہ نہیں (درمختار) نیز اگر کسی شخص کی غیبت کرے اور نام نہ لے اس طرح کہ سننے والے اُسے پہچان نہ سکیں یا بغیر معین کئے کسی شہر والوں یا کسی جماعت کی غیبت کرے تو یہ جائز ہے۔ غیبت میں شمار نہیں (درمختار) مثلاً کہے فلاں شہر والے بیوقوف ہوتے ہیں۔ اگر غلطی سے کبھی کسی کی غیبت ہو جائے تو اس گناہ کے معاف ہونے کی صورت یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہو اُس سے اپنا

قصور معاف کرا لے اور ایک ضعیف حدیث میں ہے[1] کہ اُس کے لئے استغفار کرے اور حضرت مجاہد سے منقول ہے[2] کہ غیبت کے عوض اس کی تعریف اور اس کے لئے دُعا کرے۔ ناجائز کلام کی ایک اور قسم جھوٹی گواہی دینا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! جھوٹی گواہی (قرآن میں) شریک باللہ کے برابر میں بیان کی گئی ہے۔ پھر آپ نے (یہ آیت) پڑھی۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الآیۃ) (ابوداؤد) یہ بھی گناہِ کبیرہ ہے جس سے بچنا لازم ہے۔ ناجائز کلام کی ایک قسم کسی کی عیب جوئی کرنا ہے۔ بعض لوگوں کی عادۃ ہے کہ وہ ہر چیز میں ہر شخص میں عیب تلاش کیا کرتے ہیں، اور پھر ان کو بیان کر کے دوسرے گناہ مول لیا کرتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ یہ بھی بہت بُری خصلت ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے کسی مسلمان پر کوئی بات کہی جس سے عیب لگانا مقصود ہو تو بروزِ قیامت جہنم کے پُل پر بٹھایا جائے گا (ابوداؤد) اور آپ نے فرمایا کہ اے کچے مسلمانو دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ دو۔ اُنھیں عار نہ لاؤ۔ ان کے مخفی حالات کے پیچھے مت پڑو۔ (ترمذی) اور آپ نے فرمایا کہ جو بندہ کسی کے عیب چھپائیگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن خود اُس کے عیوب چھپائیگا (مسلم)، کلام کی یہ تمام ناجائز قسمیں اسلامی قانونِ معاشرۃ میں سخت غیر مہذب قرار دی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ غیر مہذب کلام کی ایک قسم فضول گفتگو یا گپ شپ ہے۔ اسلامی تہذیب میں یہ بھی بدتہذیبی میں شمار ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کی گفتگو بکثرۃ ہوگی، اس کی لغزشیں زیادہ ہوں گی اور جس کی لغزش زیادہ ہوگی اُس کے گناہ زیادہ ہونگے اور جس کے گناہ زیادہ ہوں گے تو دوزخ ایسے شخص کی زیادہ مستحق ہے (احیاء)

[1] بیہقی عن انس رض ۱۲ [2] مشکوٰۃ ۱۲

نیز فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی عمدگی میں سے یہ ہے کہ وہ تمام فضولیات کو چھوڑ دے۔ (ترمذی) نئی روشنی کی یہ تہذیب کہ جب دو شخص آپس میں ملیں تو فضول گفتگو ضرور کی جائے، اسلامی تہذیب کے قطعاً خلاف ہے۔ اسی طرح آج کل جو احباب سے ملاقات کے سلسلہ میں بے فائدہ مجلسیں جمائی جاتی ہیں، جن میں گھنٹوں وقت ضائع کیا جاتا ہے، یہ اسلامی نقطۂ نظر سے مذموم اور قابلِ ترک ہیں۔ ایسی مجلسوں میں شریک ہونا بھی اکثر گناہ سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے ان سے بچنا چاہیے۔ غیر مہذب کلام کی ایک قسم بیہودہ مذاق کرنا ہے کہ مذاق میں فحش اور گندی باتیں کہی جاویں یا مذاق کے لئے جھوٹ سے کام لیا جاوے یا مذاق اس طرح کیا جاوے کہ کسی کی دل شکنی یا حقارۃ اور توہین ہو۔ ایسے مذاق خواہ زبان سے کئے جائیں یا عمل سے یا اشارہ سے سب ناجائز ہیں۔ ہاں البتہ اگر تفریحِ قلب کے لئے کبھی ایسا مذاق کیا جاوے جس میں فحش اور جھوٹ نہ ہو، کسی کی توہین و دل آزاری نہ ہو تو یہ جائز ہے، مگر اس پر بھی ہمیشگی نہ کرنی چاہیے، کیونکہ زیادہ مذاق کرنا قلب میں غفلت پیدا کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (بھی) مزاح کرتا ہوں، مگر حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا (احیاء) نیز آپ نے فرمایا کہ بعض مرتبہ آدمی کوئی بات ایسی کہہ دیتا ہے کہ تمام مجلس والوں کو ہنسا دیتا ہے (مگر) وہ اس ایک کلمہ کی وجہ سے دوزخ کے بعید ترین مقام میں گر جاتا ہے (احیاء) یعنی مستحق ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس عذابِ آخروی کے ناجائز قسم کا مذاق اکثر بڑے بڑے فسادات پیدا کر دیتا ہے جس سے دین و دُنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بتوں کی عبادۃ اور شراب پینے کی ممانعت کے بعد سب سے پہلی چیز جس کا مجھ سے میرے رب نے عہد لیا اور مجھکو منع کیا ہے وہ لوگوں کی مذاقیہ نمکین گفتگوئیں ہیں۔ (احیاء) جب حضورؐ کو اس سے منع کیا گیا تو ہمارے لئے اس سے بچنا بہت ہی ضروری ہوا۔

نئی روشنی میں یہ غلط مذاق گویا فیشن میں داخل ہو گیا ہے اور عموماً ان کا ایسا مذاق سیدھے سادے مسلمانوں کے لئے دل آزار ہوتا ہے، مگر اسلامی نقطۂ نظر سے یہ ان لوگوں کی انتہائی بدتمیزی ہے اور ایسا مذاق گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔ میرے معزز تعلیم یافتہ دوستو! خدا سے ڈرو اور اپنے آپ کو اس حماقت اور گناہِ کبیرہ سے بچاؤ۔ غیر مہذب کلام کی ایک قسم مراء اور جدال ہے۔ مراء ہر اُس اعتراض کو کہتے ہیں جو کسی کے کلام پر کیا جاوے تاکہ اس میں کوئی نقص لفظی یا معنوی یا بدنیتی وغیرہ ثابت کی جاوے، جس سے مقصود دوسرے کی کم علمی اور اپنی ہمہ دانی کا اظہار ہو۔ اس قسم کے اعتراض کرنا اسلامی تہذیب میں سخت مذموم ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ جب کوئی کلام سنے اگر وہ صحیح ہو تو تصدیق کرے۔ اگر غلط ہو اور وہ کلام دین کے متعلق نہ ہو تو سکوت اختیار کرے۔ آج کل اس مراء مذموم کی صحیح مثال شعر اور شاعری اور اخبارات کی تنقیدات ہیں، جن میں دین کا کوئی مسئلہ یا مذہب اسلام کی حمایت نہیں، بلکہ دین سے غیر متعلق شاعری اور شعروں کی لفظی و معنوی بحث ہوتی ہے جس میں آج مسلمانوں کا ہزارہا روپیہ اور وقت برباد ہو رہا ہے، حالانکہ ان سے دین کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس قسم کی تمام قیل و قال اسلامی تہذیب کے قطعاً خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی (کے کلام پر بلا دینی فائدہ کے) اعتراض مت کرو اور نہ اُس سے بیہودہ مذاق کرو اور نہ اُس سے وعدہ خلافی کرو۔ (احیاء) اور فرمایا کہ کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو کامل (طور پر حاصل) نہیں کرتا، یہاں تک کہ وہ اعتراض کرنا چھوڑ دے، اگرچہ خود حق پر ہو (احیاء) بعض لوگوں کی عادۃ ہوتی ہے کہ ہر جگہ ہر موقع پر اپنی قابلیت جتانے کے لئے زبانِ اعتراض دراز کرتے رہتے ہیں۔ یہ انتہائی بدتمیزی ہے۔ بعض وقت اس سے لڑائی یا کسی کی دل آزاری ہو جاتی ہے

ایسی صورت میں یہ اعتراض گناہِ کبیرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اور جدال اس کلام کو کہتے ہیں جو دوسرے کو ساکت اور عاجز کرنے اور اُس کو جاہل قرار دینے کے لئے بولا جائے۔ اس سے بھی مقصود اپنی بڑائی علمیت وغیرہ جتانا ہوتا ہے۔ یہ شرعاً نہایت مذموم ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہدایت یافتہ قوم گمراہ ہُوئی انھیں جدال ضرور دیا گیا (احیاء) اور فرمایا کہ سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے یہاں سخت ضدی جھگڑالو آدمی ہے (احیاء)

غیر مہذّب کلام کی ایک قسم تصنّع اور تکلّف کی باتیں ہیں یعنی آدمی ہر بات کو بنا بنا کر قافیہ بندی اور تشبیہات کے ساتھ بولنے کی کوشش کرے جیسا کہ آج کل بعض وہ جدید تعلیم یافتہ لوگ جن کو ادبیت کا ہیضہ ہو گیا ہے، اکثر بن بن کر اسی طرح کلام کیا کرتے ہیں یا بعض وہ علماءِ سُوء جن کو قافیہ بندی کا جنون ہو گیا ہے کیا کرتے ہیں۔ اسلامی تہذیب یہ ہے کہ بات نہایت صاف اور سادہ طور پر کی جائے، جس سے مخاطب مقصود کو اچھی طرح سمجھ جائے اور اپنا پورا مطلب ادا ہو جائے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مَیں اور میری اُمّت کے متقی لوگ تکلّف سے بری ہیں۔" (احیاء) نیز فرمایا کہ "میری نظر میں سب سے زیادہ مبغوض اور مجھ سے سب سے زیادہ دُور باعتبار مجلس کے، بکثرۃ بولنے والے، بات بڑھا کر کہنے والے فصاحت جتا کر کلام کرنے والے لوگ ہیں۔" اور فرمایا کہ "میری اُمّت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو نعمت دئے گئے ہوں کہ رنگ برنگ کے کھانے کھاتے ہوں قسم قسم کے کپڑے پہنتے ہوں اور بات چیت میں اپنی ادبیت جتاتے ہوں (احیا) دوستو اور بزرگو غور کرو کہ کہیں ہم ہی ان بدترین لوگوں میں سے تو نہیں ہیں۔ کلام میں سادگی اور تکلّف و بناوٹ سے منع کرنا بھی بہت سی عمدہ مصلحتوں پر مبنی ہے اور اس میں بہت سے فوائد ہیں جو ہر غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے۔

پس اسلامی تہذیب یہ ہے کہ اس بیہودہ خصلت سے بھی اپنے آپ کو بچایا جائے۔ غیر مہذّب کلام کی یہ چند قسمیں بیان ہوئی ہیں اور باقی اقسام کا ذکر بوجہِ خوفِ طوالت ترک کر دیا گیا ہے۔ اپنی زبان کو ان تمام ناجائز اور غیر مہذب کلاموں سے بچانا ہی تہذیبِ زبان و بیان ہے اور تہذیبِ زبان تہذیبِ اخلاق کا جزءِ اعظم ہے اور تہذیبِ اخلاق اتحاد و اتفاق کی اصلِ عظیم ہے۔ پس ہمیں یعنی ہم میں سے ہر ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اسلامی تہذیب کے مطابق اپنے اخلاق درست کرے اور اپنی زبان کو مہذب بنائے تاکہ قوم میں اتحاد کی جڑ پیدا ہو، جس سے ترقی کے ثمرات حاصل ہوں۔ اب دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور تمام مُسلمانوں کو موجودہ دَور کی غیر اسلامی تہذیب سے بچائے اور اسلامی تہذیب اختیار کرنے کی توفیق دے۔ ہماری لغزشوں کو معاف فرمائے اور صراطِ مستقیم پر چلائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین[1]

[1] اَعُوْذُ بِاللہِ الخ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا مبارک[2]

خُطبۂ جُمعۂ پنجم ماہِ رجب در آدابِ معاشرۂ اسلامیہ نمبر ۱۵

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی

تہذیبِ مالیات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ وَوَسَّعَ الرِّزْقَ ○

وَاَفَاضَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ اَصْنَافَ الْاَمْوَالِ ○

وعظ جمعہ پنجم ماہ رجب در آداب معاشرۂ اسلامیہ نمبر ۱۵

بسلسلۂ تہذیبِ اسلامی : **تہذیب مالیات**

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ امابعد۔ برادرانِ ملت!

مذہب اسلام نے جس طرح انسان کی عبادات، اعتقادیات اور معاشیات میں آداب و تہذیب کے قوانین مرتب کئے ہیں، اُسی طرح اُس نے انسان کی اقتصادیات کے متعلق بھی خاص نظریات قائم کئے ہیں جو دُنیا کے تمام مذاہب و اقوام کے خیالات سے بہتر و بالاتر ہیں۔ مادّی ترقیات کو دُنیا کی اکثر اقوام نے اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا ہے، لیکن اسلام نے مُسلمان کا اصلی نصب العین محض رضاءِ الٰہی مقرر کیا ہے اور مادیات کو صرف اسی حد تک اہمیت دی ہے جس حد تک وہ اس مقصد کیلئے مفید ہو سکے۔ مال کی ضرورت جس طرح ایک کافر کو ہے اسی طرح مُسلمان کو بھی ہے۔ شریعت نے انسان کی اس ضرورت کو نظرانداز نہیں کیا لیکن کافر کی نظر میں نہ تو مال حاصل کرنے کی کوئی حد ہے اور نہ اُس کا کوئی خاص طریقہ ہے بلکہ وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے، مگر اسلام نے مسلمان کے لئے مال جمع کرنے کو مقصود بنانے سے روکا ہے اور اس کو نہایت قبیح و مذموم سمجھا ہے، جس پر بہت سی آیات و احادیث شہادت دے رہی ہیں۔ کفر و اسلام اور کافر و مُسلمان کے اقتصادی نظریات کے اس بنیادی فرق کو خُوب اچھی طرح سمجھ لیجئے اور پھر غور فرمایئے کہ ہمارے قلوب کی گہرائیوں میں کونسا نظریہ جاگزیں ہے اور پھر اسی نظریہ کے معیار پر ہمیں اپنے کفر یا اسلام کا فیصلہ کر کے ایک طرف ہو جانا چاہئے۔ یہ دو رنگی جو آج کل ہم نے اختیار کر رکھی ہے کہ دعوے اسلام کا ہے اور خیالات و اعمال کا اسلام سے کچھ واسطہ نہیں

رکھتے۔ اسی سرکشی نے ہمیں برباد کر رکھا ہے کہ ہم نہ دین کے رہے نہ دُنیا کمائے مسلمان، یہ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کیا تم قرآن کے بعض احکام کو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو۔ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ پس اس دو رنگی چال کی سزا سوائے دُنیا میں رسوائی حاصل ہونے کے اور کچھ نہیں اور قیامت کے دن وہ سخت عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔" دیکھا آپ نے کہ ہمارے اعمال ہمارے دعویٰ اسلام سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے۔ دوغلے پن اور دو رنگی چال کی قانونِ قدرت نے بھی یہی سزا مقرر کر رکھی ہے جو مُسلمانوں کو مل رہی ہے۔ کہ آج تمام دُنیا میں سب سے زیادہ ذلیل پسماندہ اور محتاج قوم مسلمانوں ہی کی سمجھی جاتی ہے۔ آج آپ کے عوام آپ کے خواص آپ کے لیڈر سب اسی کا رونا رو رہے ہیں کہ ہائے مسلمان ذلیل ہو گئے، تباہ ہو گئے۔ ہر قوم مسلمانوں کی دشمن ہے۔ خون کی پیاسی ہے۔

کیوں نہ ہو نزلہ بر عضوِ ضعیف میریزد۔ زبردست کا نزلہ ہمیشہ ضعیف و کمزور ہی پر اُترا کرتا ہے، مگر اس میں ہمارے دشمنوں کا بالکل قصور نہیں۔ جو کچھ قصور ہے وہ ہمارا ہی ہے۔ اگر ہم صرف اور خالص اسلامی رنگ میں رنگے ہوتے تو ترقی یافتہ قوموں کی صفِ اوّل میں ہوتے۔ تجربہ کے لئے صحابہ کے زمانے پر غور فرمالیجئے۔ مال و جاہ کی ترقی کو اُنھوں نے اپنا مقصدِ زندگی کبھی نہ بنایا۔ مال و دولت سے کبھی محبّت نہیں کی۔ صرف رضاءِ الٰہی ان کا مقصدِ زندگی تھا۔

ان کے پاس نہ پوری طرح ہتھیار تھے۔ نہ عمدہ لباس تھے، نہ عمدہ بنگلے اور کوٹھیاں
تھیں نہ خزانوں کے دہانے تھے۔ ہاں ایک چیز تھی جو دُنیا کی کسی قوم کے پاس نہ
تھی وہ کیا؟ صرف قوتِ ایمانی۔ پھر کیا وہ اپنے زمانے کی کافر قوموں میں بیچاری
طرح ذلیل و رسوا تھے؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں۔ جس نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے
وہ جانتا ہے کہ یہ یکرنگی مسلمان وہ تھے جن کے نام سے قیصر و کسریٰ تھراجاتے
تھے۔ اُس وقت دُنیا کی قوموں میں سب سے زیادہ معزز، مہذب اور ترقی یافتہ
قوم صرف یہی یکرنگی مسلمان تھے۔ اے ترقی ترقی چلانے والے مسلمانو! اے ترقی
کے لئے کافروں کی چوکھٹ پر جبینِ نیاز جھکانے والو۔ اے ترقی کے لئے سُود اور
جُوا اور ہر قسم کی بے ایمانیاں جائز اور گوارا کرنے والو۔ اے ترقی کی دُھن میں
قومی عصبیت کا جوش پھیلا کر وحدتِ ملت کو پاش پاش کرنے والو غور کرو،
یہی موجودہ ذلت اور صحابہ کرام کی عزت پر۔ اسلام کو اس کی پرواہ نہیں کہ مُسلم
قوم کی کافرانہ ذہنیت رکھنے والی اکثریت اپنے کفر کا کھلم کھلا اقرار کر کے صفِ کفار
میں جا ملے۔ اللہ جو اپنے دین کا محافظ ہے کسی اور قوم کو پیدا کر دے گا، جو
اس کے دین کی حفاظت اور اس کے احکام پر پورا عمل کرے گی۔ پس اگر
تم کو اسلام پیارا نہیں، اس کی تعلیمات قبول نہیں تو مُسلم قوم کی صف سے باہر نکل
جانے سے کون روکنے والا ہے، مگر یاد رکھو کہ اس کی سزا خلود فی النار ہے۔ لیکن اگر تم کو
اسلام فی الواقع پیارا ہے اور اس کی تعلیمات پسند ہیں تو پھر اپنے نظریات اپنے اعمال
اپنی سیاست و معیشت اور مالیات سب کو اسلامی احکام کے مطابق بناؤ۔ دوستو
اور بزرگو! اب میں اقتصادیات و مالیات کے متعلق اسلامی نظریہ کی مختصر تشریح
کرنا چاہتا ہوں۔ سُنئے کہ مالِ دُنیا بالطبع اس سانپ کے مثل ہے جس کا زہر
بہت سخت ہو اور جس کے سر میں تریاق یا سنگِ پارس بھی ہو۔ عقلمند اور سچا مسلم

وہ ہے جو اس سانپ کے زہر سے ہوشیاری کے ساتھ بچ کر اس کا تریاق یا
سنگِ پارس حاصل کر لے۔ مالِ مسلم کے لئے بہت مفید بھی ہے اور سخت مضر
بھی۔ مال کا مفید ہونا تو ظاہر ہے، لیکن مال کے زہریلے اثرات اور اس کے نقصانات
پر بھی گہری نظر سے غور فرمائیے کہ مال کا ہونا انسان کو گناہوں اور شہوتوں پر اُبھارتا
ہے۔ مال نہ ہونے کی حالت میں اکثر آدمی بہت سے گناہوں سے اس لئے رُکا رہتا
ہے کہ اس کے پاس کچھ ہے ہی نہیں، لیکن جہاں مال ملنے کی اُمید ہوئی اور گناہوں
پر قدرت حاصل ہوئی بالطبع آدمی کی خواہشاتِ نفس میں ایک ہیجان سا پیدا
ہو جاتا اور نفس خود بخود معاصی سے لذت حاصل کرنے کا محرک ہو جاتا ہے
اور یہ تحریک اتنی قوی ہوتی ہے کہ شاید ہزار میں ایک ہوگا جو اس سے متاثر
نہ ہوتا ہو ورنہ دولت کا نشہ سب کو مست و بیخود بنا دیتا ہے۔ پھر ان گناہوں
اور اتباعِ خواہشات کی وجہ سے ہزاروں فسادات، نزاعات، حسد و رقابت
عداوۃ، عبادات سے غفلت، جھوٹ، غیبت، تکبر و غرور وغیرہ سینکڑوں آفتیں
اس کے ایمان کو گھیر کر آخر کار تباہ کر دیتی ہیں۔ کیا آپ نے غور کیا؟ کہ مال سے
جان و ایمان کا کس قدر نقصان ہوتا ہے؟ اس لئے مال سم قاتل ہے ایمان
کے لئے۔ پھر اگر کوئی اللہ کا بندہ اس کی تحریک پر معاصی سے متاثر نہ ہوا تو وہ
کم از کم مباح اور جائز اشیاء و اعمال سے لذت حاصل کرنے کی طرف ضرور ہی
مائل ہوگا۔ اس میلان سے سوائے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے اور کوئی بچ
نہیں سکتا۔ اور جب لذتوں کا خوگر ہو جائے گا تو پھر اگر جائز طور پر لذتیں نہ حاصل
ہو سکیں گی تو ضرور نفس ناجائز طور پر لذت حاصل کرنے کی طرف مائل ہوگا اور گناہ گار
بنتا ہو جائے گا۔ یہ ہے مال کا زہر۔ یہ حال مالِ حلال کے فساد کا تھا اور آج
ہمارے پاس تو حلال کا سوال ہی نہیں۔ پھر مالِ حرام کے فسادات کا اندازہ

فرمایئے۔ اس لئے شریعت نے مال کے ان تریاقی منافع اور ان زہریلے مفاسد کو پیش نظر رکھ کر مسلمان کی مالیات کے لئے کچھ ایسے آداب مقرر کئے ہیں کہ اگر اُن آداب کے مطابق ہم نے اپنے مالیات کو بنالیا تو مال کے تمام منافع بھی حاصل ہو سکیں گے اور مسلمان اس زہریلے سانپ کے اثر سے بھی محفوظ رہے گا۔ مسلمان رہ کر ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے اگر آپ مال کمانا چاہتے ہیں تو ان آداب کو غور سے سُنئے اور ان کے مطابق اپنی مالیات کو درست کیجئے۔ سُنئے مال کے متعلق پانچ آداب ہیں۔ پہلا ادب یہ ہے کہ آپ کماتے وقت ہمیشہ اپنی نظر اس پر ضرور رکھیں کہ آپ کس طریق اور راہ سے کمارہے ہیں۔ ہر وہ طریقہ جس سے مال کمانا مکروہ ہو یا مشتبہ مال ہو جائے یا حرام ہو جائے اس طریقہ کو فوراً چھوڑ دیجئے اور اگر کمائی کی گاڑی حلال راستہ سے حرام کی طرف مُڑنے لگے تو فوراً شریعت کا بریک لگا کر روک دیجئے اور اپنے نفس سے صاف کہہ دیجئے کہ میں مسلمان ہوں لہٰذا حرام اور کافرانہ طریقہ پر ہرگز نہ کماؤں گا۔ دوکان کھولتے ہی، ملازمت پر جاتے ہی مالیات کا یہ ادب اسلامی آپ پر واجب ہو جاتا ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ بطریقِ حلال کمانے کے وقت اپنی نظر اپنی واقعی ضروریات پر ہمیشہ رکھئے اور یہ دیکھئے کہ آپ کو کس قدر کمانے کی واقعی ضرورت ہے۔ انسان کی واقعی ضروریات یہ ہیں: کھانا، کپڑا اور گھر، اپنے لئے اور اپنے ان متعلقین کے لئے جن کے حقوق اس پر عائد ہیں۔ پھر یہ تینوں ضروری حاجتیں تین درجہ پر ہیں۔ ادنیٰ، اوسط، اعلیٰ۔ ان میں سے اپنے لئے وہ درجہ اختیار کیجئے جو مالی مفاسد نہ پیدا کر سکے۔ پس اپنی ضروریات کا صحیح اندازہ لگا کر کمانا شروع کیجئے اور بقدرِ ضرورت کما کر اللہ کی یاد میں زندگی بسر کیجئے بلکہ کمانے کے اوقات میں بھی یادِ خدا سے غفلت نہ کیجئے۔ زیادہ مال جمع ہوگا تو

وہ گناہوں اور ناجائز خواہشوں کا محرک ہوگا اور یا لذتوں کا عادی بنا دے گا، جس کے خوفناک نتائج آپ سُن چکے ہیں، لیکن اگر آپ کی نظر میں دوسرے مسلمانوں کی حاجتیں بھی ہیں اور آپ کی قوتِ ایمانی اتنی مضبوط ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ مخلوقِ خدا کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے، جس سے رضاءِ الٰہی مقصود ہو تو اب محض دوسروں کے نفع کی نیت سے حلال طریقہ پر جتنا ممکن ہو دل کھول کر کما سکتے ہیں۔ اسلام اس کی کبھی ممانعت نہیں کرتا۔ اسلام کے اس نظریہ کی تصدیق آپ کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریقۂ کسب میں ملے گی کہ وہ یا تو بقدرِ ضرورت کسب کر کے عبادت میں لگ جاتے تھے اور یا جب حضورؐ نے صدقہ کی فضیلت بیان فرمائی تو جن کو اپنے لئے ضرورۃ نہ تھی وہ بھی بازار گئے اور اتنی محنت و مزدوری کی کہ پسینہ بھر گیا اور جب شام کو مزدوری ملی تو فوراً کسی مستحق مسکین کو دے دی اور اپنے لئے ایک حبہ بھی نہ رکھا۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ بطریقِ حلال بقدرِ ضرورۃ کما کر جب بحفاظت رکھنے لگے تو اس وقت ہمیشہ یہ غور کرے کہ اس وقت اس مال کا رکھنا مجھے جائز اور مناسب بھی ہے یا نہیں۔ اگر شرعاً اس وقت اس کا روکنا، خرچ نہ کرنا، کسی کو نہ دینا ہی ضروری یا مناسب ہو تو خرچ نہ کرے بلکہ ہاتھ روک لے، مثلاً ایک ملازم مہینہ پر اپنی تنخواہ لایا جو ادنیٰ درجہ کی معیشت رکھتا ہے اور اس کی تنخواہ سے اس کا بمشکل گذارہ ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ایک سائل نے ایک روپیہ مانگا جو دینے کا مستحق ہے۔ دل چاہتا ہے کہ دے، لیکن دینے سے خود کو پریشانی ہو جائے گی، تو اب نہ دے بلکہ ہاتھ روک لے یا دینے کی گنجائش تو ہے، لیکن سائل جواری، شرابی، افیونی ہے تو نہ دے۔ چوتھا ادب یہ ہے کہ خرچ کرتے وقت یہ غور کرے کہ اس میں خرچ کرنا جائز اور مفید بھی ہے یا نہیں۔ اگر جائز یا واجب یا مفید ہے شرعاً مگر

محبّت مال سے دل خرچ کرنے پر آمادہ نہو تو ایسے وقت ہرگز نہ رُکے بلکہ ضرور خرچ کرے۔ مالیات کے اعتبار سے انسان کی چند قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جو اپنے اُوپر واجب شدہ امور کو بطیبِ خاطر ادا کرے۔ ایسے شخص کو سخی کہتے ہیں اور انسان پر دو واجب ہیں۔ ایک واجب بالشّرع جیسے زکوٰۃ، صدقۂ فطر، قربانی، کفارات وغیرہ۔ دوسرے واجب بالمروۃ والعادۃ مثلاً معاملات میں تنگی نہ برتنا اور حقیر حقیر چیزوں کو شمار میں نہ لانا۔ ان دونوں کے درجات حسبِ حیثیت مختلف ہیں۔ دوسری قسم کا وہ آدمی ہے جو کہ اپنے دونوں واجبات ادا کرتا ہے مگر طیبِ خاطر سے نہیں بلکہ اس کے قلب پر شاق گزرتا ہے۔ ایسا شخص سخی نہیں بلکہ متسخّی یعنی بتکلّف سخی بننے والا ہے۔ تیسرے وہ جو ان واجبات کو ادا نہ کرے وہ بخیل ہے۔ چوتھے وہ جو کہ علاوہ ان واجبات کے زیادہ بھی خرچ کرتا ہے تاکہ درجاتِ عالیہ اور فضیلت حاصل کرے۔ ایسا شخص جوّاد[1] کہلاتا ہے۔ شریعت کی نظر میں ہر مسلمان کو جواد یا سخی اور کم از کم متسخّی کے درجہ میں ضرور ہونا چاہیے مگر وہ واجب بالشّرع و واجب بالمروّۃ دونوں کو ادا کرے، خواہ طیبِ خاطر سے یا جبر علی القلب سے لیکن کسی مسلمان کو لئیم اور بخیل کے درجہ میں رہنا شریعت کی نظر میں کسی طرح پسند نہیں۔ چنانچہ حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بخل اور ایمان کسی بندہ کے قلب میں جمع نہیں ہوتے (احیاء) نیز آپؐ نے فرمایا کہ سخاوۃ ایک درخت ہے جنّت کا جس کی شاخیں زمین پر لٹکی ہوئی ہیں۔ پس جس نے سخاوۃ اختیار کی، اس نے اس کی شاخ کو پکڑ لیا۔ اب یہ شاخ اس کو نہ چھوڑے گی، یہاں تک کہ وہ جنّت میں داخل ہو جائے اور بخل ایک درخت ہے دوزخ کا جس کی شاخیں زمین تک ہیں۔ جس نے بخل اختیار کیا، اس نے جہنّمی درخت کی شاخ پکڑ لی ہے۔ اب

[1] ان تعریفات میں بہت اختلاف ہے تاہم عوام کے لئے اتنا ہی کافی ہے ۱۲

وہ شاخ اُسے نہ چھوڑے گی، یہاں تک کہ وہ دوزخ میں داخل ہو جائے (احیاء) سخاوۃ کی تعریف اور بخل کی مذمت میں آیات و احادیث بکثرۃ وارد ہیں، جن کی تفصیل کی اس وقت گنجائش نہیں۔ اتنا ثابت ہوا کہ اسلامی آدابِ مالیات میں سے یہ ضروری ہے کہ مُسلمان کسی طرح بخیل ثابت نہ ہو اور نہ مسرف اور فضول خرچ ہو۔ پانچواں ادب یہ ہے کہ بطریقِ حلال بقدرِ ضرورۃ کماتے، رکھتے اور خرچ کرتے وقت اپنی نیت نیک اور صحیح رکھے۔ یعنی بقدرِ ضرورۃ کماتے وقت دل میں یہ پختہ نیت رکھے کہ میں خواہشاتِ نفس پُورا کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے بدن کی قوۃ قائم رکھنے کے لئے کماتا ہوں تاکہ عبادۃ کر سکوں۔ زائد از ضرورت کسب میں یہ نیت رکھے کہ اپنے لئے نہیں بلکہ مخلوقِ خدا کو نفع پہنچانے کے لئے کماتا ہوں اور پھر ایسا ہی کرے۔ جب خرچ کرے تو یہ نیت کرے کہ احسان جتانے، شہرۃ حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ تعمیلِ حکمِ خداوندی یا حصولِ رضاءِ الٰہی کے لئے خرچ کرتا ہوں۔ اسی طرح تمام مالی حالات میں اپنی نیت کو صحیح کرے۔ یہ پانچ آداب ہیں مالیات کے[1]۔ جو ان کو خیال رکھ کر ان کے مُطابق کمائے گا اور صَرف کرے گا وہ مال کی سمیّت سے محفوظ اور اس کے تریاق سے دُنیا و آخرۃ میں فائدہ حاصل کرے گا اور جو ان کا لحاظ نہ کرے گا، وہ یقیناً اپنا دین و ایمان اور آخرت خراب و برباد کرلے گا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دُنیا دُنیا والوں کے لئے چھوڑ دو۔ جس نے ضرورۃ سے زیادہ اُسے لیا اُس نے اپنی تباہی حاصل کی۔ حالانکہ وہ ناواقف ہے (احیاء) اور آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی اُمّت کے سب سے زیادہ بُرے لوگ کون ہیں؟ فرمایا مالدار لوگ (احیاء) یعنی وہ مالدار جو اپنے مال سے حقوق اللہ و حقوق العباد نہ ادا کریں۔ اب دُعا فرمایئے کہ اے خدائے قدوس

[1] مالیات کے باقی احکام و مسائل خطبۂ جمعہ پنجم ماہ ربیع الثانی میں ملاحظہ فرمائیں ۱۲

تو ہم پر رحم فرما اور ہمیں مالیات کے متعلق آدابِ اسلامی کا پابند بنا دے۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں اتنی وسعت دے کہ ہم کما کر دوسروں کو نفع پہنچانے کی آرزو کریں۔ اے خدا بقدرِ ضرورت دے کہ ہمیں کسی کا محتاج نہ بنا اور تھوڑے پر قناعت کرنے کی توفیق دے۔ زیادتی کی حرص سے محفوظ فرما۔ ہماری گذشتہ غلطیوں اور گناہ کو معاف فرما۔ آئندہ صحیح اسلامی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔
آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

ع أَعُوذُ بِاللّٰهِ الخ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ الخ بَارَكَ اللّٰهُ الخ

خطبۂ جمعہ اول ماہِ شعبان در تعلیم ضروریاتِ دین

فضائلِ ماہِ شعبان و شبِ براۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ دَوَّرَ بِقُدْرَتِهِ الزَّمَانَ ○
وَقَدَّرَ الْمَقَادِيْرَ فِیْ شَعْبَانَ اِلٰى شَعْبَانَ ○
وَجَعَلَهٗ تَوْطِئَةً لِبَرَكَاتِ رَمَضَانَ ○
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ

… وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ ○ اَمَّا …
… الْاِخْوَانِ ○ قَدْ حَانَ شَهْ …
… قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ …
… شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ ○ وَعَ …
… يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؛ لَمْ اَرَكَ …
… مِنَ الشُّهُوْرِ مَا تَصُوْمُ …
… ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ …
… وَرَمَضَانَ ، وَهُوَ شَهْرٌ …
… اِلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، فَاُحِ …
… وَاَنَا صَائِمٌ ○ فَصُوْمُوْا …

مُحَرَّمَاتٌ وَّسَيِّئَاتٌ ○ أَعُوذُ بِاللّٰهِ الخ إِنَّا
أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ○
فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ○ أَمْرًا مِّنْ
عِنْدِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ○ بَارَكَ اللّٰهُ ولا

وعظ جمعہ اول ماہ شعبان

در بیان فضائل شعبان و شب براۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ برادرانِ ملت! ماہ محرم سے اب تک مذہب اسلام کے ٹھوس اور صحیح نظریات و عقائد، بہترین عملی اصول اور معاشرۂ اسلامی کے عمدہ ترین تہذیبی آداب کا کافی حصہ آپ کے گوش گذار کیا جا چکا ہے اور جو باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایک ایک قسط میں آتا رہے گا۔ فی الحال وقت کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی توجہات بیان شدہ اصول و احکام پر عمل کرنے کی طرف منعطف کرائی جائے۔ بزرگو اور دوستو! خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات بیان کرنے کا مقصد صرف سُننا اور سُنانا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد عمل کرنا ہے۔ آپ نے اور میں نے جو کچھ کہا یا سُنا اگر اس پر عمل نہیں کیا گیا تو صرف محنت اور وقت ضائع ہونے کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ باز پرس ہونے کا بھی خوف ہے کہ معلوم

ہونے کے باوجود غفلت کیوں کی گئی اور اب وقت ایسا نازک آگیا ہے کہ اگر ہم نے عمل کرنے میں ذرا بھی غفلت کی تو اندیشہ ہے کہ کہیں دربارِ الٰہی سے ہم کسی سخت تر گرفت میں مبتلا ہو جائیں اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ پوری کائنات کا مالک کہیں ہم سے ناراض ہو جائے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بارگاہِ ذوالجلال کے دفاتر اور حساب و کتاب کے نئے سال کا پہلا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ خدائی رعایا کے متعلق سالِ رواں کی تمام رپورٹیں کراماً کاتبین کے ذریعہ تقریباً مکمل ہو چکی ہیں۔ اب صرف چند روز باقی ہیں، جن کی کارگذاری اسی سال کے بہی کھاتوں میں درج ہو سکے گی اور ہمیں بہت معتبر ذریعہ سے اُس حکومت کے صیغۂ راز کی یہ خبر ملی ہے کہ بتاریخ ۱۵ شعبان المعظم بوقتِ شب رعایا کی تمام رپورٹیں بارگاہِ قدس عزّ وجلّ میں پیش کی جائیں گی اور جس قدر لوگ اِس سال تو ہیں منصب وجود کو سنبھالنے کے قابل نہیں رہے، ان کے نام مخلوقاتِ موجودہ کی فہرست سے نکال کر انہیں ختم کرنے کے احکام صادر کر دئے جائیں گے، نیز جس قدر مزید انسان تماشہ گاہِ عالم میں امتحان و عبادۃ کے لئے ربّ العلیٰ منظور کرے گا ان کی فہرست مرتب کر دی جائے گی۔ اوقاتِ آمد و رفت متعین ہو جائیں گے اور اس بارگاہِ عالی متعالی سے جس جس انسان کو جس قدر سالانہ راشن ملنا منظور ہوا ہے، وہ (فرشتوں کے حوالے کر کے) اُتار دیا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اُسی شب احکم الحاکمین قلمروئے دُنیا و آخرت کے مالکِ واحد اپنے مراحم خسروانہ کے ساتھ تمام رعایا کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ ہر مانگنے والے کو ملے گا۔ ہر فریادی کی دادرسی کی جائے گی۔ ہر معافی چاہنے والے مجرم کو معافی دی جائے گی۔ باغی متکبر مجرم کے لئے یہ وقت بہت نازک ہے اور نیاز مند فرمانبردار رعایا کے لئے یہ وقت بہت بڑی نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ بزرگو

اور دوستو! مَیں نے معتبر اشخاص کے ذریعہ یہ خبریں بارگاہِ الٰہی کے ایک خاص الخاص رازداں ہستی سے بڑی کوششوں اور محنتوں سے حاصل کرکے آپ تک پہنچا دی ہیں تاکہ آپ اس عظیم الشان اور نادر موقعہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکیں۔ اب مَیں آپ کو وہ لائحۂ عمل بتاتا ہوں جس کے مطابق کام کرنے سے اس موقعہ پر بڑی زبردست کامیابی کی اُمید ہے۔ سب سے پہلا کام جو آپ کو اس شاہانہ نوازشات کے موقع پر اولین فرصت میں انجام دینا چاہئے یہ ہے کہ آج ہی سے اپنے تمام دن اور رات کے کاموں پر غور کرکے اُن میں سے ایسے کاموں کو چھانٹ لیجئے، جن کا کرنا ایک مسلم کے لئے اللہ کے دربار میں بڑا جُرم شمار کیا جاتا ہے، مثلاً جھوٹ، فریب، حرام کمائی، حرام کھانا، عورتوں سے ناجائز تعلقات، خُدائی ٹیکس یا زکوٰۃ نہ ادا کرنا، نماز چھوڑنا، جماعت چھوڑنا، سودی کاروبار کرنا وغیرہ ان سب سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلیں۔ پھر آپ اُن احکام پر غور کریں جن پر عمل کرنے کا بارگاہِ الٰہی سے حکم دیا گیا ہے، مثلاً نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، جماعت کی پابندی کرنا، حلال کمانا وغیرہ۔ ان کو خیال میں لاکر فوراً کپڑے وغیرہ پاک کرکے ایسے تمام حکموں پر عمل شروع کردیں اور پھر بُرے کاموں سے بچنے کے لئے اور تمام اچھے کام کرنے میں اپنی پوری ہمت صَرف کریں، اور اب سے اسلامی تہذیب و آداب کے مُطابق زندگی گذارنا شروع کردیں۔ جب شاہانہ مراحم کی وہ خاص تاریخ قریب آئے تو بہت اچھا ہو کہ آپ ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ تاریخوں میں روزہ رکھ لیں تاکہ نفسِ امّارہ کی تمام آلودگی اور گناہوں کا تمام میل کچیل روزوں کی برکت سے نکل جائے اور جوہرِ رُوح صاف و شفاف ہو جائے۔ چودھویں تاریخ گذار کر پندرھویں کی شب کو نمازِ مغرب کے بعد تھوڑی غذا کھائیں جو زود ہضم ہو۔ پھر قدرے آرام کرکے عشاء کی نماز باجماعت ادا کریں۔ ساتھ ہی اپنے

بال بچوں اور عورتوں کو بھی اس عمل کی تاکید کریں۔ اب بعدِ عشا جس قدر عبادت کی جائے کریں اور جس قدر مانگا جائے مانگیں اور جس قدر اپنے گناہوں پر رویا جائے روئیں اور جس قدر توبہ کی جاسکے کریں مگر توبہ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ واقعۃً دل سے ہو۔ اس طرح کہ گذرے ہُوئے گناہوں پر پچھتاتا ہُوا آئندہ کے لئے پختہ قصد ہو کہ پھر گناہ کے پاس بھی نہ جائیں گے۔ اللہ سے دُعا ہو کہ وہ معاف کرے اور دل میں اُمید ہو کہ وہ اپنے فضل سے معاف کرے گا۔ پھر زبان سے بار بار توبہ کریں اور معافی چاہیں اور اس شب میں جو بدعتیں کی جاتی ہیں، اُن سے قطعاً بچتے رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اُس بارگاہِ قدس سے وہ سب کچھ پالیں گے جو آپ کو ملنا چاہئے اور اب آپ اس بارگاہ کے مقربین اور خاص لوگوں میں سے انشاء اللہ شمار ہوں گے۔ بے حد و حساب نوازشات آپ کو حاصل ہو سکیں گی جو اعلیٰ ترین کامیابی ہے۔ اب مَیں اس ماہِ مبارک شعبان اور اُس کی اس مبارک شب، شبِ براۃ کے فضائل میں وارد شدہ احادیث کا ترجمہ عرض کرتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ اس عظیم الشان وقت اور ماہ کے لئے جو کچھ کہا گیا ہے وہ بہت کام کی باتیں ہیں۔ چنانچہ عرض ہے کہ کتبِ احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شعبان کا چاند شمار کیا کرو رمضان کے لئے۔ (ترمذی) نیز ارشاد فرمایا کہ رمضان سے ایک دو روز پہلے روزے نہ رکھا کرو سوائے اس کے جسے عادت ہو اُن دنوں میں روزے کی۔ اور وہ دن رمضان سے ذرا قبل آجائیں (ابوداؤد) حضرت اسامہؓ کہتے ہیں: مَیں نے عرض کیا کہ حضورؐ میں نے آپؐ کو شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ فرمایا کہ یہ ایک بابرکت مہینہ ہے، رجب اور رمضان کے درمیان جس سے اکثر لوگ غافل ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں (بندوں کے) اعمال رب العالمین (کی بارگاہ میں)

پیش کیے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش کیے جائیں کہ میں روزہ سے ہوں (نسائی) اور آپ نے شبِ برات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اس سال کے اندر ہر پیدا ہونے والے اور مرنے والے انسان کو اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے اور اسی شب بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور اُن کا رزق اُتار دیا جاتا ہے (بیہقی) نیز فرمایا کہ ایک شعبان سے آئندہ شعبان تک (واقع ہونے والی) موتوں کے (پروانے) کاٹ دیئے جاتے ہیں، حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے۔ اس کے بچہ ہوتا ہے، حالانکہ اس کا نام مُردوں میں نکل چکا ہے۔ (بغوی) نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ، شبِ برات (نصف شعبان کی رات) میں آسمانِ دُنیا کی طرف اپنی رحمتوں کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے، غروبِ شمس کے بعد سے صبح تک اور پھر فرماتا ہے کہ کیا کوئی بخشش چاہنے والا (مجرم) ہے کہ میں اُسے بخش دوں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اُسے روزی دوں؟ ہے کوئی مریض جو دُعا کرے تو اُسے عافیت دُوں؟ ہے کوئی ایسا؟ ہے کوئی ایسا؟ (ابنِ ماجہ) غرضیکہ اس شبِ مبارک میں اُس بارگاہِ مقدس سے بہت کچھ دیا جائے گا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اُس وقت سب سے زیادہ کمالیں۔ ہاں یہ بھی سُن لیجئے کہ بعض اعمال ایسے بھی ہیں جن کی نحوست اس قدر زیادہ ہے کہ اُس کی وجہ سے اس عام نوازش وکرم کی مبارک شب میں بھی آدمی محروم رہ جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس شب میں بخش دیتا ہے مگر کاہن، جادوگر، شرابی، والدین کا نافرمان اور زانی کو (نہیں بخشتا) (تفسیر سراج المنیر) اور ایک روایت میں ہے کہ حاسد، قاطع رحم، ٹخنے سے نیچا پاجامہ پہننے والے کو (بھی) نہیں بخشتا (بیہقی) مطلب یہ کہ لوگ اگر توبہ نہ کریں اپنے اعمال سے تو محروم

رہیں گے۔ غور کیجئے کہ یہ اعمال کس قدر منحوس ہیں کہ مسلمان ان کی وجہ سے ایسی رات میں بھی بخشش سے محروم ہو جاتا ہے، حالانکہ اس شب میں لاتعداد مسلمان بخشے جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے (بھی) زیادہ لوگوں کی بخشش ہوگی (ترمذی) قبیلہ بنی کلب کے پاس اُس وقت سب سے زیادہ بکریاں تھیں۔ ایک بکری کے بالوں کی تعداد معلوم کرنا محال ہے تو کُل بکریوں کے بال کس قدر ہوں گے۔ اسی قدر مسلمان بخشے جاتے ہیں، مگر پھر بھی مذکورہ بالا قسم کے گنہ گار محروم ہیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ اولین فرصت میں ہم ان گناہوں سے فوراً توبہ کریں تو اُمید ہے کہ انشاء اللہ بخشش ہو جائے گی اور یہ بھی یاد رہے کہ اس مبارک شب میں جس طرح عبادات کا ثواب واجر اس قدر زیادہ ہے، اسی طرح اس میں گناہوں کا وبال بھی بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس شب کی بدعات مثلاً گھروں اور دیواروں پر دیوالی کی طرح بکثرت چراغ روشن کرنا اور کھیل کُود کرنا، پٹاخے اور بارود جلانا یہ تمام حرام اور گناہِ کبیرہ ہیں، جن سے ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے۔ اس شب کو عید منانا اور سڑکوں پر گشت کرتے پھرنا بڑا گناہ اور انتہائی بدقسمتی ہے۔ نیک مسلمان کو ہرگز یہ رات اس طرح ضائع نہیں کرنی چاہئے۔ مسلمانو! ہر کاروبار کا ایک خاص موسم آیا کرتا ہے۔ گیہوں، چاول، شکر وغیرہ کی زراعت کا ایک خاص موسم ہے۔ اکثر تجارتوں کا بھی ایک خاص سیزن آیا کرتا ہے۔

اسی طرح سمجھئے کہ تجارتِ آخرت کا بھی ایک خاص سیزن ہے، جو عنقریب آ رہا ہے۔ اُس سیزن کے لئے پہلے سے تیاری کر لیجئے۔ تاجر لوگ سیزن سے پہلے مال وغیرہ مہیا کرنے کا خاص انتظام کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان کو چاہئے کہ آخرت کی تجارت کے سیزن سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کے لئے

ابھی سے تیاری شروع کردے۔ ماہِ شعبان اُس موسمِ عبادۃ کے لئے تیاری کا مہینہ ہے
شعبان کی تمام فضیلتیں غالباً اسی لئے ہیں تاکہ مسلمان اس میں ہر طرح رمضان کی
عبادتوں کے لئے تیار ہو جائے۔ بس ہمیں بھی اس موقع پر غافل نہیں رہنا چاہئے۔
اب دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ کو اور تمام مُسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم سب
شبِ برات کی فضیلتیں حاصل کرنے کی ہمت کریں اور ہمیں اُس مخصوص شب کی
برکتوں سے مالا مال فرمائے اور شعبان کے بعد رمضان کی برکتیں نصیب
فرمائے۔ ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہم کو دین و دُنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین
بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ؎

؎ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الخ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ بَارَکَ اللّٰہُ الخ

ضمیمہ:۔ شب براۃ کو عید منانا، مساجد میں خلافِ معمول اہتمام کرنا، ضرورۃ سے زیادہ روشنی کرنا، حلوہ بنانے کو ثواب اور دین کی بات سمجھنا یہ سب باتیں بدعت اور ناجائز ہیں، جن کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔ لہٰذا ان سے بچنا ضروری ہے۔

خطبۂ جمعہ دوم ماہِ شعبان در آدابِ معاشرۂ اسلامیہ نمبر ۱۶

بسلسلۂ تہذیب اخلاق

ترغیبِ اتفاق و وفاءِ عہد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنَا مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ
خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا اِلٰی

مَاشَآءَ ○ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ فَعَّالٌ لِّمَا یَشَآءُ ○ وَ اَشْھَدُ
اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُ
سَیِّدُ الْاَنْبِیَآءِ ○ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰ
وَ اَصْحَابِہٖ وَالشُّھَدَآءِ ○ اَمَّا بَعْدُ فَیَا مَعْشَ
الْاِخْوَانِ ○ اِنَّ مِنْ اٰدَابِ الْمُعَاشَرَۃِ الْاِسْلَامِیَّۃِ
عِیْشَۃٌ مُّتَّحِدَۃٌ غَیْرُ مُتَفَرِّقَۃٍ ○ فَقَدْ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْن
فِیْ تَوَادِّھِمْ وَتَرَاحُمِھِمْ وَتَعَاطُفِھِمْ مَثَل
الْجَسَدِ اِنِ اشْتَکٰی مِنْہُ عُضْوٌ تَدَاعٰی لَ
سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّھَرِ وَالْحُمّٰی ○ وَقَالَ عَلَیْ

؎ للشیخین ۱۲